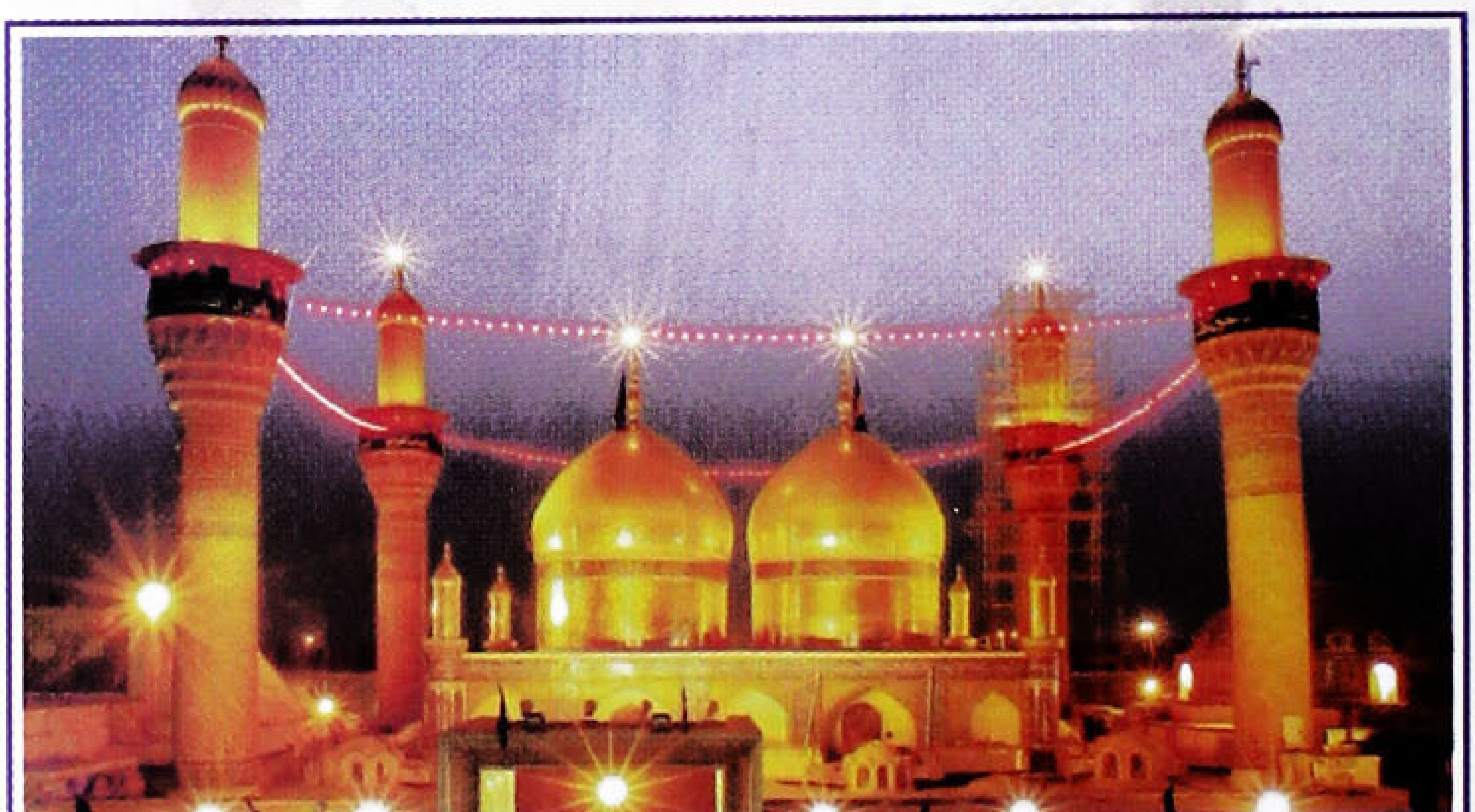
تَذْکِرَۃُ الْکَاظِمْ لِرَاحَۃِ اَبِي الْقَاسِمْ

المعروف

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

اہلسنت کی طرف سے آپ کی سیرت پر لکھی جانے والی پہلی مدلل کتاب

نیز ہزار سال کے بعد مرتبہ ہونے والا احادیث اہلِ بیت کا مجموعہ "مسند امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ"



تالیف

فضیلۃ الاستاذ

مفتی اعجاز احمد حفظہ اللہ

(ایم۔اے / بی۔ایڈ / فاضل علوم اسلامی)

زاویہ پبلشرز

8-C داتا دربار مارکیٹ، لاہور

تَذْكِرَةُ الْكَاظِمْ لِرَاحَةِ اَبِي الْقَاسِمْ

المعروف

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

اہلسنت کی طرف سے آپ کی سیرت پر لکھی جانے والی پہلی مدلل کتاب'

نیز ہزار سال کے بعد مرتبہ ہونے والا احادیث اہل بیت کا مجموعہ"مسند امام موسیٰ کاظم"

تالیف

فضیلۃ الاُستاذ

مفتی اعجاز احمد حفظہ اللہ

(ایم۔ اے / بی۔ ایڈ / فاضل علوم اسلامی)

زاویہ پبلشرز

8-C دربار مارکیٹ۔ لاہور

voice: 042-37300642 - 042-37112954

Email:zaviapublishers@gmail.com

Website: www.zaviapublishers.com

2017

بار اول........................600

ہدیہ........................300

ناشر........................نجابت علی تارڑ

{لیگل ایڈوائزرز}

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

{ملنے کے پتے}

زاویہ پبلشرز

شوروم ظہور ہوٹل دکان نمبر 2
C-8 داتا دربار مارکیٹ ۰ لاہور
Voice:042-37300642 - 042-37112954
Mobile:0300-4505466(Zong)
E-mail:zaviapublishers@gmail.com
Website:www.zaviapublishers.com

ضیاء القرآن پبلی کیشنز 14 انفال سنٹر اردو بازار کراچی	021-32212011
صبح نور پبلی کیشنز بالمقابل القمر ھاسٹل، بھیرہ شریف	048-6690418
مکتبہ غوثیہ ھول سیل، پرانی سبزی منڈی، کراچی	021-34926110
مکتبہ برکات المدینہ، کراچی	021-34219324
مکتبہ دارالقرآن' النساء روڈ' چشتیاں	0300-7548819
احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک' راولپنڈی	051-5558320
اسلامک بک کارپوریشن' کمیٹی چوک' راولپنڈی	051-5536111
مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ' حیدرآباد	022-2780547
نورانی ورائٹی ھاؤس' بلاک نمبر 4' ڈیرہ غازی خان	0321-7387299
مکتبہ بابا فرید، چوک چٹی قبر پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ	0321-7083119
مکتبہ اسلامیہ کوتوالی روڈ فیصل آباد	041-2631204
مکتبہ عطاریہ لنک روڈ صادق آباد	0333-7413467
مکتبہ حسان اینڈ پرفیومرز، پرانی سبزی منڈی کراچی	0331-2476512
رضا بک شاپ، میلاد فوارہ چوک، گجرات	0300-6203667
مکتبہ چشتیہ رضویہ مین روڈ خانقاہ ڈوگراں	0308-4551988

عرضِ ناشر

ہمارے ادارے زاویہ پبلی شرز، لاہور کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے عوام الناس اور اہل سنت کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے گراں قدر کتب کو شائع کرنے کا فریضہ انجام دیا ہے، اسی جذبے کے تحت ہماری کوشش رہی ہے کہ بہتر سے بہتر مواد کو تلاش کر کے عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق دیدہ زیب انداز میں پیش کیا جائے تا کہ حسن معنوی کے ساتھ حسن ظاہری کا امتزاج بھی قارئین کیلئے فرحت کا باعث ہو سکے۔

اس سلسلے کی ایک کڑی اہل بیت کرام پر معیاری مواد کی فراہمی تھی، چنانچہ ہم نے اس موضوع پر کئی مفید و تحقیقی کتابیں پیش کیں، جنہیں بہت پسند کیا گیا، مفتی اعجاز احمد صاحب کی اس سے پہلے ایک کتاب بنام "امام علی الرضا رضی اللہ عنہ" کو بھی ہم نے خوبصورت انداز میں شائع کیا تھا، پس اَب اُن کے والد اور اہل بیت کی ایک نامور شخصیت یعنی "امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ" پر لکھی گئی مفتی صاحب کی کتاب کو بھی قارئین کے لیے پیش کر رہے ہیں، جس کے مطالعے سے عوام اور اہل علم بھی یقیناً استفادہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل سے دعا ہے کہ ہمیں دین مبین کی خدمت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے اور ہمارے ادارے کے جملہ اراکین و معاونین کو دنیا و آخرت میں سرخرو فرمائے۔ آمین

نجابت علی تارڑ

اِنتساب

دور حاضر کے اُن مشائخ کے نام
جنہیں محافل اور زیارتوں کے شوق نے
کسی کام کا نہیں چھوڑا

اعجاز
aijazalqadri@hotmail.com
کراچی، پاکستان

فہرست مضامین

آغاز کلام در سخن ختام

" مفتی اعجاز احمد حفظہ اللہ "

(کراچی، پاکستان)

اللہ تعالیٰ عزوجل کے فضل و کرم سے خاص اہل بیت پر راقم کی یہ دوسری کاوش ہے، اس سے قبل امام علی الرضا رضی اللہ عنہ بن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ پر تفصیلی کتاب لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی، جسے اہل علم کی جانب سے سراہا گیا اور پاکستان کے طول و عرض سے بہت سی شخصیات نے رابطہ کر کے پسندیدگی کا اظہار کیا، پس اس تحریر کے دوران ہی راقم کا ارادہ تھا کہ ان کے والد گرامی اور اہل بیت کی نامور شخصیت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ پر بھی کچھ کام کیا جائے تا کہ اُن کی سیرت و سوانح کے بارے میں مستند مآخذ سے مرتب شدہ مواد عوام و خواص کے لیے فرحت و تسکین کا سامان ہو۔

چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر امام علی رضا رضی اللہ عنہ پر تالیف کے فوراً بعد ہی جمع مواد کا عمل شروع ہوا اور قلیل ہی مدت میں اکثر مواد کا ذخیرہ میسر آ گیا، لیکن اس بار ارادہ تھا کہ ماقبل تالیف میں عجلت کے سبب مواد کی مزید تنقیح اور تشریح میں جو تساہل تھا، وہ اب کی بار نہ ہو۔ اسی لیے کام کو اطمینان سے کرنے کی کوشش کی گئی اور مزید

کمیاب مآخذ و کتب کی حصول یابی کے لیے مشائخ کرام اور بالخصوص اہل بیت کرام کے مزارات مقدسہ ایران و عراق اور حرمین شریفین میں بکثرت حاضر ہونے والے کئی ممتاز حضرات سے پیشگی قیمت کی ادائیگی کے ساتھ درخواست کی گئی کہ وہ مزارات پر حاضریوں کے دوران متصل کتب خانوں اور مخطوطات کے مراکز سے چند مطلوبہ کتب کے عکوس لے آئیں، لیکن مجال ہے کہ کسی ایک نے بھی اس کام کو کرنے کا ارادہ بھی کیا ہو۔ اُن میں بہت سے مشائخ و حضرات تو وہ ہیں جن کا سال میں تین چار بار حاضریوں کا سلسلہ لگا رہتا ہے، اس سے زائد کا تو شمار ہی نہیں۔

پس اُن کے طرز عمل نے یہ تصویر عیاں کی کہ اکثر حضرات بس قافلے بنا کر کمیشن اور کاروان کے ذریعے لاکھوں روپے کمانے کے شوقین ہیں، اہل بیت کا نعرہ اور وہاں چکر پہ چکر لگانے کا مقصد محبت واتباع یا حصول آخرت نہیں، بلکہ چمک دمک اور محافل کی رونقیں ہیں، کیونکہ جانے سے پہلے مریدین کے گھروں میں الوداعی پروگرام اور آنے کے بعد مبارک بادیوں کی محفلیں، پھر اگلے کاروان کی تیاری اور پھر سفر در سفر، الغرض اہل بیت کرام کے مقدس مزارات کو بھی ایسے حضرات نے اچھے خاصے کاروبار کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ نعوذ باللہ

بہر حال ایسی روش میں کسی علمی کام کی کوشش اور اس پر عمل کرنا بیاباں میں صدا دینے کے مترادف ہے، کیونکہ نہ تو مشائخ کو آپ کے کسی علمی کام کی ضرورت ہے اور نہ عوام کو وہ ایسے کسی کام کی رغبت دلائیں گے کہ ایسا کرنے سے کاروبار متاثر ہو گا

اور پھر انہیں کسی کتاب وعلمی مواد کی ضرورت ہی کیا؟ کیونکہ ہر قافلے کا پیر ماشاء اللہ چوبیس گھنٹے تو امام موسیٰ کاظم، امام جعفر صادق اور بقیہ صاحبان مزار سے متصل اور اُن سے رابطے میں رہتا ہے، اسی لیے تو لوگ ہاتھ جوڑ کر باباجی کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ اہل سنت کے ایسے ہی پیروں نے بربادی کی کئی داستانیں رقم کردیں اور آگے آنے والی ہماری نسلیں مزید کتنا خمیازہ بھگتیں گی، اس کا اندازہ بھی دشوار نہیں۔ لیکن ان نسلوں میں صرف عوام کی نسلیں شامل ہیں، کہ اُن حضرات نے اپنی اولاد کا پیٹرن سیٹ کردیا ہے، یعنی بربادی صرف عوام کے حصے میں اور شاہی طور طریقے پیر کی مبارک اولاد کے واسطے۔

ایسے انحطاط اور حوصلہ شکن ماحول میں متذکرہ بالا کام تعطل والتواء کا شکار رہا اور قریباً تین سال تاخیر ہوگئی، پھر فضل ایزدی سے توفیق ملی تو اس کام کے جو باقیات موجود تھے، انہیں سے استفادہ کرتے ہوئے مختصر سی مدت میں کتاب ہذا کو ترتیب دیا گیا، لیکن اپنے طور پر مکمل کوشش برتی گئی ہے کہ صرف جمع مواد پر توجہ نہ کی جائے بلکہ حتی الامکان تنقید وتنقیح بھی عمل میں لائی جائے، چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر بہت سا مواد شامل نہیں کیا گیا کہ اُس کا ثبوت یقینی اور قابل اطمینان نہیں تھا۔

اسی طرح چند مقامات پر اکابرین سے بصورت ادب اختلاف کی جسارت بھی کی ہے، لیکن وہ ایسی ہے جس کا زیادہ تر تعلق اہل علم کے ساتھ مخصوص ہے۔ نیز اس مرتبہ زیادہ احتیاط برتی گئی ہے کہ کسی ایسے ماخذ سے استفادہ نہ کیا جائے جو اہل تشیع یا

مخالفین سے منسوب ہو، اسی لیے کرامات پر زیادہ مواد شامل نہیں کیا جاسکا، کیونکہ اہل سنت کے مستند مآخذ سے شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ اور عمری والے واقعے کے سوا کوئی اور کرامت نہیں مل سکی، البتہ شیعت زدہ بہت سی کتب میں بکثرت کرامات منقول تھیں، لیکن وہ کرامات بعینہ اہل تشیع کے اُمہات مصادر میں بھی مروی تھیں، لہٰذا ہم نے اُن سے صرف نظر کی ہے، اس لیے قارئین کو اس کتاب میں امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی کرامات کے واقعات کی تشنگی محسوس ہو گی، لیکن ہمارے نزدیک غیر مستند اور ناقابل اطمینان کرامات کو ذکر کرنے سے نہ ذکر کرنا ہی بہتر ہے کہ کوئی ایسی بات اُن حضرات کی جانب منسوب نہ ہو جائے جو انہوں نے فرمائی ہی نہ ہو۔

علامہ عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی "شواہد النبوۃ" اور شیخ مؤمن شبلنجی رحمۃ اللہ علیہ کی "نورالابصار" ہمارے نزدیک ایسے مآخذ ہیں، جن کی روایات کو دیگر شواہد کے بغیر لینے میں احتیاط کی ضرورت ہے کہ ان میں ایسی باتیں موجود ہیں جو اہل سنت کے اجماعی موقف سے متصادم ہیں، چنانچہ ہم نے ان دونوں کتب سے براہ راست کوئی استفادہ نہیں کیا، البتہ پیدائش کے باب میں دیگر شواہد کی تائید میں صرف دو تین مقامات پر جزوی حوالہ ضرور درج کیا، لیکن کسی اور جہت پر مواد لینے سے گریز کیا ہے، حالانکہ ان دونوں کتب میں خاص طور پر کرامات کا اچھا خاصا مواد ذکر کیا گیا ہے۔

مخدوم جہاں، سیّد اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی "لطائف اشرفی" میں بھی امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ پر کچھ مواد ذکر کیا گیا ہے، مثلاً اس کی تیسری جلد کے لطیفہ ۵۲،

صفحہ ۵۲۰ تا ۵۲۲، کے تحت اَولاد کا، جبکہ اسی جلد میں لطیفہ ۵۳، صفحہ ۵۵۷ تا ۵۵۹، پر مناقب کا ذکر موجود ہے، لیکن اس میں بطور خاص اولاد کی تفصیلات پر مبنی بیشتر مواد میں اہل تشیع کے ذکر کردہ مواد سے مشابہت کا گمان ہوا، بلکہ ایک مقام پر تو شیعی محقق شیخ ابن طباطبا کا نام بھی ذکر ہے، ایسے میں ہم نے مجبوری کے تحت وہاں سے مواد نہیں لیا، البتہ اس مواد پر کسی قسم کا حکم لگانا راقم کی بساط سے بالاتر ہے، عین ممکن ہے کہ اس میں ہماری ناقص معلومات یا دیکھنے کا قصور ہو، لیکن جو حقیقت ملاحظہ کی اُسے دیانت کے ساتھ بیان کر دیا، البتہ محققین کے لیے تحقیق کے دروازے کھلے ہیں۔

اہل بیت کی نمایاں شخصیات سے مروی بہت سی احادیث صحاح ستہ اور دیگر اُمہات مصادر حدیث میں موجود ہیں، جن میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے لے کر اُوپر کے حضرات شامل ہیں، یعنی امام محمد باقر، امام زین العابدین رضی اللہ عنہم وغیرہ، پس امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد سے ائمہ اہل بیت کی احادیث شاذ ہی کہیں دکھائی دیتی ہیں اور اُن میں سے بھی اکثر ایسی کتب میں مذکور ہیں جن تک عوام الناس کے علاوہ عام اہل علم کی بھی رسائی نہیں، کیونکہ ایسی کتب نایاب اور درس و تدریس کے ماسواء ہیں۔ پس ان کی جانب مراجعت کرتے ہوئے غواصی کرنا وقت طلب اور کسی مقصد کا متقاضی ہے۔

اسی سبب سے ہم نے ارادہ کیا کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی احادیث کو بھی حتی الامکان یکجا کر دیں تا کہ کسی حد تک یہ پہلو بھی جامع ہو جائے، اس کے لیے بہت سی کتب کھنگالتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ سے مروی ۷۰ احادیث دریافت ہو

سکیں، جن میں مرفوع و آثار شامل ہیں، تو انہیں کتاب ہذا کے اخیر میں ترجمہ و تخریج کے ساتھ محفوظ کر دیا ہے، یوں امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی احادیث پر اہل سنت کی جانب سے ہزار سال کے بعد مختصر کوشش منظر عام پر آئی ہے۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث کی سند میں اکثر طریق آپ کے بیٹے امام علی الرضا رضی اللہ عنہ سے ہو کر ملتا ہے تو امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی احادیث بھی کافی حد تک محفوظ ہو گئی ہیں، کیونکہ ہمیں اپنی تالیف "امام علی الرضا" کے دوران آپ رضی اللہ عنہ کی روایات نہیں مل سکی تھیں، لہٰذا ہم نے صرف دو تین احادیث پر اکتفاء کیا تھا، لیکن اب آپ کے والد گرامی کی مسند میں اکثر احادیث آپ کی سند سے مل گئیں تو اُس کمی کی کچھ تلافی اب ہو گئی ہے۔ وللہ الحمد

البتہ اس مسند کی مزید تحقیق و تنقیح ہنوز باقی ہے، کوئی محقق اسے اپنا موضوع تحقیق بنائے تو اہل علم و محبت کے لیے فرحت کا سامان ہو گا، اسی طرح مزید ذرائع و وسائل میسر ہوں تو بہت سی دیگر احادیث بھی کتب کے دفینوں میں دریافت ہو سکتی ہیں، لیکن یہ کام جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

بہر حال ہم نے اس مختصر سی کاوش کو "مسند امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ" کا نام دیا ہے اس بارے میں مزید تفصیل اور کام کی نوعیت کو مسند ہذا سے قبل لکھے گئے مقدمے میں تفصیلاً ذکر کر دیا گیا ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اس کتاب کی تالیف میں جن حضرات نے علمی تعاون کیا اُن میں سر فہرست ممتاز محقق، ڈاکٹر حامد علی علیمی حفظہ اللہ (گورنمنٹ کالج، ناظم آباد) ہیں، انہوں نے اپنا قیمتی وقت صرف کرتے ہوئے کئی اُمور میں معاونت فرمائی، اسی طرح محقق و خطیب، علامہ محمد آصف اقبال مدنی حفظہ اللہ (خطیب مسجد عثمان غنی، لائٹ ہاؤس، کراچی) نے معاونت فرمائی، اللہ تعالیٰ عزوجل ان دونوں حضرات کو جزائے خیر دے، اس کام کی جلد تکمیل میں محقق و مؤرخ، پیر سیّد زین العابدین شاہ راشدی حفظہ اللہ کا پیہم اصرار اور فاضل نوجوان، روحانی اسکالر، علامہ سیّد طارق حسین شاہ بخاری مدنی حفظہ اللہ کے تقاضے شامل رہے۔ اسی طرح ناشر کتاب محترم جناب نجابت علی تارڑ حفظہ اللہ کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے کہ انہوں نے میری کئی کتب شائع فرمائیں اور اَب یہ کتاب بھی فی الفور شائع کرنے کے لیے مستعد ہیں۔ اللہ تعالیٰ عزوجل ان حضرات کا خلوص قبول فرمائے اور اپنے کرم کی بارشوں سے دنیا و آخرت میں سیراب فرمائے۔

میری یہ خواہش تھی کہ اہل بیت کرام کی اُن شخصیات کے تذکروں کو اہل سنت کے مآخذ کی روشنی میں تحریر کردوں جن پر ابھی تک باقاعدہ نہیں لکھا گیا، ان میں بطور خاص امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے لے کر امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ تک کے افراد شامل تھے، لیکن معاملات اور مجموعی بے حسی کو دیکھتے ہوئے اس باب میں یہ میری دوسری اور آخری کتاب ہے۔

لیکن اللہ کریم عزوجل سے دعا کرتا ہوں کہ کوئی اور صاحب قلم محنت و تلاش سے بقیہ حضرات کے تذکار کو بھی مستند مواد کی روشنی میں مرتب کر دے۔

اخیر میں اپنی اس کاوش کی تکمیل پر رب جلیل عزوجل کی بارگاہ میں شکر گزار ہوں کہ اس نے اپنی عطا کردہ توفیق سے اس کام کو بخیر و خوبی پایہ تکمیل سے ہمکنار فرمایا۔ یاربّ العالمین! اسے اپنی جناب میں قبول فرما، نیز مجھے اور میرے والدین اور اُمت مسلمہ کو اس کے اَجر و ثواب سے دارین میں حصہ عطا فرما۔

« اَلْحَمْدُ للہ الَّذِي بِنِعْمَتِهِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَىٰ سَيِّدِ الأَنْبِيَاءِ وَالمرسَلِيْنَ »

اعجاز

کراچی، پاکستان

تَذْکِرَۃُ الْکَاظِمْ لِرَاحَۃِ اَبِي الْقَاسِمْ

المعروف

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی پیدائش

آپ رضی اللہ عنہ علم و حکمت کے آفتاب، سیّد الاولیاء جعفر صادق رضی اللہ عنہ بن امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، جن میں سال کی تعیین پر اکثر مورخین و علمائے رجال کا اتفاق، البتہ دیگر اُمور اور جزوی تفصیلات میں قدرے اختلاف ہے، اس بحث کو ہم اجمالی صورت میں پیش کر رہے ہیں تاکہ صحیح و سقیم کا فرق قارئین پر عیاں ہو جائے، چنانچہ۔۔

(1) آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش 124 ہجری / 741 عیسوی میں ہوئی۔

(2) آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش 127 ہجری / 744 عیسوی میں ہوئی۔

(3) آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش 128 ہجری / 745 عیسوی میں ہوئی۔

(4) آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش 129 ہجری / 746 عیسوی میں ہوئی۔

(5) آپ رضی اللہ عنہ کا مقامِ پیدائش "مدینہ منورہ" ہے۔

(6) آپ رضی اللہ عنہ کا مقامِ پیدائش مدینہ منورہ کا مضافاتی علاقہ "ابواء" ہے۔

(7) آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش کا وقت "طلوعِ فجر" ہے۔

(8) آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش کا دن "منگل" ہے۔

(9) آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش کا دن "اتوار" اور تاریخ 7 صفر المظفر ہے۔

ذیل میں ان اُمور کی قدرے وضاحت زیبِ قرطاس ہے۔

(1) "آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش 124 ہجری / 741 عیسوی میں ہوئی"۔

امام ولی الدین احمد المعروف "ابوزرعہ عراقی" رحمۃ اللہ علیہ "تحفۃ التحصیل فی ذکر رواۃ المراسیل" میں لکھتے ہیں:

مولد موسی سنة أربع وعشرين (ومائة).[1]

علمائے تاریخ وحدیث میں سے دیگر کسی نے بھی اس قول سے استناد نہیں کیا، شاید اس باب میں یہ شاذ قول تھا جسے کسی خارجی دلیل وقرینہ کی بنیاد پر امام عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمایا، لیکن جس مقام پر یہ قول درج ہے وہیں اگلی عبارت میں ۱۲۸ھ کا قول بھی ذکر کیا گیا ہے جس سے مترشح ہوتا ہے کہ انہوں نے صرف جمع اقوال پر توجہ فرمائی، لیکن ان کی باہم ترجیح پر زیادہ دِقتِ نظر سے کام لینے کے بجائے تاریخی شواہد کے حوالے کر دیا۔ لہٰذا اس قول کو مقدم ذکر کرنا اُنکے نزدیک اسکے راجح ہونے کو مستلزم نہیں۔

(2) "آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش 127 ہجری / 744 عیسوی میں ہوئی"۔

شہزادہ دارا شکوہ قادری رحمۃ اللہ علیہ "سفینۃ الاولیاء" میں لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش ۷ صفر المظفر، ۱۲۷ھ کو "مقام ابواء" میں ہوئی۔[2]

---

[1] تحفة التحصيل في ذكر رواة المراسيل، للعراقي: الصفحة ٣١٩.

[2] سفينة الأولياء، للشيخ دارا شكوه القادري: الصفحة ٤١.

(3) "آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش 128 ہجری / 745 عیسوی میں ہوئی"۔

جمہور علمائے سیرت و تاریخ اور قریباً تمام ہی محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی پیدائش کا سال ۱۲۸ھ، بمطابق ۷۴۵ عیسوی ہے، اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف چند اقوال مع حوالہ نقل کرنے پر اکتفاء کر رہے ہیں:

امام جمال الدین مزی رحمۃ اللہ علیہ "تہذیب الکمال" میں لکھتے ہیں:

إنّه ولد بالمدينة في سنة ثمان وعشرين ومئة .[3]

امام شمس الدین محمد ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الاسلام" میں لکھتے ہیں:

مولده كان في سنة ثمان وعشرين ومائة .[4]

امام ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ "تہذیب التہذیب" میں لکھتے ہیں:

إنّه ولد بالمدينة في سنة ١٢٨هـ .[5]

امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ "طبقات کبریٰ" میں لکھتے ہیں:

ولد موسى بن جعفر رضي الله عنه سنة ثمان وعشرين ومائة .[6]

---

3 تهذيب الكمال، للمزي، ٢٩/ ٤٤، الرقم ٦٢٤٧ .

4 تاريخ الاسلام، للذهبي، ١٢/ ٤١٧، الرقم ٣٧٢ .

5 تهذيب التهذيب، للعسقلاني، ٤/ ١٧٣ .

6 الطبقات الكبرى، للشعراني، الصفحة ٧٢، الرقم ٥٨ .

متذکرہ اقوال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش ۱۲۸ھ میں ہوئی۔ اس ضمن میں کچھ علمائے کرام کے اقوال ایسے بھی ہیں جس میں انہوں نے ۱۲۸ھ، اور ۱۲۹ھ دونوں ہی کو بغیر کسی ترجیح کے نقل کیا ہے، لہٰذا اُن میں سے چند ملاحظہ فرمائیں:

امام ابو بکر احمد المعروف خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ بغداد" میں لکھتے ہیں:

انه ولد بالمدينة في سنة ثمان وعشرين و قيل : سنة تسع وعشرين ومئة ۔ [7]

امام ابو الفرج عبد الرحمٰن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ "صفوۃ الصفوۃ" میں لکھتے ہیں:

ولد موسى بن جعفر عليه السلام بالمدينة في سنة ۱۲۸هـ ، وقيل : ۱۲۹هـ . [8]

حافظ عماد الدین اسماعیل ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ "البدایہ والنہایہ" میں لکھتے ہیں:

ولد سنة ثمان أو تسع وعشرين ومائة . [9]

شیخ یوسف بن تغری بردی رحمۃ اللہ علیہ "النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ" میں لکھتے ہیں:

ولد بالمدينة سنة ثمان أو تسع وعشرين ومائة . [10]

---

7. تاريخ بغداد ، للخطيب البغدادي ، ١٥/ ١٤ ، الرقم ٦٩٣٩ .

8. صفوة الصفوة ، للابن الجوزي ، ٢/ ١٨٧ ، الرقم ١٩١ .

9. البداية والنهاية ، للابن كثير الدمشقي ، ١٣/ ٦٢٣ .

10. النجوم الزاهرة ، للابن تغري بردي ، ٢/ ١٤٢ . سنة ١٨٣ .

(4) "آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش 129ہجری / 746عیسوی میں ہوئی"۔

شیخ عماد الدین ابو الفداء رحمۃ اللہ علیہ "المختصر فی اخبار البشر" میں لکھتے ہیں:

ولد موسى المذكور في سنة تسع وعشرين ومائة .[11]

امام ابو العباس ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ "وفیات الاعیان" میں لکھتے ہیں:

وكانت ولادته يوم الثلاثاء قبل طلوع الفجر سنة تسع وعشرين ومائة .[12]

(5) "آپ رضی اللہ عنہ کا مقام پیدائش "مدینہ منورہ" ہے"۔

امام جمال الدین مزّی "تہذیب الکمال" امام خطیب بغدادی "تاریخ بغداد" امام ابن جوزی "صفوۃ الصفوۃ" امام ذہبی "سیر اعلام النبلاء" اور امام ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہم "تہذیب التہذیب" میں ذکر کرتے ہیں:

سیّدنا موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی پیدائش "مدینہ منورہ" میں ہوئی۔[13]

(6) "آپ رضی اللہ عنہ کا مقام پیدائش مدینہ منورہ کا مضافاتی علاقہ "ابواء" ہے"۔

تاریخی ذخیرے میں اس قول کی بابت کسی بھی جلیل الشان محقق و امام نے کوئی صراحت پیش نہیں کی، لیکن بعض حضرات کے یہاں اس قول کو بھی پسندیدگی حاصل ہے جس کی وجہ سے انہوں نے اس مقام کا ذکر خاص طور پر فرمایا ہے، اگرچہ

---

[11] المختصر في اخبار البشر، للشيخ عماد الدين أبي الفداء، ذكر خلافة الرشيد، ٢/ ١٦.

[12] وفيات الاعيان وأنباءُ أبناءِ الزمان، لابن خلكان، ٥/ ٣١٠.

[13] تخریج ماقبل مذکور ہوچکی۔

اس معاملے سے اعتقادی طور پر تو کوئی دشواری پیش نہیں آتی، لیکن تاریخی حقائق میں جہاں آپ کے بارے میں دیگر امور زیب قرطاس ہوئے، وہیں اس اَمر کو عمداً چھوڑ دیئے جانے کی بھی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔

جبکہ اس مقام پر پیدائش کا ذکر ہمیں اہل تشیع کے یہاں لکھی جانے والی کتب میں بطور خاص نظر آتا ہے، اس سے گمان گزرتا ہے کہ شاید انہیں سے نقل ہو کر یہ قول تاریخ کی چند کتب میں بھی ذکر ہو گیا، کیونکہ ائمہ اہل بیت پر اہل سنت کے عمومی مصادر میں مواد کی دستیابی سہل الحصول نہیں، لہٰذا تذکرہ نگاروں کو جمع مواد کی نکتہ آفرینی شاید اس قول کی جانب راغب کر گئی اور انہوں نے اسے اعتقادی اور اہم اُمور میں سے نہ گردانتے ہوئے تحقیق کرنے کے بجائے یوں ہی نقل کر دیا، یوں نقل در نقل کا تسلسل جاری رہا، چنانچہ:

مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ "شواہد النبوۃ و مراتب الفتوۃ" میں لکھتے ہیں:

> آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش مقام ابواء میں ہوئی، جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔[14]

شہزادہ دارا شکوہ قادری رحمۃ اللہ علیہ "سفینۃ الاولیاء" میں لکھتے ہیں:

> آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش ۷ صفر المظفر، ۱۲۷ھ کو "مقام ابواء" میں ہوئی۔[15]

---

14. شواهد النبوة، للشيخ عبد الرحمن الجامي، الصفحة ٣٣٦.

15. سفينة الأولياء، للشيخ دارا شكوه القادري الصفحة ٤١.

شیخ سیّد مومن شبلنجی رحمۃ اللہ علیہ "نور الابصار فی مناقب آل البیت المختار" میں لکھتے ہیں:

ولد موسى الكاظم بالابواء سنة ثمان وعشرين ومائة. [16]

مستشرق، ڈاکٹر فواد سزکین "تاریخ التراث العربی" میں لکھتے ہیں:

ولد (موسى الكاظم) بالابواء ١٢٨هـ / ٧٤٥م و نشأ بالمدينة. [17]

اسی طرح شیخ خیر الدین زِرکلی نے "الاعلام" میں بھی ذکر کیا ہے۔ [18]

(7) **"آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش کا وقت "طلوع فجر" اور**

(8) **"آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش کا دن "منگل" ہے"۔**

ان دونوں متذکرہ بالا عنوانات پر ہمیں تاریخ کا صرف ایک ہی حوالہ میسر آیا ہے جس سے سوانح کے ایک پہلو میں قدرے اضافہ ہوتا ہے، اگرچہ یہ ایک ہی طریق سے منقول ہے لیکن تاریخ کے جلیل القدر محقق کے ذکر کرنے کی بنا پر ہم نے دیگر کی نسبت اس پر اعتماد کیا ہے، چنانچہ:

امام ابو العباس "ابن خلکان" رحمۃ اللہ علیہ "وفیات الاعیان" میں لکھتے ہیں:

وكانت ولادته يوم الثلاثاء قبل طلوع الفجر. [19]

16ل نور الابصار، للسيد الشبلنجي، الصفحة ٢٠٣، فصل في مناقب موسى الكاظم.

17ل تاريخ التراث العربي، للدكتور فواد سزكين: ٣/ ٢٧٩.

18ل الاعلام، للشيخ خير الدين الزركلي، ٧/ ٣٢١.

(9) ”آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش کا دن ”اتوار“ اور تاریخ“ 7 صفر المظفر“ ہے“۔

شہزادہ دارا شکوہ قادری رحمۃ اللہ علیہ ”سفینۃ الاولیاء“ میں لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش روز یک شنبہ (اتوار)، ۷ صفر المظفر ۱۲۷ھ کو مقام ابواء میں ہوئی۔[20]

ان تمام متذکرہ اقوال کا بغور مطالعہ کرنے اور حقائق و قرائن کی دلالتوں پر غور پر کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۱۲۸ ہجری کو ہوئی۔ اسی پر بکثرت مورخین وائمہ کرام کا اتفاق ہے۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا لقب

آپ رضی اللہ عنہ کی ذات ہمہ جہت شخصیت کی حامل تھی، زندگی کی مشکلات میں صبر واستقلال، جفاء و ستم پر خندہ پیشانی کا مظاہرہ اور اپنے وبیگانوں پر یکساں کرم نوازیاں آپ رضی اللہ عنہ کا خاص امتیاز اور خاندانی وطیرہ تھا۔ اسی لیے ان عناصر واخلاق کا ظہور اور شخصیت پر اس کے اثرات کا ظاہر ہونا بھی ایک فطری اَمر تھا، پس خاندانی اوصاف اور قدرت کے ودیعت کردہ اخلاق حسنہ کی تابانیاں آپ رضی اللہ عنہ کی عملی زندگی کے ہر زاویے میں دکھائی دیتی تھیں۔

19۔ وفیات الاعیان وأنباءُ أبناءِ الزمان، للابن خلکان، ۵/ ۳۱۰۔

20۔ تخریج ما قبل مذکور ہو چکی۔

جس طرح کوئی شخص اَن گنت محاسن رکھنے کے باوجود کسی ایک وصف میں زیادہ معروف و ممتاز ہوتا ہے اور دنیا اُسی وصف کا زیادہ ذکر کرتی ہے، اُسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کی ذات میں بھی اَخلاق نبوی کے بے شمار محاسن تھے، لیکن آپ کا ذوق عبادت اور متحمل مزاج وبُردبار ہونا خلق خدا کی زبان پر عام تھا۔

عبادت کا ذوق جو کسی بھی کامل اور محبت الٰہی سے سرشار فرد کے لیے لازمی وضروری ہے کہ اس کے بغیر منازل عشق وقرب کو طے کرنا ممکن نہیں، وہ ذوق آپ رضی اللہ عنہ کی ذات میں اس قدر راسخ تھا کہ اس کے آثار ہر لمحہ، ہر آن، آپ میں نظر آتے، آپ رضی اللہ عنہ کی عبادتِ خداوندی سے محبت نے لوگوں کو اس قدر متاثر کیا کہ وہ آپ کو "عبد صالح" یعنی نیک وعبادت گزار کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا کہ ابھی دور نبوی کی کرنیں آب و تاب کے ساتھ روشن تھیں، صحابہ کرام کو دیکھنے اوراُن سے فیض یاب ہونے والوں کی ہستیاں بھی رونق افروز تھیں، ذوق عبادت، جذبہ عشق، آہ سحر گاہی ایسی نعمتیں ابھی سینے و سفینے میں موجزن تھیں، لیکن ایسے ماحول اور ایسی شخصیات میں بھی دنیاوالوں کا آپ کو عبد صالح کہہ کر یاد کرنا اور پکارنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اہل بیت پر نسبت کی سعادت کے ساتھ ساتھ اُمت کی قیادت، ہدایت اور تربیت کی بھاری ذمہ داریاں بھی عائد کی گئیں، جسے یہ حضرات بخوبی نبھاتے رہے۔ چونکہ ہدایت کے لیے سراپا ہدایت بنناضروری ہے، اسی لیے یہ منابع ہدایت اپنی ذات کو محنت ومشقت کی صعوبتوں سے

ایسا مثالی بناتے تاکہ خلق خدا کو بارگاہ ربّ العزت سے مربوط کرنے کے لیے مؤثر کردار ادا کر سکیں، نیز ان کے جدِ امجد جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے کہ سراپا ہدایت ور حمت ہونے کے باوجود بھی عبادت میں کمال مشقت برداشت فرمائی، اگرچہ حسن اخلاق کے مراتب عالیہ انہیں کے دم قدم سے دنیاوالوں نے جانے، لیکن اس کے باوجود تمام حیات خود بھی اخلاق حسنہ پر عمل فرماتے رہے اور مخلوق کو بھی اس کی تلقین کرتے رہے، یہی وصف آپ ﷺ کی آل کا بھی شعار رہا کہ صرف نسبت وخاندانی وجاہت پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ جہد مسلسل اور زُہد و تقوی پر عمل کرتے رہے حتی کہ خالق و مخلوق دونوں کے محبوب بن گئے۔ بہر حال امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی عبادت کا وصف مشہور تھا اور بعد ازاں یہی آپ کا لقب شمار کیا جانے لگا۔ چنانچہ:

امام مزّی رحمۃ اللہ علیہ "تہذیب الکمال" میں لکھتے ہیں:

كان موسى بن جعفر يدعى العبد الصالح من عبادته واجتهاده.[21]

ترجمہ: موسیٰ بن جعفر کو ان کے زُہد وعبادت کی وجہ سے عبد صالح کہا جاتا تھا۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الاسلام" میں لکھتے ہیں:

قال النسابة يحيى بن جعفر العلوي المدني، وكان موجوداً بعد الثلاثمائة: كان موسى يدعى العبد الصالح من عبادته واجتهاده.[22]

---

21. تهذيب الكمال، للمزي، ٢٩/ ٤٤.

ترجمہ: ماہر انساب یحییٰ بن جعفر علوی مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: موسیٰ کو ان کے زہد و عبادت کی وجہ سے عبد صالح کہا جاتا تھا۔

خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ "فصل الخطاب بوصل الاحباب" میں لکھتے ہیں:

و كان رضي الله عنه صَالحاً عَابِداً جَوَّاداً حَلِيْماً كَبِيْرَ الْقَدْرِ كان يدعي بالعبد الصالح من عبادته و اجتهاده .[23]

ترجمہ: آپ رضی اللہ عنہ نیک، عبادت گزار، سخی، بُردبار اور بڑی شان والے تھے، آپ کو زہد و عبادت کی کثرت کی وجہ سے عبد صالح کہا جاتا تھا۔

امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ "طبقات کبری" میں لکھتے ہیں:

وكان يكنى بالعبد الصالح لكثرة عبادته واجتهاده وقيامه بالليل.[24]

ترجمہ: زہد و عبادت کی کثرت اور راتوں کو قیام کی وجہ سے آپ کو عبد صالح کہا جاتا تھا۔

=

[22] تاريخ الاسلام ، للذهبي ، ١٢/ ٤١٨ .

[23] فصل الخطاب بوصل الاحباب ، للشيخ خواجة محمد پارسا ، الصفحة ٤٣٠ .

[24] الطبقات الكبرى ، للشعراني ، الصفحة ٧٢ ، الرقم ٥٨ .

شہرہ آفاق لقب " اَلْکَاظِمْ "

آپ کا لقب عبد صالح تو زیادہ تر اُس زمانے میں زبان زَد عام رہا، یا پھر ائمہ کرام کی تصانیف و تراجم میں نقل ہوتا رہا، لیکن ایک لقب اور وصف ایسا بھی ہے جو آج بھی ہر خاص و عام کی زبان پر ہے، بلکہ اس لقب کو ایسا دوام ملا کہ اَب اس کے ذکر کے بغیر آپ کا اسم گرامی لیا ہی نہیں جاتا، لہٰذا آج اگر عوام الناس کے سامنے کوئی شخص کہے: موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا، تو اہل علم کے علاوہ شاید ہی کسی کا ذہن آپ کی جانب متوجہ ہوگا، لیکن اگر کہا جائے کہ موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تو ہر خاص و عام بلا کسی تردّد کے جان لے گا کہ اس سے مراد کون ہے۔

بہر حال آپ کا لقب مبارک "الکاظم" معروف ہے، اور یہ دراصل قرآن مجید میں متقین کی صفات میں ذکر ہونے والا ایک وصف اور کلمہ ہے، جب لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے اندر اس وصف کی کیفیات ملاحظہ کی تو اُن کے دلوں نے خود اس بات کی تصدیق کی کہ اس زمانے میں آپ کی ذات اس لقب کی زیادہ حق دار ہے، پھر یہی بات دلوں سے نکل کر زبانوں پہ آکر شہادت بن گئی جسے آج تک دوہرایا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي ٱلسَّرَّآءِ وَٱلضَّرَّآءِ وَٱلْكَـٰظِمِينَ ٱلْغَيْظَ
وَٱلْعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِ ۗ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٤﴾

ترجمہ: اور جو خرچ کرتے ہیں خوشحالی اور تنگ دستی میں اور ضبط کرنے والے ہیں غصہ کو، اور درگزر کرنے والے ہیں لوگوں سے۔ اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

آیت قرآنی میں اس مقام پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے متقین بندوں کی چند صفات ذکر فرمائی ہیں ان میں سے ایک اہم صفت غصے کو پی جانا ہے یعنی جس وقت کسی سبب سے غصے آجائے اور ایسے جنون کے عالم میں جو اپنے غصے کو دبالے اور اس کا اظہار نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے یہاں متقین کی صفات والا شمار ہوتا ہے، اسی آیت میں اگلی صفت درگزر کرنے کی ہے، جس کا مطلب بدلے کی قدرت اور طاقت کے باوجود بھی انسان درگزر سے کام لے اور غلطی کرنے والے کو معاف کردے، یہ متقین کی تیسری صفت ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ سب سے بلند درجہ ہے۔ پس امام موسیٰ کاظم کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آیت میں مذکور تینوں صفات میں سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا، ان صفات کے مظاہر اور واقعات میں سے کچھ کا ذکر ہم آئندہ آنے والوں ابواب میں کریں گے، لہٰذا یہاں صرف یہ جان لینا ضروری ہے کہ اس لقب کاظم کو آپ کے لیے کیوں استعمال کیا گیا تو اس بارے میں اہل علم کی چند آراء درج ذیل ہیں۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ ازہری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"کَظَمَ "بھری ہوئی مشک کے منہ باندھنے کو کہتے ہیں، بعض اوقات ایسی ناپسندیدہ حرکات اور ضرر رساں اُمور رونما ہوتے ہیں جن سے

انسان برانگیختہ ہو جاتا ہے اور جذبہ انتقام سے اس کا دل لبریز ہو جاتا ہے، ایسے حال میں اپنے غصے کو پی جانا بیشک بڑی ہمت کا کام ہے۔[25]

یعنی جس طرح مشک بھر جانے کے بعد پانی کو گرنے اور چھلکنے سے روکنے کے لیے اسکے منہ باندھنے کے عمل کو" کَظَمَ "کہتے ہیں، اسی طرح جب غصہ کی شدت وانتقام کا جوش برانگیختہ ہو چکا ہو ایسے میں اپنے نفس پر قابو پاکر سامنے والے کو معاف کردینا،" کَظَمَ "ہے اور جو غصہ کو پی جائے، اُسے "کاظم" کہتے ہیں۔

شیخ عماد الدین ابو الفداء رحمۃ اللہ علیہ "المختصر فی اخبار البشر" میں لکھتے ہیں:

وكان يلقب الكاظم: لأنه كان يحسن إلى من يسيء إليه .[26]

ترجمہ: آپ رضی اللہ عنہ کو کاظم اس لیے کہا جاتا تھا کیونکہ آپ بُرائی سے پیش آنے والوں کے ساتھ بھی بھلائی سے ہی پیش آیا کرتے تھے۔

امام ابن حجر مکی ہیثمی شافعی قادری رحمۃ اللہ علیہ "الصواعق المحرقہ" میں لکھتے ہیں:

سمي الكاظم لكثرة تجاوزه وحلمه.[27]

ترجمہ: آپ کو بکثرت درگزر کرنے اور بُردبار ہونے کی وجہ سے کاظم کہا جاتا تھا۔

---

25 تفسير ضياء القرآن ، للشيخ محمد كرم شاه الازهري ، ١/ ٢٧٦ .

26 المختصر في اخبار البشر ، للشيخ عماد الدين أبي الفداء ، ذكر خلافة الرشيد ، ٢/ ١٥.

27 الصواعق المحرقة ، للابن حجر المكي ، الصفحة ٥٥٣ .

لقب کاظم کی ایک وجہ تو آیت کی تفسیر اور ائمہ کرام کے اقوال سے واضح ہو گئی، لیکن اسی لقب کی دوسری وجہ بھی ذکر کی گئی ہے چنانچہ:

شیخ یوسف بن تغری بردی اتابکی رحمۃ اللہ علیہ "النجوم الزاہرۃ" میں لکھتے ہیں:

كان موسى المذكور يدعى بالعبد الصالح لعبادته ، وبالكاظم لعلمه.[28]

ترجمہ: حضرت موسیٰ (بن جعفر) کو عبادت کی وجہ سے عبد صالح اور وُفور علم کی وجہ سے کاظم کہا جاتا تھا۔

یعنی آپ رضی اللہ عنہ کو علم کی فراوانی و کثرت کے سبب "کاظم" کہا جاتا تھا، اگرچہ اس وجہ کو لغوی اعتبار سے تو " کَظَمَ " سے مناسبت ہے، جیسا کہ ما قبل گزرا، لیکن ہمیں تاریخی شواہد میں اس مناسبت کی تائید نہیں مل سکی۔

البتہ وُفور علم کا آپ کی ذات میں موجود ہونا ایک یقینی امر ہے جس پر بہت سے قرائن اور واقعات دلالت کرتے ہیں۔ فقہائے امت کے سردار سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ جن کی ذات سے اُمت مسلمہ کو علوم کے چراغ نصیب ہوئے، جن کی بدولت اَسرار مکنون کے پردے اُٹھے، اس جلیل القدر امام کے لخت جگر اور وارث علوم نبویہ کی حیثیت سے آپ کی ذات میں وفور علم کا تاباں ہونا بالکل معقول بات ہے، لیکن اس بنیاد پر آپ کو "کاظم" سے پکارا جانا معروف و مشہور نہیں ہو سکا۔

---

28 النجوم الزاهرة ، للابن تغري بردي ، ٢/ ١٤٢ . سنة ١٨٣ .

ہمارے نزدیک درست بات وہی ہے کہ آپ کو کاظم کہنے کی وجہ غصے کو پی جانا اور دشمنوں کو معاف کر دینا ہے، نیز اس پر بہت سے واقعات بھی دلالت کرتے ہیں، اور یہی سبب اہل علم کے یہاں کتب میں تواتر سے نقل ہوتا رہا۔ البتہ آپ رضی اللہ عنہ کے دادا حضرت محمد باقر رضی اللہ عنہ کو ان کے علم کی فراوانی کی وجہ "باقر" کہا جاتا ہے، تو ممکن ہے کہ شیخ اتابکی بردی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کلمہ سے اشتباہ پیدا ہوا، یا پھر کتابت کی غلطی سے ایسا لکھا گیا۔ واللہ اعلم

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی کنیت

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی کنیت کے بارے میں زیادہ معروف دو قول ہیں، جبکہ دیگر شیعی اور بعض سوانحی کتب میں اس سے زیادہ اقوال بھی نقل کیے گئے ہیں، ہم طوالت کے پیش نظر صرف چند کا ذکر کریں گے۔

(۱) ابوالحسن :

آپ رضی اللہ عنہ کی یہ کنیت مبارکہ نہایت مشہور اور کتب و تاریخ میں درج ہے، اہل سنت کے جس بھی امام نے آپ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ زیب قرطاس کیا تو انہوں نے اسی کنیت کو استعمال کرتے ہوئے عنوان ترتیب دیا ہے، لہٰذا علمائے اسلام کے کثرت سے استعمال کرنے اور قرائن و شواہد جو کہ واقعات میں مذکور ہیں، اُن کے دلالت کرنے کی بنیاد پر یہی واضح ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت "ابوالحسن" تھی۔

ہم ذیل میں اُن ائمہ اسلام کے اسمائے گرامی مع کتب کا صرف اشارہ تحریر کر رہے ہیں جنہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت "ابوالحسن" کو ذکر کیا چنانچہ:

امام ابو بکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ بغداد" شیخ زمخشری نے "ربیع الابرار" امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "صفوۃ الصفوۃ"، امام ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے "وفیات الاعیان" امام صفی الدین خزرجی رحمۃ اللہ علیہ نے "خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال" امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "سیر اعلام النبلاء" اور "تاریخ الاسلام" میں، جبکہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "تہذیب التہذیب" میں آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت "ابوالحسن" ذکر کی ہے۔[29]

(۲) ابوابراہیم:

آپ رضی اللہ عنہ کی اس کنیت کو ہماری معلومات کے مطابق اہلسنّت کے علمائے کرام میں سے شیخ الشیوخ خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے "فصل الخطاب بوصل الاحباب" اور شہزادہ دارا شکوہ قادری رحمۃ اللہ علیہ نے "سفینۃ الاولیاء" میں ذکر کیا ہے۔

(۳) ابو علی۔۔۔اور۔۔۔ابواسماعیل:

اس کنیت کا ذکر عام مصادر تاریخ و سیرت میں تو نہیں ملتا، البتہ اہل تشیع کے یہاں اس کا ذکر عمومی طور پر کیا جاتا ہے، چنانچہ شیخ محمد آل یاسین نے "الامام موسیٰ بن جعفر"[30] میں اہل تشیع کی معتبر کتب مثلاً الارشاد، تہذیب طوسی، مناقب شہر آشوب

29۔ ان تمام مصادر کی تخریج مع تفصیلات ماقبل کئی مرتبہ مذکور ہو چکی، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

30۔ الامام موسى بن جعفر، للشيخ آل ياسين، الصفحة ١٦.

، بحار الانوار، مطالب السؤول، جواہر الکلام اور عمدۃ الزائر سے تحقیق کے ساتھ نقل کیا ہے، لیکن مجموعی طور پر اہل تشیع کی کتب میں بھی "ابوالحسن" کو ہی ترجیح دی گئی ہے۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہمارے منتہی مصادر و مراجع زیادہ تر خاموش ہیں، اور جو تھوڑی بہت معلومات موجود ہے وہ اس قدر نہیں کہ اس کی روشنی میں آپ رضی اللہ عنہ کی حیات پر مکمل و جامع گفتگو کی جا سکے، اسی لیے کئی پہلو ایسے تشنہ ہیں کہ اُن سے نقاب کشائی ممکن نہیں۔ انہیں میں سے ایک آپ رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک بھی ہے، اس پر ہماری معلومات کے مطابق کسی بھی امام نے تفصیلی تو در کنار جزوی کلام بھی نہیں کیا، لہٰذا اس بارے میں کسی حتمی رائے پر پہنچنا دشوار ہے۔

عام طور پر مشاہدے میں آیا کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں معروف یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سیاہی مائل رنگت کے حامل تھے، اور آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے امام علی الرضا رضی اللہ عنہ بھی ایسے ہی تھے۔ جہاں تک امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہے تو ہم نے اُن کی سیرت پر لکھی گئی تفصیلی کتاب میں چند صریح دلائل سے واضح کر دیا ہے کہ ان کی رنگت کے سیاہی مائل ہونے پر کئی ائمہ اور خود اُن کے اپنے اقوال بھی موجود ہیں، لہٰذا ان کی رنگت کو تو کہا جا سکتا ہے، لیکن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی رنگت کے بارے میں بالعموم کوئی خارجی و داخلی شہادت موجود نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ سیاہی مائل تھے۔ اس لیے بیٹے کی رنگت سے والد کی رنگت پر مخالف استدلال کرنا ہرگز درست نہیں، نیز ابھی

امام علی الرضا رضی اللہ عنہ پر بھی دستیاب مواد نامکمل ہے جس کا ذکر ہم نے اس کتاب کے مقدمے میں کر دیا، تو عین ممکن ہے کہ مزید کسی قدیم مواد کی معرفت اُس بارے میں بھی اَثر انداز ہو جائے۔ بہر کیف امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی رنگت کے بارے میں سیاہی مائل ہونے کا عام تاثر تو ہے ہی، لیکن خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے "فصل الخطاب" میں بھی اسی کو ذکر کیا ہے، پر ہمیں نا صرف اختلاف بلکہ تسلیم کرنے سے انکار ہے، کیونکہ خواجہ پارسا رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات ایک تو بلا حوالہ درج ہے، اور دوسرا یہ کہ آپ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے صدیوں بعد پیدا ہوئے، لہٰذا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے نہ تو اُن کی زیارت کی اور نہ ہی کسی زیارت کرنے والے کا قول نقل کیا۔ اس لیے اس طرح کے قول کو بس ایک قول کی حد تک ہی رکھا جائے گا۔

البتہ ہمیں جس چیز نے اس بات سے انکار کرنے پر برانگیختہ کیا ہے وہ دراصل ایسا قول ہے جو خود امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی زیارت کرنے والے کا ہے، لہٰذا علمی و عقلی لحاظ سے اسے ہی تقویت و فوقیت حاصل ہے، چنانچہ معروف عابد و زاہد، صوفیائے کرام کے سرخیل، شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ[31] سے حکایت منقول ہے جسے ہم نے کتاب ہذا میں مع

---

31 آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام ابو علی شقیق بن ابراہیم ازدی بلخی خراسانی ہے، آپ خراسان کے مقام بلخ کے رہنے والے تھے، آپ نے مشہور صوفی و تارک سلطنت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مشائخ کی صحبت اختیار کی، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کثیر حضرات نے علم و معرفت میں استفادہ کیا، آپ نے غزوہ کولان، ترکی میں ۱۹۴ھ میں جام شہادت نوش کیا۔ (سیر اعلام النبلاء، ج۹، ص ۳۱۳)، بعض اُردو کتب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام "شفیق" لکھا جاتا ہے جو غلط ہے، درست "شقیق" ہے یعنی "ف" کے بجائے "ق" ہے۔

متن درج کر دیا ہے اس میں واضح الفاظ موجود ہیں کہ آپ نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور اُن کے حلیہ کی کیفیت کو یوں بیان کیا:

نَظَرْتُ إِلَى فَتًى حَسَنِ الْوَجْهِ ، شَدِيدِ السُّمْرَةِ .[32]

ترجمہ: پس میں نے ایک خوبصورت، سرخ رنگت والے چہرے کا نوجوان دیکھا۔

اس میں شقیق بلخی نے آپ رضی اللہ عنہ کی خوبصورتی کو واضح الفاظ میں بیان کیا ہے جس میں چہرے کی خوبصورتی کو بیان کرنے کے بعد اس کی سرخ رنگت کو بھی امتیازی طور پر ذکر کیا ہے، جس سے صاف طور پر یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ سرخی مائل رنگت کا حامل تھا اور مردانہ وجاہت میں سرخی مائل خوبصورت چہرے کا پایا جانا بہت قلیل ہے۔ تو معلوم ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی جانب سیاہی مائل ہونے کی بات غیر مستند ہے اور جن ائمہ نے اسے نقل کیا ہے انہیں سہو ہو گیا، یا پھر انہوں نے اس معاملے میں زیادہ تحقیق نہیں کی۔

اگرچہ ہمارے ممدوح و سردار امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ یا آپ کے خاندان والے اس بات کے محتاج نہیں ہیں کہ انہیں ظاہری خوبصورتی سے پرکھا جائے یا ان کی

---

32 مثير الغرام الساكن الى اشرف الاماكن ، للجوزي ، ذكر طرف مستحن من اخبار الصالحين ، الصفحة ٤٠٢ . وصفوة الصفوة ، للجوزي ، باب الطبقة السابعة من اهل المدينة ، ٢/ ١٨٧،١٨٥، رقم الترجمة ١٩١ . و المختار من مناقب الاخيار ، للابن الاثير ، ٥/ ٧٦-٧٨ . و الكواكب الدرية في تراجم السادة الصوفية ، للمناوي ، ١/ ٣٦٢ .

خوبیوں کو رنگتوں کے ترازو میں تولا جائے اور پھر کسی معیار تک پہنچا جائے، کیونکہ قدرت کی فیاضی اور نسبت رسول انہیں دنیا ومافیہا میں ایسا محترم مقام بخش چکی ہے جس پر قیامت تک کا حسن وجمال قربان کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ہم نے اس بات کی وضاحت یوں ضروری جانی کہ غلط بات کو اُن کی جانب منسوب نہ ہونے دیا جائے۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے والدین

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا بنایا ہوا قانون فطرت ہے کہ انسانی شخصیت کی تعمیر وترقی میں بہت سے عوامل وعناصر کارفرما ہوتے ہیں جن کی بدولت کسی مرقع حسن کا وجود ترتیب پاتا اوراس کے محاسن آشکار ہوتے ہیں، ان عوامل میں کچھ کسبی اور کچھ وہبی ہوتے ہیں، پس جب دونوں طرح کے عوامل میں کاملیت وحسن پایا جائے تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ اپنی قدرت سے آنے والے میں کمال ونکھار پیدا فرمادیتا ہے، اس تناظر میں جب ہم امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہیں تو قدرت کی فیاضی اور رحمتوں کی فراوانی واضح نظر آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے آپ رضی اللہ عنہ کو کسبی اور وہبی دونوں ہی جہتوں میں کمال بخشا، پس آپ کو ایسے خاندان میں پیدا کیا گیا جس کی اہمیت اور وجاہت صرف زمین والوں میں ہی محترم اور مقبول نہیں، بلکہ ارض وجہاں کی قید سے بلند ملائک بھی اس گھرانے کے مدح خواں تھے، جہاں ارض وسماء کی سرحدیں ختم ہو کر اپنے وسعتوں کے باوجود سمٹ جاتیں ہیں یعنی سدرۃ المنتہیٰ وہاں کے رہنے والے طائر سدرہ نشیں، اوراربوں سالوں سے ارض وسماء کی سیر کرنے والے واقف اسرار،

سیّدنا جبرائیل علیہ السلام بھی اسی گھرانے کی شان میں رطب اللسان تھے، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مرتبہ جبرائیل نے مجھ سے کہا:

يَا مُحَمَّدُ، قَلَّبْتُ الْأَرْضَ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، فَلَمْ أَجِدْ وَلَدَ أَبٍ خَيْرًا مِنْ بَنِي هَاشِمٍ.[33]

ترجمہ: اے محمد! میں نے زمین کے مشرق و مغرب چھان ڈالے، لیکن میں نے ہاشم کی اولاد سے افضل کسی کی اولاد کو نہیں پایا۔

جبکہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہی حدیث ان الفاظ سے روایت کی ہے جسے پڑھ کر ایمان تازہ ہو جاتا ہے:

قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْأَرْضِ، وَمَغَارِبَهَا، فَلَمْ أَجِدْ رَجُلًا أَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ أَرَ بَيْتًا أَفْضَلَ مِنْ بَيْتِ بَنِي هَاشِمٍ.[34]

ترجمہ: میں نے زمین کے مشرق و مغرب چھان ڈالے، لیکن مجھے نہ تو کوئی شخص محمد سے افضل ملا، اور نہ ہی میں نے بنوہاشم کے گھرانے سے افضل کسی کا گھر دیکھا ہے۔

---

33 فضائل الصحابة، للامام احمد، باب فضائل علي، الصفحة ٦٢٩، الرقم ١٠٧٣.

34 المعجم الاوسط، للطبراني، ٦/ ٢٣٨، الرقم ٦٢٨٥.

جبرائیل علیہ السلام جس خاندان اور گھرانے کی تعریف کر رہے ہیں، وہ رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھرانہ ہے اور اسی گھرانے کے چشم وچراغ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ ہیں، کیونکہ آپ بنوہاشم کے گھرانے کے فرد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل، مولائے کائنات سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور شہزادی کونین سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہیں، آپ کا سلسلہ نسب تاجدار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تک یوں ہے:

"سیّدنا موسیٰ کاظم بن سیّدنا جعفر صادق بن سیّدنا محمد باقر بن سیّدنا زین العابدین علی بن سیّد الشہداء حسین بن سیّدنا علی رضی اللہ عنہم۔"

سیّدنا علی وفاطمہ رضی اللہ عنہما کی اولاد کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اولاد قرار دیا، جیسا کہ متعدد اور مشہور احادیث میں موجود ہے، چنانچہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَ ذُرِّيَّةَ كُلِّ نَبِيٍّ فِي صُلْبِهِ، وَإِنَّ اللهَ تَعَالَى جَعَلَ ذُرِّيَّتِي فِي صُلْبِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ .[35]

ترجمہ: اللہ عزوجل نے ہر نبی کی اولاد کو اُسی کے صلب (پشت) سے پیدا کیا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے میری اولاد کو علی بن ابی طالب کے صلب (پشت) سے پیدا کیا ہے۔

تو اس طرح امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو زمین کے مقدس ومحترم گھرانے کے فرد ہونے کی سعادت نصیب ہوئی، اور یہ کبھی سعادت نہیں یعنی انسان خود کسی گھرانے کی

35 المعجم الكبير، للطبراني، ٣/ ٣٥، الرقم ٢٦٣٠ .

اولاد میں سے نہیں ہو سکتا، بلکہ اللہ تعالیٰ عزوجل جس شخص کو جس خاندان اور جس فرد کی اولاد میں پیدا فرمادے، یہ اُسی کا اختیار ہے۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا نام "جعفر" اور کنیت "ابو عبد اللہ" شہرہ آفاق لقب "صادق" رضی اللہ عنہ تھا، ان کا تذکرہ اساتذہ کے ضمن میں آرہا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام اوّلین مصادر میں تو دستیاب نہیں ہو سکا، البتہ خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے "فصل الخطاب"، شہزادہ داراشکوہ قادری رحمۃ اللہ علیہ نے "سفینۃ الاولیاء" اور شیخ شبلنجی رحمۃ اللہ علیہ نے "نورالابصار" میں "حمیدہ" رضی اللہ عنہا ذکر کیا ہے، جبکہ تعلق "بربری" قوم سے بتایا گیا ہے، یہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی باندی تھی جن سے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ باندی تھی صرف اتنا ذکر امام ذہبی، امام خطیب بغدادی اور دیگر اجلہ ائمہ رحمۃ اللہ علیہم نے بھی تحریر کیا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کے بارے میں اہل سنت کے مصادر میں کوئی تفصیل درج نہیں ہے، لیکن اتنا ضرور معلوم ہے کہ حریم جعفری میں رہنے والی اس عزت مآب خاتون کا تقدس واحترام نیز زُہد و تقویٰ یقیناً اپنے زمانے کے فائق لوگوں میں شمار ہوتا ہو گا۔ آپ کے خاندان کے بارے میں اس شعر پر اکتفاء بہت لائق وشایاں ہے، چنانچہ امام احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تیری نسل پاک میں ہے ، بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور ، تیرا سب گھرانہ نور کا

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے مشائخ واَساتذہ

(1) ابو عبد الله جعفر الصادق بن محمد الباقر، الهاشمي .[36]

(سیّد الاولیاء ، حبر الأمة ، امام الائمة)

آپ رضی اللہ عنہ اپنے وقت میں بنوہاشم کے سردار و امام تھے، آپ کی والدہ ماجدہ اُمّ فروۃ رضی اللہ عنہا بنت قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم ہیں، اور اُن کی یعنی اُمّ فروۃ کی والدہ اَسماء رضی اللہ عنہا بنت عبد الرحمن بن ابو بکر صدیق ہیں رضی اللہ عنہم، (یعنی اُمّ فروہ رضی اللہ عنہا کے والد اور والدہ دونوں ہی صدیقی ہیں)، اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے دو مرتبہ پیدا کیا ہے۔ (چنانچہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ والد کی طرف سے علوی حسینی، جبکہ والدہ کی طرف سے صدیقی ہیں)۔

آپ اسّی ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے، بعض صحابہ کرام مثلاً حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

---

36 الجرح والتعديل ، للابن أبي حاتم ، دائرة المعارف العثمانية الهند ، ٨/ ١٣٩. و تاريخ الاسلام ، للذهبي ، دار الكتاب العربي ، ١٢/ ٤١٧ ، الترجمة ٣٧٢ . و تهذيب التهذيب ، للعسقلاني ، دائرة المعارف النظامية بحيدرآباد الهند، ١٠/ ٣٣٩ . و تهذيب الكمال ، للمزي ، مؤسسة الرسالة بيروت ، ٢٩/ ٤٣ ، الترجمة ٦٢٤٧ .

آپ اپنے والد سیدنا ابو جعفر محمد باقر، عبید اللہ بن ابو رافع، عروہ بن زبیر، عطا بن ابی رباح، محمد بن منکدر، زہری، مسلم بن ابو مریم اور اپنے نانا قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہم سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ آپ کی زیادہ تر روایات والد گرامی محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کرنے والوں میں فرزند جلیل موسیٰ کاظم، یحییٰ بن سعید انصاری، ابو حنیفہ نعمان بن ثابت[37]، سفیان ثوری، شعبہ، سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر کثیر محدثین و فقہائے کرام شامل ہیں۔

37 امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا شمار سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اَجلہ تلامذہ میں ہوتا ہے، امام اعظم رضی اللہ عنہ کی اُن سے عقیدت و احترام کے بہت سے واقعات آپ کی سیرت پر لکھی گئی کتب میں منقول ہیں۔ شیخ ابن تیمیہ اور دیگر چند حضرات نے اگرچہ آپ کی شاگردی کا انکار کیا لیکن درست یہی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے استفادہ کیا اور اسی طرح امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے بھی مستفید ہوئے۔ لہٰذا امام اعظم رضی اللہ عنہ کی سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے وقت قیاس والی جو گفتگو مروی ہے وہ درست ہے، لیکن اس کا مطلب ہرگز وہ نہیں جو بعض شیعہ حضرات نے نکالا ہے۔ بلکہ وہ اُستاد و شاگرد کا مکالمہ اور تعلیم و تعلم کا ایک انداز تھا، جسے لوگوں نے رنگ چڑھا کر پیش کیا، لہٰذا اس واقعے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو لاجواب کرنے گئے اور خود شرمندہ ہو گئے، یہ انتہائی غیر مہذب سوچ ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ تو خود امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مداح اور ان کی شاگردی پر نازاں رہے، تو حقیقت میں فقہ حنفی دراصل امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فیضان ہے۔ لہٰذا صحیح معنوں میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ماننے والے اُن کے لائق تلمیذ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہرگز زبان طعن دراز نہیں کریں گے۔ اسی طرح امام اعظم رضی اللہ عنہ کی ایک ملاقات اور مکالمہ کو امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے بھی منسوب کیا جاتا ہے، اور اس میں بھی یہی بات ذکر کی جاتی ہے، جو من گھڑت ہے، نیز یہ واقعہ کسی مستند ماخذ سے ثابت نہیں۔ واللہ اعلم

شیخ یحییٰ قطان رحمۃ اللہ علیہ نے حج کے بارے میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث املاء کرانے کے بعد کہا:

مجھے ان کے بارے میں کچھ توقف ہے، البتہ مجھے مجالد[38] ان سے زیادہ محبوب ہے۔

اس پر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے برجستہ گرفت کرتے ہوئے لکھا:

میں کہتا ہوں: یہ یحییٰ قطان کی لغزشات میں سے ہے، کیونکہ اکابر محدثین کی جماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ مجالد سے زیادہ ثقہ ہیں، لہٰذا اس بارے میں یحییٰ قطان کی بات نہیں سنی جائے گی۔

شیخ اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

ایک مناظرے کے دوران میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا: وہ آپ کے نزدیک کیسے ہیں؟

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ثقہ" ہیں۔

---

38 یہ ابو عمرو مجالد بن سعید بن عمیر بسطامی کوفی ہمدانی ہے، ان کے بیٹے اسماعیل بن مجالد بھی مشہور راوی ہیں، یہ امام شعبی، قیس بن ابو حازم وغیرہ سے روایت کرتے ہیں، یہ اگرچہ دور صحابہ میں پیدا ہوئے، لیکن اُن سے روایت نہیں کر سکے، اسی لیے صغار تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ عبد الرحمن بن مہدی، ابو حاتم، احمد بن حنبل، دار قطنی نے انہیں ضعیف شمار کیا ہے، البتہ امام نسائی نے انہیں ثقہ لکھا ہے۔ ۱۴۴ھ میں وصال فرمایا۔ (سیر اعلام النبلاء، ج۶، ص ۲۸۴)۔

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو "ثقہ، مامون" لکھا ہے۔

شیخ ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے امام ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا:

جب آپ سے جعفر بن محمد کی اپنے والد سے، سہیل کی اپنے والد سے اور علاء کی اپنے والد رحمۃ اللہ علیہم سے روایات کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا:

جعفر رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے ساتھ جمع نہ کرو (کہ وہ اِن سے بلند و بزرگ ہیں)۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیّدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نہایت جامع کلمات توثیق ذکر کیے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

جعفر "ثقہ، صدوق" ہیں، اور مقام ثبت میں شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کی مثل ہیں، نیز سہیل رحمۃ اللہ علیہ اور ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ ثقہ ہیں، بلکہ میرے نزدیک آپ رضی اللہ عنہ ابن ابی ذئب رحمۃ اللہ علیہ [39] کے مرتبے میں ہیں، آپ کی زیادہ تر روایات والد گرامی محمد باقر رضی اللہ عنہ سے بطریق ارسال ہیں۔

---

39 یہ ابو حارث محمد بن عبدالرحمن بن مغیرہ قرشی عامری، المعروف ابن ابی ذئب ہے، آپ کے اساتذہ میں عکرمہ، شرحبیل بن سعد، ابن شہاب زہری، شعبہ اور دیگر اکابر تابعین رحمہم اللہ شامل ہیں، آپ کے تلامذہ میں امام عبد اللہ بن مبارک، یحییٰ بن سعید قطان، وکیع، واقدی رحمہم اللہ اور دیگر محدثین شامل ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک یہ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے مشابہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے افضل ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مجھے کسی کے بھی وصال کر جانے کا اتنا افسوس نہیں، جتنا لیث بن سعد اور ابن ابی ذئب کے وصال پر ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ۱۵۸ھ میں انتقال فرمایا۔ (سیر اعلام النبلاء، ج ۶، ص ۱۳۹)

شیخ عمرو بن ابی مقدام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

اگر تو جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لیتا، تو جانتا کہ وہ انبیاء کی نسل سے ہیں، میں نے انہیں (حج کے دوران) جمرہ کے مقام پر کھڑے ہو کر کہتے ہوئے سنا: مجھ سے سوال کر لو، مجھ سے پوچھ لو (یہ جد امجد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فیض تھا، کیونکہ انہوں نے بھی بر سر منبر فرمایا: مجھ سے جو چاہے سوال کر لو)۔

صالح بن اسود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا:

میری وفات سے پہلے مجھ سے پوچھ لو، بیشک میرے بعد تمہیں مجھ جیسی احادیث سنانے والا نہیں ملے گا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ و سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:

تم مجھ سے اُن شخصیات کے بارے میں سوال کرتے ہو، جنہوں نے جنت کا پھل کھایا ہے۔

قیس بن عمرو ملائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے جعفر بن محمد کو کہتے ہوئے سنا:

جس نے ابو بکر و عمر پر تبراء کیا (برا کہا، یا گالی دی) تو اللہ عزوجل اُس شخص سے بری ہے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے یہ قول تواتر کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

نیز آپ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ایک مرتبہ خلیفہ ابو جعفر منصور پر مکھی بیٹھ گئی، اُس نے ہٹانے کی کوشش کی تو عاجز آگیا اور جناب جعفر صادق سے پوچھا: اللہ تعالیٰ عزوجل نے مکھی کو کیوں پیدا کیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے برجستہ ارشاد فرمایا: تاکہ جابروں کو اس کے ذریعے ذلیل کرے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی بہت سی اولاد ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹوں میں سے اسماعیل بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے والد گرامی کی حیات میں ہی سن ۱۳۸ھ میں وصال کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سن ۱۴۸ھ میں وصال فرمایا، بوقت وصال عمر مبارک ۶۸ سال تھی۔ [40]

(2) عبدالملك بن قدامة بن ابراهيم، الجمحي، القرشي. [41]

آپ کا نسب یوں ہے: عبد الملک بن قدامہ بن ابراہیم بن محمد بن حاطب قرشی مدنی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد اور خاندان والے بھی روایت حدیث میں ممتاز مقام کے حامل ہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی صالح بن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ ثقہ راویوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔

---

40 سير اعلام النبلاء، للذهبي، مؤسسة الرسالة بيروت، الطبعة الثانية، الطبقة الخامسة من التابعين، ٦/ ٢٥٥-٢٧٠، الترجمة ١١٧. ملخصاً

41 تهذيب التهذيب، للعسقلاني، ١٠/ ٣٣٩. و تاريخ الاسلام، للذهبي، ١٢/ ٤١٧، الترجمة ٣٧٢. و تهذيب الكمال، للمزي، ٢٩/ ٤٣، الترجمة ٦٢٤٧.

امام مزی رحمۃ اللہ علیہ "تہذیب الکمال" میں لکھتے ہیں:

انہوں نے قاسم بن محمد بن ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ اور سالم بن عبد اللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی ہے۔ یہ اسحاق بن بکر بن ابو الفرات مدنی، سعید بن ابو سعید مقبری، عبد اللہ بن دینار، عبد اللہ بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن کعب بن مالک، عبد الرحمن بن دینار، عمر بن حسین مکی، عمر بن عبد العزیز، عمرو بن شعیب، قدامہ بن موسیٰ جمحی اور اپنے والد قدامہ بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہم سے روایت کرتے ہیں۔

پھر آپ سے روایت کرنے والوں میں اسحاق بن ابراہیم حنینی، اسماعیل بن ابی اویس، بشر بن عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیز، زیاد بن یونس حضرمی، زید بن حباب، سلیمان بن بلال، عبد اللہ بن نافع صائغ، عبد الرحمن بن مقاتل قعنبی، محمد بن حسن بن زبالہ، موسیٰ بن اسماعیل، نضر بن شمیل اور یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں۔

شیخ ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا:

> شیخ عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ ان کی تعریف کیا کرتے تھے، البتہ انکی مرویات میں نکارت ہے۔ عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان سے روایات بیان کرتے تھے۔ [42]

42 تہذیب الکمال، للمزي، ١٨/ ٣٨٠، الترجمة ٣٥٥٠. ملخصاً

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ ابن معین" میں، امام ابوالحسن احمد عجلی کوفی رحمۃ اللہ علیہ نے "معرفۃ الثقات" میں اور امام ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ اسماء الثقات" میں "ثقہ" جبکہ امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے "الجرح والتعدیل" میں "لیس بالقوی، ضعیف الحدیث" اورامام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے "الضعفاء والمتروکون" میں "لیس بالقوی" شمار کیا ہے۔ امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے "طبقات کبری" میں، امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے "معجم الصحابہ" میں اور امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "الاصابہ" میں یزید بن ہارون اورابن اسماعیل بن ابی اُویس کے طریق سے آپ سے روایات نقل کی ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی "تاریخ اوسط" میں ایک سو ساٹھ کی دہائی میں وصال کرنے والوں میں ذکر موجود ہے، اسکے مطابق ۱۶۰ھ کے قریب وصال ہوا۔[43]

(3) ابو عبد الله مالك بن انس ، المدني .[44]

(عالم المدينة ، المحدث الكبير ، امام الائمة)

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ اورامام الحدیث مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ و مقام ایک ہی ہے، امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور عرصہ دراز تک وہیں قیام فرمارہے، اسی شہر مقدس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مسند حدیث مشہوراور طالبان علم کے لیے کشش کا سامان تھی، چنانچہ ایسے جلیل القدر امام سے اکتساب فیض کرنا سعادت

---

43. التاريخ الاوسط ، للامام البخاري ، ٢/ ١٣٧ .

44. تزيين الممالك بمناقب الامام مالك ، للسيوطي ، الصفحة ٧٩ .

وخوش بختی کی علامت تھی، اسی لیے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے اپنے نانا جان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو امام مالک رضی اللہ عنہ سے اخذ کیا۔ اس بات کا تذکرہ ہمیں جرح وتعدیل کے ذخائر میں تو بہت تلاش کے بعد نہیں مل سکا لیکن وہی تلاش ہمیں ایسی مرجع تک لے گئی جس میں بصراحت مذکور تھا کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سماع وروایت کی ہے۔

چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "تزیین الممالک بمناقب الامام مالک" کے باب "فیمن اخذ عن مالک من التابعین" میں امام ابو الحسن بن فہر رحمۃ اللہ علیہ کی "فضائل مالک" سے نقل کرتے ہوئے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور امام موسیٰ بن جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ کو آپ کے شاگردوں میں ذکر کیا ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو امام مالک کے شاگردوں میں ذکر کرنا شاید سہو کی بنا پر نقل ہوگیا، کیونکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ شاگرد نہیں، بلکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ ہیں، چنانچہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "سیر اعلام النبلاء" کے ترجمہ "جعفر بن محمد صادق" میں تصریح کی ہے:

> امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بنو عباس کی حکومت ظاہر ہونے تک جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت نہیں کی، نیز اس زمانے سے قبل مالک رحمۃ اللہ علیہ آپ سے مروی احادیث کو کسی دوسری جانب منسوب کرکے ذکر کرتے تھے۔۔۔الخ

یعنی بطریق ارسال، یا وہی حدیث کسی اور سے بھی سنی ہوتی اور آپ سے بھی، تو بنو اُمیہ کی حکومت کے زمانے میں آپ دوسرے شیخ کا ذکر کرتے تھے، لیکن جب بنو عباس کی حکومت آئی تو آپ کے نام کی صراحت کے ساتھ بیان فرماتے تھے، چنانچہ اب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی کئی روایات کتب حدیث میں موجود ہیں جن میں واضح طور پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہ سے احادیث بیان کیں ہیں۔

تو درست یہی ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بجائے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔ اس بات کو اگرچہ متقدمین ائمہ نے ذکر نہیں کیا، لیکن اس سے فرق نہیں پڑتا، کیونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سماع وروایت کرنے کے تمام تر قرائن کامل طور پر موجود ہیں جن میں معاصرت، اتحاد مکان اور لقاء یقینی طور پر کتب متقدمہ میں ثابت شدہ ہیں، صرف صراحت کا نہ پایا جانا سماع کے لیے مانع نہیں۔

امام واحدی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے "تفسیر وسیط" میں ایک روایت بطریق موسیٰ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ از امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ ذکر کی ہے، جس سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ ہیں، جیسا کہ تفسیر مذکور کے محققین کی جماعت نے بھی حاشیہ میں اسی کی تصریح کی ہے۔

لیکن ایک خلجان یہ پیدا ہوتا ہے کہ راوی "محمد بن اسماعیل علوی" ہے، جبکہ محققین نے حاشیہ میں جس کی تفصیلات امام سمعانی رحمۃ اللہ علیہ کی "الانساب" سے نقل کی

ہے، وہ "محمد بن اسماعیل جعفری " ہے، خود امام سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں "جعفریوں" کے عنوان میں بایں طور ذکر کیا ہے:

محمد بن اسماعيل بن جعفر بن ابراهيم بن محمد ابن علي بن عبد الله بن جعفر بن ابي طالب الجعفري .[45]

اب متن اور حاشیہ میں تضاد ہے، کیونکہ بیک وقت اس راوی کا علوی اور جعفری ہونا ممکن نہیں، محققین کو اس مقام پر اشتباہ واقع ہوا کہ انہوں نے مشہور محمد بن اسماعیل جعفری کے تذکرہ کو محمد بن اسماعیل علوی کے ساتھ ملحق کر دیا، یہ محمد بن اسماعیل بن جعفر جعفری اپنے چچا موسی بن جعفر سے روایت کرتے ہیں، لیکن وہ امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ نہیں، بلکہ موسی بن جعفر بن ابراہیم ہیں، جیسا کہ ایک معروف حدیث جسے بہت سے محدثین نے نقل کیا ہے، اسی کی ایک سند "تاریخ دمشق" میں امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کی ہے:

محمد بن إسماعيل بن جعفر بن إبراهيم بن محمد بن علي بن عبد الله بن جعفر بن أبي طالب ، نا عمي موسى بن جعفر ، عن أبيه جعفر بن إبراهيم قال : قال عبد الله بن جعفر : سمعت من رسول الله - صلى الله عليه وسلم - كلمة ما احب ان لي بها حمر النعم ، سمعت رسول الله - صلى الله عليه

---

45 كتاب الانساب ، للسمعاني ، ٣/ ٢٦٧ .

وسلم - يقول : جعفر أشبه خلقي وخلقي وأما انت يا عبد الله فأشبه خلق الله بأبيك .

راوی نے اس سند میں وضاحت کے ساتھ اپنے چچا موسیٰ بن جعفر اور پھر ان کے والد جعفر بن ابراہیم کو ذکر کیا گیا ہے، اگر یہ موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ ہوتے تو پھر جعفر بن محمد باقر رضی اللہ عنہ ذکر کیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ محمد بن اسماعیل جعفری سے مروی احادیث جو طبرانی، تاریخ دمشق اور دیگر بہت سی کتابوں میں موجود ہیں، ان میں سے اکثر امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے طریق سے نہیں ہیں۔

لیکن تفسیر وسیط کے متن میں بطور خاص "العلوی" کی نسبت اس جانب اشارہ کر رہی ہے کہ یہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے بھتیجے اور اسماعیل بن جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ محمد بن اسماعیل علوی کی نسبت ہمیں معلومات فراہم نہیں ہو سکیں کہ یہ کب اور کہاں پیدا ہوئے اور ان کے شیوخ و تلامذہ کون ہیں؟ بہر حال ہم نے دونوں احتمالات کو مد نظر رکھتے ہوئے کلام کیا ہے۔ واللہ اعلم

تفسیر وسیط کی حدیث کو ہم نے باب احادیث میں شامل کر دیا ہے، چنانچہ اس روایت میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر موجود ہے، جس سے واضح طور پر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے۔ ہمیں ابھی تک صرف ایک ہی روایت مل سکی، عین ممکن ہے کہ مزید کتب کی ورق گردانی اس میں اضافہ کا باعث بن جائے۔

(4) عبدالله بن دينار ، المدني ، التابعي ، مولى ابن عمر.[46]

آپ رحمۃ اللہ علیہ تابعین کی مبارک جماعت سے تعلق رکھتے ہیں ،کنیت ابو عبد الرحمن اور نام عبد اللہ ، جبکہ عدوی ، مدنی اور تابعی نسبت کے حامل تھے ۔ صحابی رسول انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ان سے حدیث روایت کرتے ہیں ،امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "تہذیب التہذیب" میں اور امام عجلی کوفی رحمۃ اللہ علیہ نے "معرفۃ الثقات" میں آپ کو تابعین میں شمار کیا۔ محدثین کرام کی اکثریت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو "ثقہ" لکھا ہے۔ امام مزی رحمۃ اللہ علیہ "تہذیب الکمال" میں لکھتے ہیں:

> آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ،خالد بن خلاد بن سائب ، ذکوان ابو صالح سمان، سلیمان بن یسار ، صالح بن محمد بن زائدہ لیثی ، محمد بن اسامہ بن زید اور نافع مولی ابن عمر رحمۃ اللہ علیہم سے احادیث روایت کرتے ہیں۔ اور پھر آپ سے روایت کرنے والوں میں ابراہیم بن عبد اللہ جمحی ، اسماعیل بن جعفر مدنی ،عبد اللہ بن جعفر مدنی ،سفیان ثوری ، سفیان بن عیینہ ، شعبہ بن حجاج ، لیث بن سعد ، مالک بن انس ، موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہم جیسے جلیل القدر ائمہ شامل ہیں۔

---

46 تهذيب الكمال ، للمزي ، ٢٩/ ٤٣ ، الترجمة ٦٢٤٧ . و تهذيب التهذيب ، للعسقلاني ، ١٠/ ٣٣٩ .

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو "مستقیم الحدیث" جبکہ اسحاق بن منصور نے یحیٰی بن معین کے حوالے سے، نیز ابوزرعہ، ابو حاتم، محمد بن سعد اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہم نے آپ کو "ثقہ" شمار کیا ہے۔ اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو "کثیر الحدیث" بھی ذکر کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۲۷ھ میں ہوئی۔ [47]

عبد اللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ اور امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ روایت حدیث پر امام مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ کا اعتراض

امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ کے مشائخ میں حضرت عبد اللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ملتا ہے، چنانچہ اس نام سے دو افراد معروف ہیں، ان میں سے ایک ثقہ وصدوق اور جلیل القدر ائمہ کرام کے استاد ہیں، جبکہ دوسرے اکثر ائمہ کے نزدیک ضعیف شمار کیے گئے ہیں۔ امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ کے شیخ کا تفصیلی ذکر ما قبل گزر چکا ہے، جبکہ دوسرے ابو محمد عبد اللہ بن دینار بہرانی حمصی اسدی ہیں، ان پر جرح وتعدیل کے ائمہ نے کلام کیا ہے، اکثر کے نزدیک یہ ضعیف ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا تذکرہ "تہذیب التہذیب" میں کیا ہے۔ [48]

---

47. تهذيب الكمال، للمزي، ١٤/ ٤٧١، الترجمة ٣٢٥١.

48. تهذيب التهذيب، للعسقلاني ٢٠/ ٣٢٨.

ابو عبدالرحمن عبد اللہ بن دینار مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال باتفاق علمائے کرام ۱۲۷ھ میں ہوا، جبکہ امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ کی پیدائش اصح قول کے مطابق ۱۲۸ھ میں اورانتہائی شاذ قول کے مطابق ۱۲۴ھ میں ہوئی، دونوں صورتوں میں امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ کی عمر اتنی نہیں بنتی کہ وہ حضرت عبد اللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے روایات لیتے۔

امام علاء الدین مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی اعتراض اپنی کتاب میں ذکر کیا:

جب موسی کاظم رضی اللہ عنہ کی پیدائش نہیں ہوئی، اُس سے قبل ہی عبد اللہ بن دینار رضی اللہ عنہ انتقال کر گئے تھے تو اَخذ واستفادکیسے ہوا؟ [49]

اسی سے مشابہ کلام شیخ ابن تغری بردی رحمۃ اللہ علیہ نے ”النجوم الزاہرۃ“ میں بھی لکھاہے۔اس بات میں واقعی صداقت ہے کہ امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ کی پیدائش سے ایک سال قبل ہی عبد اللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ وصال فرماگئے، لیکن یہاں اس بات کو مد نظر رکھنا بھی ضروری کہ جرح وتعدیل کے امام عبد الرحمن ابن ابی حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ، پھر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اورامام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سمیت دیگر بہت سے محققین انہیں امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ کے مشائخ کی فہرست میں بلاکسی تردّد کے ذکر فرمارہے ہیں، اس کی کوئی وجہ ضرور ہوگی، کیونکہ اتنے مشہور امام کی سن وفات اور امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ کے سال پیدائش کی مطابقت سے ایسے ائمہ کرام کا صرف نظر کرجانا عمومی حالات کے خلاف ہے۔

---

49 اکمال تہذیب الکمال، للمغلطائي الحنفي، ۱۲/ ۱۳.

بہر حال امام مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ نکتہ اپنی جگہ بالکل درست ہے، لیکن ائمہ کا مشائخ کی فہرست میں پے در پے ذکر کرنا ایسا امر تھا جس کی وضاحت ضروری تھی، چنانچہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة" میں مذکور ہے کہ موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ عبد اللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے ارسال[50] کرتے ہوئے احادیث روایت کرتے تھے۔[51] امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان کو دیکھنے کے بعد امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نظر آیا، انہوں نے تہذیب التہذیب میں "مرسل" کے بجائے "منقطع"[52] ذکر کیا ہے۔[53]

---

50 لغوی اعتبار سے ارسال کا اسم مفعول مرسل آتا ہے اور اسی وجہ سے حدیث مرسل کی اصطلاح عام طور پر استعمال کی جاتی ہے، محدثین کرام کے نزدیک حدیث مرسل اسے کہتے ہیں جس میں تابعی کے بعد والے راوی یعنی صحابی کو حذف کر دیا گیا ہو اور تابعی حدیث کی روایت میں اپنے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرے، اس کی ایک مثال صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ حضرت سعید بن مسیب تابعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ (تازہ کھجوروں کو چھوہاروں کے بدلے بیچنے) سے منع فرمایا۔ مذکورہ تعریف محدثین کے نزدیک ہے جبکہ اُصولیین مطلق انقطاع کو بھی مرسل پر محمول کرتے ہیں، خواہ وہ انقطاع سند کے کسی بھی مقام سے ہو۔

51 الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة، للذهبي، ٢/ ٣٠٣، الرقم ٥٦٨٨.

52 منقطع دراصل انقطاع سے ماخوذ ہے، اور اصطلاح حدیث میں منقطع وہ حدیث ہوتی ہے جس میں کسی وجہ سے سند میں عدم اتصال ہو اور اس کا اکثر اطلاق اس حدیث پر ہوتا ہے جس میں تابعی سے نیچے درجے کا کوئی شخص صحابی سے روایت کرے، مثلاً امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو تو اسے منقطع کہا جائے گا۔ انقطاع کو عام رکھنے سے مرسل، معلق اور معضل بھی اس تعریف کے ضمن میں شامل ہو جاتے ہیں۔

53 تهذيب التهذيب، للعسقلاني، ١٠/ ٣٤٠.

لیکن ان دونوں میں تطبیق ممکن ہے کیونکہ علوم حدیث کی کچھ اصطلاحات متقدمین علمائے حدیث کے نزدیک مخصوص تناظر میں استعمال ہوتی تھیں، مگر بعد کے محققین نے انہیں وسیع معنوں میں استعمال کرنے کی طرح ڈالی، اور یہ معاملہ صرف محدثین کا ہی نہیں، بلکہ فقہاء اور علمائے اُصول کے یہاں بھی ایسا ہے، چنانچہ علم حدیث سے شغف رکھنے والے جانتے ہیں کہ مرسل و منقطع متقدمین کے یہاں خاص تناظر میں مستعمل اصطلاحات تھیں، لیکن بعد کے محققین نے وسیع تناظر میں پرکھتے ہوئے اُصول وضع کیے، جس سے منقطع کبھی معلق، مرسل اور معضل کو بھی شامل ہوتی ہے، ان میں امتیاز کرنے کیلئے اضافی قیود ہیں جن سے ان میں باہمی فرق واضح ہوتا ہے، بہر کیف دونوں ائمہ کرام کے اقوال اپنی مخصوص جہت کے لحاظ سے درست ہے۔

نیز عبد اللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے اگرچہ براہ راست امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا سماع نہیں، لیکن آپ کے بڑے بھائی اسماعیل بن جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا سماع حضرت عبد اللہ بن دینار رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، اسی طرح آپ کے دوسرے شیخ عبد الملک بن قدامہ جمحی رحمۃ اللہ علیہ کا سماع بھی عبد اللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے مشہور وثابت ہے، پس انہی حضرات سے آپ رضی اللہ عنہ احادیث کو روایت کرتے ہوں گے، راقم کے نزدیک عبد اللہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ اور عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ میں سے کوئی ایک فرد درمیان کا واسطہ ہوگا، کیونکہ اسماعیل بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ کا وصال اس وقت ہوا جب امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی عمر قریباً دس سال کی تھی۔

شیخ عقیلی صاحب "اَلضُّعَفَاء" کا غیر منصفانہ رویہ

شیخ ابو جعفر عقیلی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے "الضعفاء الکبیر" کے نام سے کتاب تصنیف کی جس میں ضعیف راویوں کے حوالے سے ۲۱۰۱ راویوں پر کلام کیا، اسی کتاب میں انہوں نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر کیا جو اُن کی لغزش کا نتیجہ ہے، چنانچہ انہوں نے اُمت محمدیہ کے جلیل القدر امام، عابد اور مرجع اَنام شخصیت کے بارے میں ضعیف ہونا تو اپنی جگہ رہا، اُسلوب کلام کو جس انداز میں ترتیب دیا، اُس پر حیرت وافسوس ہوتا ہے، حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ان کے علاوہ جس بھی امام جرح وتعدیل نے درج کیا تو نہایت دیانت واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیا، مثلاً امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کو ہی دیکھ لیں کہ انہوں نے حقائق کی بنیاد پر امام کی مرویات حدیث میں قلت کا ذکر ضرور درج کیا، لیکن ساتھ ہی دوسری حقیقت کو بھی واضح کر دیا ہے کہ اُن سے کثرت روایت نہ ہونے کی وجہ عمر کی قلت اور مواقع کا میسر نہ ہونا تھا۔ ایک جانب تو انہوں نے صورت حال کو دیانت کے ساتھ واضح کیا اور دوسری جانب پس منظر سے بھی آگاہ کیا اور ساتھ ہی اُسلوب میں احترام کو ملحوظ رکھا، لیکن شیخ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ سے اس مقام پر شدید لغزش صادر ہوگئی کہ انہوں نے نہ تو ائمہ جرح وتعدیل کے کلام کو اس باب میں مدنظر رکھا اور نہ ہی خود زیادہ تحقیق فرمائی جس کی وجہ سے ایسی سبقت قلمی رونما ہوئی۔ بہر حال شیخ عقیلی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے یک سطری تعارف کی زحمت گوارا کرتے ہوئے یوں کلام فرمایا:

موسي بن جعفر بن محمد بن علي بن حسين : عن أبيه ، حديثه غير محفوظ و الحمل فيه على أبي الصلت الهروي.[54]

شیخ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی غیر محققانہ روش پر ائمہ کرام نے بھرپور گرفت کی جس سے اُن کی علمی دیانت عیاں ہوتی ہے۔ چنانچہ امام الائمہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے گرفت کی، "میزان الاعتدال" میں لکھتے ہیں:

وانما أوردته لأن العقيلي ذكره في كتابه وقال : حديثه غير محفوظ يعني في الايمان . قال : الحمل فيه على أبي الصلت الهروي . قلت : فإذا كان الحمل فيه على أبي الصلت فما ذنب موسى تذكروه؟[55]

ترجمہ: میں نے آپ کا ذکر کتاب ہذا میں اس وجہ سے کیا، کیونکہ عقیلی نے اپنی کتاب میں ان کے بارے میں لکھا تھا: ایمان کے متعلق ان کی حدیث غیر محفوظ ہے اور اس میں قصور ابو الصلت ہروی کا ہے۔ پس میں کہتا ہوں: جب قصور ابو الصلت ہروی کا تھا تو موسیٰ (کاظم) کا تذکرہ (اپنی کتاب میں عنوان بنا کر ذکر) کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

---

54 الضعفاء الكبير ، للشيخ ابن حماد العقيلي ، ٤/ ١٥٦، الرقم ١٧٢٦.

55 ميزان الاعتدال ، للذهبي ، ٤/ ٢٠١ ، الرقم ٨٨٥٥ .

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں اُصولی نکتہ پیش کیا کہ اگر شیخ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ابو الصلت ہروی رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے حدیث کی سند میں سقم واقع ہوا ہے تو پھر انہی کا نام عنوان میں لکھ کر کلام کیا جاتا، لیکن شیخ عقیلی نے ان کا عنوان ذکر کرنے کے بجائے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا عنوان لکھ دیا، حالانکہ ان پر نقد و جرح کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں تھی، اگر ہوتی تو ضرور پیش کرتے۔

شیخ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کی روش سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی استاد کا شاگرد یا اس سے روایت کرنے والا ضعیف ہو تو اس کا استاد بھی ضعیف ہو جاتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے اور نہ ہی محدثین کرام کے یہاں ایسا کوئی اُصول وضع کیا گیا ہے، کیونکہ اگر بالفرض ایسا مان لیا جائے تو پھر امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ ہی کیا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ اور ائمہ صحاح ستہ سمیت بہت سے جلیل القدر ائمہ کو بھی ضعیف شمار کرنا پڑے گا کہ ان کے شاگردین تو ایک طرف کچھ اساتذہ بھی ایسے گزرے ہیں جنہیں محدثین نے باتفاق ضعیف تسلیم کیا ہے۔ یہ تو شیخ عقیلی کی عبارت سے مترشح ہونے والا اُصول تھا، لیکن محدثین کرام کے یہاں اُصول وہی ہے جو حقیقت پر مبنی اور قرآنی آیات کے مصداق ہے کہ کوئی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی، پس جس راوی میں عیب ہوگا وہی ذمہ دار بھی۔

اور شیخ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام میں ابو الصلت ہروی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے جس روایت کو پیش کیا ہے، ہمیں اس کے دلیل ہونے پر بھی اعتراض ہے، کیونکہ اس میں امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت ایک واسطے سے ہے، پہلے عبارت ملاحظہ فرمائیں:

حدّثناه علي بن عبدالعزيز ، حدّثنا عبدالسلام بن صالح ، حدّثني علي بن موسى بن جعفر بن محمد بن علي بن حسين بن علي بن أبي طالب ، قال حدّثني أبي (موسى الكاظم) ، عن جعفر بن محمد ، عن أبيه ، عن علي بن حسين ، عن أبيه علي رضي الله عنه ، قال : قال رسول الله صلى الله عليه وآله: الايمان معرفة بالقلب وإقرار باللسان وعمل بالأركان . ولا يتابع عليه إلاّ من جهة تقاربه .[56]

ہم نے خط کشیدہ عبارات کے ذریعے سند کے سلسلے میں راویوں کا امتیاز واضح کر دیا ہے تاکہ عام قاری بھی بآسانی جان لے کہ کس شخص نے کس سے روایت کی ہے ، پس سب سے پہلے علی بن عبد العزیز نے روایت کی ہے عبد السلام بن صالح سے ، اور یہ ابوالصلت ہروی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، پھر انہوں نے حضرت امام علی بن موسی سے روایت کی ہے اور یہ امام علی الرضا رضی اللہ عنہ ہیں ، پھر امام علی الرضا رضی اللہ عنہ نے اپنے والد امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔۔۔الخ

---

56 الضعفاء الكبير ، للشيخ ابن حماد العقيلي ، ٤/ ١٥٦، الرقم ١٧٢٦.

اس سند پر غور فرمائیں تو شیخ عقیلی کی دلیل کس قدر کمزور اور بے بنیاد دکھائی دیتی ہے، کہ ابوالصلت نے اس حدیث کو براہِ راست امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہی نہیں کیا، بلکہ وہ آپ کے بیٹے امام علی الرضا رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہے ہیں، پھر امام علی الرضا رضی اللہ عنہ اپنے باباجان موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے۔ تو معلوم ہوا کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ اور ابوالصلت ہروی کے درمیان ایک شخصیت کا فاصلہ موجود ہے، لیکن شیخ عقیلی نے خدا جانے کیوں اس فاصلے کو نظر انداز کرتے ہوئے حکم سیدھا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ پر لگا دیا۔ نعوذ باللہ

شیخ ابوالصلت عبد السلام بن صالح ہروی رحمۃ اللہ علیہ جن کا ذکر شیخ عقیلی نے کیا ہے وہ بھی نامکمل اور بلا تحقیق کیا ہے، یہ شیخ ابوالصلت ہروی رحمۃ اللہ علیہ سنن ابن ماجہ کے رجال اور جلیل القدر محدثین کے شاگرد ہیں، پھر ان سے اجلہ ائمہ حدیث نے اخذ علم کیا ہے، ان کے اساتذہ میں امام مالک، حماد بن زید، شریک، عبد السلام بن حرب، امام ابن عیینہ اور امام علی الرضا رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں، جبکہ ان کے تلامذہ میں حافظ الحدیث ابوبکر بن ابی الدنیا، امام ابن ابی خیثمہ، محمد بن ضریس اور عبد اللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہم جیسی جلیل القدر شخصیات شامل ہیں۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے شیخ عالم، عابد اور زاہد لکھا ہے۔ جرح و تعدیل کے امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی توثیق فرمائی ہے، البتہ دیگر بعض ائمہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر جرح بھی کی ہے۔[57]

57_ سير أعلام النبلاء، للذهبي، ١١/ ٤٤٦-٤٤٧. ملخصاً

شیخ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ کے نقد کرنے اور ان کی علمی پایہ کے بارے میں مختصر اور جامع انداز میں امام احمد رضا خان محدث حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بھی ملاحظہ فرمائیں جس میں انہوں نے ایک طرف تو شیخ عقیلی رحمۃ اللہ علیہ پر عمار راوی کے بارے میں نقد کرنے پر کلام کرتے ہوئے گرفت کی ہے اور دوسری جانب اُن کے ایسی بلا تحقیق اور جلیل القدر شخصیات پر نقد کرنے کی عادت کا بھی تذکرہ کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

قلت : و ناهيك توثيق الائمة ، انه شيخ شعبة و السفيانين ولا عليك دندنة العقيلي ، فقد أخذ يلين ذاك الجبل الشامخ علي بن المديني الذي قال فيه البخاري : ما استصغرت نفسه إلا عنده . وقد أورد الامام موسى الكاظم في الضعفاء ، فحسبنا الله ، و لاحول ولاقوة إلا بالله .

ترجمہ: میں کہتا ہوں: تجھے یہ بات کافی ہے کہ جن ائمہ کرام نے عمار کی توثیق کی ہے وہ شیخ شعبہ اور دو سفیان (یعنی سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری) ہیں اور تو مت توجہ دے عقیلی کی بھنبھناہٹ کی طرف، وہ تو علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بلند پہاڑ کو نرم اور کمزور قرار دیتا ہے، جس کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں اپنے آپ کو چھوٹا نہیں سمجھتا مگر علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس، اور اس نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو ضعفاء

میں وارد کیا۔ پس اللہ تعالیٰ ہی ہمیں کافی ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نہ کسی کو گناہ سے بچنے کی طاقت ہے، نہ نیکی کرنے کی طاقت۔[58]

تو ایسی شخصیت جن پر نقد و جرح بہر دو موجود، اُن کے صرف ایک پہلو کو لے کر کلام کرنا اور کمزور کلام کو دلیل بنا کر انکے شیخ الشیخ کو ضعیف قرار دینا ہرگز انصاف اور علمی اُصول کے مطابق نہیں، اللہ تعالیٰ عزوجل اُن سے درگزر فرمائے۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ اور اکابرین اُمت کا خراج عقیدت

امام ابو محمد عبد الرحمن بن ابی حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں:

سئل أبي عنه ، فقال: ثقة ، صدوق ، إمام من أئمة المسلمين.[59]

ترجمہ: میرے والد سے آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے کہا: وہ ثقہ، صدوق اور مسلمانوں کے اماموں میں سے ایک امام تھے۔

امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو بہت سے ائمہ کرام نے نقل کیا ہے، مثلاً امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "سیر اعلام النبلاء" امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "تہذیب التہذیب" میں، جبکہ قدرے تغیر سے بقیہ عبارت کو امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان الاعتدال"

58 الفتاوی الرضویة ، للشیخ احمد رضا الحنفي ، ۲۵/ ۱۷۳-۱۷٤ .

59 الجرح والتعدیل ، للابن ابي حاتم الرازي ، ۸/ ۱۳۹ .

اور امام صفی الدین خزرجی رحمۃ اللہ علیہ نے "خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال" میں نقل کیا ہے، نیز امام عبد الرحمن ابن ابی حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا قول بھی یہی ہے۔

امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الاسلام" میں لکھتے ہیں:

كان صالحاً ، عالماً ، عابداً ، متألهاً .[60]

ترجمہ: آپ رضی اللہ عنہ نیک، عالم، عبادت گزار اور زاہد شخصیت تھے۔

"العبر فی خبر من غبر" میں لکھتے ہیں:

كان صالحاً ، عابداً ، جَوَّاداً ، حَليماً ، كبيرَ القدر .[61]

ترجمہ: آپ رضی اللہ عنہ نیک، عبادت گزار، سخی، بردبار اور بڑی شان والے تھے۔

"میزان الاعتدال" میں لکھتے ہیں:

كان موسى من أجوادِ الحكماء ومن العبادِ الأتقياء .[62]

ترجمہ: موسیٰ (کاظم رضی اللہ عنہ) دانشمندوں میں بہترین، اور عبادت گزار متقی تھے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

صدوقٌ ، عابدٌ ، من السابعة .[63]

---

60 تاريخ الاسلام ، للذهبي ، ١٢/ ٤١٧ ، الرقم ٣٧٢ .

61 العبر فى خبر من غبر ، للذهبي ، ١/ ٢٢٢ .

62 ميزان الاعتدال في نقد الرجال ، للذهبي ، ٤/ ٢٠٢.

63 تقريب التهذيب ، للعسقلاني ، الصفحة ٩٧٩ ، الرقم ٧٠٠٤ .

ترجمہ: آپ رضی اللہ عنہ صدوق، عابد اور ساتویں طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔

امام ابن تغری بردی اتابکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

كان سيّداً ، عالماً ، فاضلاً ، سنيًّا ، جواداً ، مُمَدَّحاً ، مُجابَ الدَّعوة.[64]

ترجمہ: آپ رضی اللہ عنہ آلِ رسول، عالم، عمدہ خوبیوں والے، سخی، ممدوحِ زمانہ اور مقبول الدعاء تھے۔

تلامذہ وشاگردین

اسماء الرجال اور جرح وتعدیل کی بہت سی کتب خوانی کے باوجود ہمیں امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے تلامذہ وشاگردین کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں مل سکیں، عام طور پر ائمہ حضرات نے صرف چند ناموں پر اکتفاء کیا ہے، بہر حال سعی وتلاش سے درج ذیل چند اسمائے گرامی مہیا ہوئے ہیں جنہیں زیب قرطاس کیا جارہا ہے، عین ممکن ہے کہ دیگر ماخذ ومصادر میں مزید تلاش وتتبع کے بعد اس نامکمل فہرست میں اضافہ ہو جائے۔ ہم ذیل میں ناموں کے ساتھ ملحق حاشیہ کے رقم میں طوالت سے بچنے کے لیے صرف اُن کتب کے اسماء ذکر کریں گے جن میں ان کی اخذ روایت اور شاگردی کا بیان ہے، مزید تفصیلات متعلقہ مقام پر درج ہے جس کا کتاب ہذا میں کئی بار تذکرہ ہو چکا، لہٰذا اہل علم اس بارے میں مراجع سے استفادہ فرمائیں۔

---

64. النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة ، للشيخ تغري بردي ، ٢/ ١٤٢ ، سنة ١٨٣ .

(1) ابو جعفر محمد الدِّيْبَاج بن جعفر الصادق ، المدني .[65]

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں، مقام و مرتبے میں اپنے بھائی کے ہم پلہ تھے، انہوں نے والد گرامی اور ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث لیں، جبکہ آپ سے روایت کرنے والوں میں محمد بن یحییٰ عدنی، یعقوب بن کاسب، ابراہیم بن منذر حزامی رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر حضرات شامل ہیں۔ آپ کے وصال کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حمام میں داخل ہوئے اور فصد لگوایا جس کی وجہ سے اچانک وصال فرما گئے، ۲۰۳ھ میں انتقال ہوا۔[66]

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ بغداد" میں ذکر کیا:

آپ نے ۲۰۳ھ، شعبان کے مہینے میں جرجان میں وصال فرمایا اور خلیفہ مامون نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔[67]

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے متعلقہ مقام پر مزید امور اور جنازے کی کچھ تفصیلات بھی تحریر کی ہیں۔ اہل علم وہاں مراجعت کریں۔ یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ اسی سال آپ کے بھتیجے اور امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے بیٹے امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کا بھی

---

65 الجرح والتعديل للرازي ، تهذيب الكمال للمزي ، تاريخ الاسلام للذهبي ، سير أعلام النبلاء للذهبي ، التذكرة للحسيني ، تهذيب التهذيب للعسقلاني .

66 سير اعلام النبلاء ، للذهبي ، ٩/ ٤٨٦ .

67 تاريخ بغداد ، للخطيب البغدادي ، ٢/ ٤٧٥ .

وصال "طوس" میں صفر یا رمضان کے مہینے میں ہوا اور اُن کی نماز جنازہ بھی خلیفہ مامون نے پڑھائی تھی۔[68]

(2) علي العريضي بن جعفر الصادق .[69]

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ "تہذیب التہذیب" میں لکھتے ہیں:

آپ والد گرامی جعفر صادق، اپنے بھائی موسیٰ کاظم، حسین بن زید بن علی بن حسین، ثوری، معتب اور ابو سعید مکی رحمۃ اللہ علیہم سے روایت کرتے ہیں، جبکہ آپ سے احادیث روایت کرنے والوں میں آپ کے بیٹے احمد، محمد، پوتے عبد اللہ بن حسن بن علی، علی بن حسن بن علی بن عمر بن علی ابن ابو طالب، زید بن علی بن حسین، اسماعیل بن محمد بن اسحاق بن جعفر، سلمہ بن شیب، نصر بن علی جہضمی رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر شامل ہیں، آپکے بھائی اسحاق بن جعفر کے پوتے نے کہا: انہوں نے ۲۱۰ھ میں وصال فرمایا۔[70]

آپ کی امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ایک حدیث تو وہی حسنین کریمین کی فضلیت والی ہے، جسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے "سنن" میں، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ

---

68. اس بارے میں راقم کی کتاب "امام علی الرضا رحمۃ اللہ علیہ" ص ۲۲۲ تا ۲۳۷، مطبوعہ زاویہ پبلی شرز، لاہور ملاحظہ کریں، اس میں وصال کی تاریخ، اسباب، نماز جنازہ اور تدفین پر تفصیلی کلام موجود ہے۔

69. الجرح والتعديل للرازي ، تهذيب الكمال للمزي ، تاريخ الاسلام للذهبي ، سير أعلام النبلاء للذهبي ، التذكرة للحسيني ، تهذيب التهذيب للعسقلاني .

70. تهذيب التهذيب ، للعسقلاني ، دائرة المعارف النظامية ، ٧/ ٢٩٣.

نے "مسند" امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ "دلائل النبوۃ" اور "سنن کبری" میں روایت کیا ہے، اُن میں سے کچھ احادیث کو کتاب ہذا میں متعلقہ مقام پر بحوالہ جمع کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ محدثین کرام نے بھی مختلف احادیث آپ کے طریق سے روایت کی ہیں۔

(3) ابو الحسن علي الرضا بن موسى الكاظم .[71]

آپ رضی اللہ عنہ کی اپنے والد گرامی سے اَخذ روایات اور اکتساب علم کو تقریباً تمام ہی ائمہ نے ذکر کیا ہے، نیز آپ رضی اللہ عنہ ہی کی سند سے حدیث "سنن ابن ماجہ" میں مذکور ہے، ہم نے آپ کی سیرت وحیات پر مفصل کتاب "امام علی الرضا" لکھی، جو مطبوع ہے، تفصیلات اس میں ملاحظہ کریں۔

(4) اسماعيل بن موسى الكاظم .[72]

آپ کی اپنے والد گرامی سے روایات کی سند کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "دلائل النبوۃ" اور "سنن کبری"، امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ "التمہید شرح موطا" جبکہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے "مستدرک" میں نقل کیا ہے۔

---

71 الجرح والتعديل للرازي ، تهذيب الكمال للمزي ، تاريخ الاسلام للذهبي ، سير أعلام النبلاء للذهبي ، التذكرة للحسيني ، تهذيب التهذيب للعسقلاني .

72 الجرح والتعديل للرازي ، تهذيب الكمال للمزي ، تاريخ الاسلام للذهبي ، سير أعلام النبلاء للذهبي ، التذكرة للحسيني ، تهذيب التهذيب للعسقلاني .

(5) حسين بن موسى الكاظم .[73]

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کو امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے "سنن" اور "کتاب النزول" میں، جبکہ امام دینوری رحمۃ اللہ علیہ نے "المجالسہ وجواہر العلم" میں ذکر کیا ہے۔

(6) ابراهيم بن موسى الكاظم .[74]

اہل سنت کے مصادر سے ان کے بارے میں معلومات نہیں ملیں اور نہ ہی ان سے کوئی روایت میسر آ سکی۔

(7) ابو اسماعيل محمد بن اسماعيل بن مسلم ابن ابي فديك المدني .[75]

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "سیر اعلام النبلاء" میں لکھتے ہیں:

یہ ثقہ، محدث اور امام تھے، انہوں نے سلمہ بن وَردان، ضحاک بن عثمان، ابن ابی ذئب، ابراہیم بن فضل مخزومی رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر بہت سے اہل مدینہ سے احادیث لی، آپ سے احادیث روایت کرنے والوں میں ابراہیم بن منذر حزامی، سلمہ بن شیب، احمد بن ازہر، عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر حضرات شامل ہیں۔

---

73 ...ایضاً

74 تهذيب الكمال للمزي، تاريخ الاسلام للذهبي ، سير أعلام النبلاء للذهبي، التذكرة للحسيني ، تهذيب التهذيب للعسقلاني .

75 الموضح لاوهام الجمع والتفريق ، للخطيب البغدادي ، ٢/ ٤٠٣ .

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

انہوں نے ۲۰۰ھ میں وصال فرمایا، جبکہ امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی وفات ۱۹۹ھ میں ذکر کی ہے۔[76]

ان سے ایک روایت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "الموضح لاوہام الجمع والتفریق" میں لی ہے، جس میں واضح طور پر راوی نے موسیٰ بن ابی عبد اللہ کا ذکر کیا ہے اور خود خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے موسیٰ بن جعفر کے عنوان کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے جس سے متعین ہوتا ہے کہ ابن ابی فدیک رحمۃ اللہ علیہ کی امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایات موجود ہیں اور یوں آپ انکے مشائخ میں شمار ہوتے ہیں، لیکن خطیب بغدادی کے علاوہ اسی مفہوم کی روایات کو دیگر ائمہ مثلاً امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں کے طریق سے محمد بن موسیٰ مخزومی اور پھر عون بن محمد بن علی بن ابو طالب کی سند سے روایت کیا ہے جس میں امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے بجائے محمد بن موسیٰ کا ذکر ہے، ممکن ہے کہ ابن ابی فدیک نے یہ روایت محمد بن موسیٰ اور موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ دونوں ہی سے لی ہوں، پس دونوں کی اسناد سے ذکر کر دیں۔ چنانچہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ سند دیگر ائمہ کی سندوں سے بالکل مختلف ہے۔

---

76 سير اعلام النبلاء، للذهبي، ٩/ ٤٨٦.

(8) ابو عبد الله اسماعيل بن عبد الله ابن أبي أويس ، الاصبحي .[77]

آپ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی بہن نسیبہ کے بیٹے اور ائمہ صحاح ستہ کے مشائخ میں سے ہیں، آپ کی پیدائش مدینہ منورہ میں ۱۳۹ھ میں ہوئی۔ جلیل القدر محدثین سے استفادہ کیا، جن میں والد گرامی، سلمہ بن وردان، مالک بن انس، عبد العزیز ابن ماجشون، سلیمان بن بلال رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں، نیز علم قرآت کے امام نافع رحمۃ اللہ علیہ کے اَجلہ اوراُنکے تلامذہ میں سب سے اخیر میں وصال کرنے والے تھے، آپ سے بخاری، مسلم ، نصر بن علی جہضمی، ابو محمد دارمی رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر نے استفادہ کیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "صحیح" میں ان سے ۲۲۱، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ۷، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ۸، امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے ایک، جبکہ امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۴، احادیث روایت کی ہیں۔

(9) ابو عبد الله محمد بن اسحاق بن محمد ، المسيبي المخزومي .[78]

آپ رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر امام اورائمہ صحاح ستہ کے شیوخ میں سے ہے، آپ سے امام مسلم، ابوداود اورابویعلی رحمۃ اللہ علیہم نے احادیث لی ہیں، آپ نے والد گرامی اسحاق بن محمد، ابن عیینہ، محمد بن فلیح رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر محدثین سے روایات لی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

77 امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے "معجم صغیر" اور "معجم اوسط" میں، جبکہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے "مستدرک" میں بصراحت ان کی امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایات نقل کی ہیں، جو صیغہ جزم "حدثنا" سے مروی ہیں۔ ان روایات کو سند و متن کے ساتھ کتاب ہذا کی احادیث کے باب میں ذکر کر دیا گیا ہے۔

78 هواتف الجنان ، للامام ابن ابي الدنيا .

نے "التاریخ الاوسط" اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "الکاشف" میں لکھا ہے کہ آپ نے ۲۳۶ھ میں وصال فرمایا۔ آپ سے ایک ہی روایت امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "ہواتف الجنان" میں موسیٰ بن جعفر اخو اسماعیل بن جعفر کی صراحت کے ساتھ مذکور ہے، جسے ہم نے متعلقہ مقام پر نقل کر دیا ہے۔ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت حدیث کرنے کا ذکر اس حدیث کے علاوہ کہیں اور معلوم نہیں ہو سکا، البتہ قرین قیاس یہی ہے کہ آپ بھی امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے تلامذہ اور ان سے روایت کرنے والوں میں ہیں، کیونکہ امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ اور امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے درمیان صرف انہی کا واسطہ ہے، چنانچہ بصراحت ایسی روایت کا ذکر کیا جانا دلالت کرتا ہے کہ یہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے ہیں۔

(10) محمد بن صدقة العنبري .[79]

(11) صالح بن يزيد .[80]

(12) سهل بن ابراهيم المروزي .[81]

---

79 تهذيب الكمال للمزي، سير أعلام النبلاء للذهبي، التذكرة للحسيني ، تهذيب التهذيب للعسقلاني ، التكميل في الجرح لابن كثير ، الطب لابن نعيم .

80 تهذيب الكمال للمزي، سير أعلام النبلاء للذهبي ، تهذيب التهذيب للعسقلاني ، التكميل في الجرح لابن كثير ، الحجة في بيان المحجة للامام قوام السنة الاصبهاني .

81 مسند الشهاب ، للامام ابو سلامة القضاعي .

(13) ابو عمران موسى بن إبراهيم المروزي ، البغدادي .[82]

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ذکر "تاریخ بغداد" ج۱۵ ص۲۸ پر درج کیا ہے، ان کی چند روایت کتاب ہذا میں باحوالہ درج ہیں، نیز یہ وہی شخصیت ہیں جن سے امام ابو بکر شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اخذ کردہ چند احادیث کا "جزء مسند موسیٰ بن جعفر" مروی ہے، غالب گمان یہ ہے کہ انہوں نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے قید بغداد کے دوران استفادہ کیا، جبکہ شیعی محقق محمد حسن آل یاسین کی رائے میں یہ سندی بن شاہک کے بیٹے کو پڑھانے والے تھے اور سندی بن شاہک وہی ہے جسے ہارون الرشید نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو قید میں رکھنے اور بعد ازاں قتل کرنے کی ذمہ داری سونپی تھی، پس اگر یہ اس کے بیٹے کے معلم تھے تو قید کے دوران استفادے کا امکان قوی ہے۔

(14) علي بن المؤمل .[83]

(15) موسي ابن ابراهيم الورّاق .[84]

(16) علي بن حمزة الكسائي .[85]

---

82 مسند الشهاب للامام ابو سلامة القضاعي ، الحجة في بيان المحجة للامام قوام السنة الاصبهاني ، الترغيب في الدعاء للامام المقدسي .

83 مسند الشهاب ، للامام ابو سلامة القضاعي .

84 الابانة الكبرى ، للامام ابن بطة الحنبلي .

85 شعب الايمان ، للبيهقي ، ٤/ ١١٧.

اہل سنت کے اوّلین مصادرِ جرح وتعدیل اور تاریخ میں صرف اسی قدر تلامذہ وفیض یافتگان کے نام مل سکے ہیں، لیکن شیعی مصادر وکتب میں امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے، مثلاً صرف باقر شریف القرشی نے اپنی کتاب "حیاۃ الامام موسیٰ بن جعفر" میں ۳۲۰ تلامذہ کا ذکر کیا ہے، آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد اور دیگر قریبی شخصیات اس تعداد کے علاوہ ہیں۔[86]

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا مثالی کردار

کسی شخصیت کے بلند مرتبہ ہونے کا عکس اس کے کردار میں واضح دکھائی دیتا ہے کیونکہ انسانی کردار کو اللہ تعالیٰ عزوجل نے اندرونی خیالات وجذبات کا عکاس بنایا ہے جس میں تصنع اور بناوٹ کے عناصر زیادہ دیر تک اثر پذیر نہیں رہ سکتے اور بالآخر اس شخص کی اندرونی کیفیت اس میں جھلکنا شروع ہو جاتی ہے۔ کردار سازی اور اس کی تعمیر ایسا وصف ہے جس پر قرآن مجید کی بہت سی آیات اور احادیث مبارکہ کا بیشتر ذخیرہ موجود ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اخلاقیات کی تکمیل کے لیے تشریف لائے، چنانچہ اخلاقی محاسن کو مکمل کرنے والے جناب خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ حُسْنَ الْأَخْلَاقِ .[87]

---

86 حياة الامام موسى بن جعفر ، للشيخ باقر القرشي ، ٢/ ٢٣١-٣٧٢ .

87 الموطأ ، للامام مالك ، كتاب حسن الخلق ، الصفحة ٩٠٤ ، الرقم ٨ .

ترجمہ: مجھے بھیجا گیا ہے تاکہ حسن اخلاق کی تکمیل کر دوں۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث ان الفاظ سے روایت کی ہے:

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ .[88]

ترجمہ: مجھے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اخلاقی محاسن کی تکمیل کر دوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات میں مسلمانوں کو اخلاقیات کی جانب بہت توجہ دلائی، پس ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا.[89]

ترجمہ: کامل ایمان والا مؤمن وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

اور یہی اخلاقی محاسن ہیں جن کی بدولت کسی انسان کے اثرات معاشرتی سطح پر نفوذ کر جاتے ہیں اور دیگر انسان بھی اس کی خوبیوں سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ حضرات صوفیائے کرام نے اپنی تعلیمات کا نقطہ آغاز اسی کو بنایا ہے، اسی لیے وہ چلہ کشی اور منازل سلوک کے ہر مرحلہ پر اخلاقیات، خلق خدا کو فیض رسانی اور ان کے لیے کشادہ دلی جیسے لوازم کو اہم گردانتے ہیں اور صرف جنگل کی یکسوئی میں آواز حق کی ضربیں لگانے کو کافی نہیں سمجھتے، بلکہ ان کے یہاں یہ بات مسلّم ہے کہ اصل مجاہدہ

---

88. السنن الکبری، للبیهقي، ۱۰/ ۳۳۳، الرقم ۲۰۷۸۲.

89. السنن، للامام أبي داود، کتاب السنة، باب الدلیل علي زیادة الایمان، ٤/ ۲۲۰، الرقم ٤٦۸۲.

وزہد خلق خدا کے درمیان رہتے ہوئے ہے، یعنی ایک صوفی مخلوق کے درمیان رہے اور پھر بھی ہمہ وقت خدا سے قلبی وروحانی تعلق اُستوار رکھے، ان کے یہاں سلوک روحانی میں یہ مرتبہ کمال ہے۔

بہرحال امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ جو حضرات صوفیائے کرام کے مقتداء وپیشوا ہیں، ان کی زندگی میں اپنے جد کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا عکس جمیل نہایت آب وتاب سے دکھائی دیتا تھا، جیسا کہ ہم نے ماقبل کنیت والقاب کے ضمن میں تفصیلی گفتگو کی، پس آپ رضی اللہ عنہ جس طرح وصف عبادت میں مرتبہ کمال کے حامل تھے، اُسی طرح اخلاقی محاسن واَوصاف میں بھی ممتاز تھے، خلق خدا آپ رضی اللہ عنہ کی دونوں ہی صفات سے بخوبی واقف وفیض یاب رہتی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ ہمیشہ درگزر سے کام لیتے اور خلق خدا پر آسانی فرماتے تھے، بلکہ معاف کرنے کے ساتھ ساتھ مزید بلند کردار کا مظاہرہ کرتے ہوئے تکلیف پہنچانے والے کو تحائف بھجوایا کرتے تھے، خواہ کسی نے آپ رضی اللہ عنہ کو جسمانی تکلیف پہنچائی ہوتی یا زبانی، آپ رضی اللہ عنہ کی کرم نوازی کا دریا ان اُمور سے متاثر نہیں ہوتا تھا، چنانچہ سیرت نگاروں نے آپ رضی اللہ عنہ کی اس اخلاقی خوبی کا تذکرہ درج کیا ہے، مثلاً

کان إذا بلغه عن أحد أنه يؤذيه يبعث إليه بمال. [90]

---

90 خلاصة تذهيب تهذيب الكمال، للخزرجي، الصفحة ٣٩٠. وصفوة الصفوة للجوزي ٢/ ١٨٤، رقم الترجمة ١٩١.

ترجمہ: آپ رضی اللہ عنہ کو جب علم ہوتا کہ کسی نے آپ کو اذیت پہنچائی ہے تو اسے کوئی مالی تحفہ ارسال کرتے تھے۔

امام ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وصف اور اس میں دیئے جانے والے مال کی کچھ وضاحت بھی پیش کی ہے چنانچہ "البدایہ والنہایہ" میں لکھتے ہیں:

وكان كثيرَ العبادة والمرُوءة، إذا بلغه عن أحد أنه يُؤذِيه أرسَل إليه بالتُّحَف والذَّهب .[91]

ترجمہ: آپ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ عبادت کرنے والے اور اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے، پس جب کسی کے بارے میں معلوم ہوتا کہ اس نے انہیں تکلیف پہنچائی ہے تو اسے سونا و دیگر قیمتی تحائف بھیج دیا کرتے تھے۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "المنتظم" میں چند حسین کلمات کا اضافہ بھی نقل کیا ہے:

وإذا بلغه عن رجل أنه يؤذيه بعث إليه ألف دينار و خرج الى الصلح.[92]

ترجمہ: آپ رضی اللہ عنہ کو جب علم ہوتا کہ کسی نے آپ کو اذیت پہنچائی تو اسے ہزار دینار بھجواتے اور خود صلح کیلئے تشریف لے جاتے تھے۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے ان اضافی کلمات سے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی بردباری اور عفو ودرگزر کا عملی نمونہ مزید نکھر کر سامنے آرہا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ صرف

91 البداية والنهاية، للابن كثير الدمشقي، سنة ثلاث و ثمانين و مائة، ١٣/ ٦٢٣ .

92 المنتظم في تاريخ الملوك والامم، للابن الجوزي، ٩/ ٨٧، سنة ١٨٣ .

تحائف بھیجنے پر اکتفاء نہیں کرتے تھے، بلکہ پہل کرتے ہوئے خود تشریف لے جاکر معاملے کو صلح میں تبدیل کر دیا کرتے تھے، یہ آپ کے لقب کاظم کی عمدہ نظیر ہے۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی تھیلی

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ بغداد" اور ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ "وفیات الاعیان" میں لکھتے ہیں:

وكان سخياً كريماً ، وكان يبْلُغه عن الرجل أنه يؤذيه ، فبعث إليه بصُرّةٍ فيها ألف دينار، وكان يُصِرّ الصُّرَرَ ثلاثمائة دينار، واربعمائة دينار، ومائتي دينار ثم يقسّمها بالمدينة ، وكان مثل صُرَر موسى بن جعفر إذا جاءت الإنسان الصُّرَّة فقد استغنى .[93]

ترجمہ: آپ رضی اللہ عنہ نہایت سخی و کریم تھے، آپ رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ کسی شخص کے بارے میں خبر ملی کہ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو تکلیف پہنچائی ہے (غیبت و چغلی کے ذریعے یا پھر کسی مالی نقصان کی صورت میں)، تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک تھیلی میں ہزار دینار رکھ کر اسے بھیج دیئے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ تین سو، چار سو اور دو سو دیناروں کی تھیلیاں باندھ کر مدینہ منورہ میں تقسیم کر دیا کرتے تھے، اور موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی

93 تاريخ بغداد ، للخطيب البغدادي ، ١٥ / ١٥ ، رقم الترجمة ٦٩٣٩ . و وفيات الاعيان ، للابن خلكان ، ٥/ ٣٠٨ ، رقم الترجمة ٧٤٦ .

تھیلی کی مثال مشہور زمانہ تھی، کہ جب کسی شخص کے پاس ان کی تھیلی پہنچتی تو وہ خوشحال ہو جاتا تھا، (یا جب کوئی پژمردہ حال شخص اِن کے پاس آتا تو خوشحال ہو جاتا تھا)۔

خلفائے عباسیہ کی عطائیں یا اہل بیت کا حق؟

متذکرہ بالا واقعہ ذکر کرنے کے بعد امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ الاسلام" میں ایک نکتہ بیان کیا:

قلت: هذا يدل على كثرة إعطاء الخلفاء العباسيين له.[94]

ترجمہ: میں کہتا ہوں: یہ واقعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عباسی خلفاء آپ رضی اللہ عنہ کو بکثرت مال دیا کرتے تھے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ نکتہ اپنی جگہ درست ہے، لیکن اس سے عباسی خلفاء کی سخاوت کے آثار نہیں جھلک سکے، کیونکہ اس دور میں فتوحات کا سلسلہ براعظم افریقہ اور مغرب کی بہت سی سلطنتوں پر پھیل چکا تھا، ایشیاء و ہند اور دیگر بلاد و ممالک سرنگوں ہو رہے تھے، اُن فتوحات میں اسلامی احکامات کے مطابق مال فئی اور اہل بیت کا حق موجود تھا، نیز زمانہ نبوی سے چلی آرہی کچھ مدات کے منافع بھی، جنہیں بنو اُمیہ کے اکثر دور میں اہل بیت تک نہیں پہنچایا گیا تھا، البتہ بنو عباس کی خلافت میں اس کا اجراء

---

94. تاريخ الاسلام، للذهبي، ١٢/ ٤١٨.

کر دیا گیا تھا، پس جو مال و متاع خلفائے عباسیہ نے اس زمانے میں اہل بیت کے خاندان والوں کو دیا، وہ کسی احسان و تحفہ کے طور پر نہیں بلکہ انہی کے اموال میں سے تھا، لہٰذا صرف خلفائے عباسیہ کی کثرت عطا کو ملحوظ رکھنا مشکل ہے۔

اگر صرف عطائیں ہوتیں تو بعد کے تاریخی شواہد و حالات اس کی مخالفت نہ کرتے۔ یہاں کسی کے ذہن میں خیال آئے کہ بھلا اُن خلفاء کو کس سے ڈر تھا جو ایسا کرتے تھے اور اہل بیت کے اموال میں سے انہیں حصہ دیتے، اگر بالفرض وہ ایسا نہ کرتے تو کیا حرج تھا؟ اس کا جواب سہل ہے: بنو اُمیہ کی حکومت نے قریباً ایک صدی تک اہل بیت پر جن مظالم کو روا رکھا تھا، انہیں میں سے مالی حقوق کا معاملہ بھی تھا جسے وہ غصب کر جاتے تھے، اور بنو عباس جنہیں اہل بیت کی حمایت اور تعلق نسبی حاصل تھا وہ اسی حکومت کے بالمقابل آئے تھے، اگر ابتدائے حکومت میں ہی یہ بھی ویسا ہی سلوک اختیار کرتے تو مسائل و حالات میں اضطراب کا سامنا کرنا پڑتا، لہٰذا انہوں نے ابتدائی اور ظاہری طور پر اپنے سلوک کو مناسب و حامیانہ رکھا، لیکن دَرپردہ اہل بیت کے خلاف محاذ آرائی کی سازباز جاری رکھی، جس کا واضح عکس امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی مشکلات اور پھر امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی مسلسل قید و بند کی صعوبتوں میں نظر آتا ہے۔

یہاں تک تو وہ کلام تھا جو تاریخی مواد کے جھروکوں کی روشنی میں مرتب ہوا، لیکن اگر بالفرض معاملہ ایسا نہیں تھا، بلکہ واقعی سلوک و احسان پیش نظر تھا تو تاریخی مواد کچھ بھی کہے پر۔۔۔ "اللہ تعالیٰ عزوجل نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا"۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی سخاوت

آپ رضی اللہ عنہ کا خاندان سخاوت میں اس قدر مشہور کہ روئے زمین پر اس سے زیادہ کسی خاندان میں سخاوت کے آثار نہیں، شہنشاہ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کی مثالیں حیات اقدس سے عیاں، احادیث کی کتابوں میں محفوظ ہیں، پھر مولائے کائنات سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی سخاوت جس کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی اشارۃً مذکور ہے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُمْ رَٰكِعُونَ ۝ .[95]

ترجمہ: تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے، کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔

پس متذکرہ بالا گفتگو میں دشمنوں اور تکلیف پہنچانے والوں پر ضمناً سخاوت کرنے کا ذکر ہو چکا، لیکن ہم یہاں اسی سخاوت کے وصف پر چند دیگر نظائر پیش کر رہے ہیں تاکہ ایک طرف تو آپ رضی اللہ عنہ کے وصف سخاوت کا بیان جامع ہو جائے اور دوسری طرف آپ رضی اللہ عنہ کے اخلاقیاتی محاسن کی پختگی اور اتباع رسول کی کیفیت نکھر کر سامنے آئے، جس سے معلوم ہو کہ اہل بیت کرام عملی میدان میں کس قدر مستحکم تھے۔

---

95. سورۃ المائدۃ : ۵/ ۵۵ .

چنانچہ امام ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ "البدایہ والنہایہ" میں لکھتے ہیں:

وأهدي له مرة عبد عصيدة فاشتراه واشترى المزرعة التي هو فيها بألف دينار وأعتقه، ووهب المزرعة له .[96]

ترجمہ: ایک مرتبہ کسی غلام نے آپ رضی اللہ عنہ کو حلوے کا تحفہ پیش کیا تو آپ نے غلام کو اُس کے حلوے والے برتن سمیت ایک ہزار دینار میں خرید لیا اور پھر آزاد کرتے ہوئے وہ برتن بھی (جس میں حلوہ موجود تھا) اُسی غلام کو دے دیا (یعنی وہ غلام حلوے کا تحفہ لے کر آیا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے اُسے حلوے سمیت آزادی کا تحفہ عنایت فرمادیا)۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الاسلام" میں لکھتے ہیں: عیسیٰ بن مغیث قرظی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

زرعت بِطِّيخاً وقِثَّاءً في موضع بالجوانية على بئر، فلما استوى بيته الجراد فأتى عليه كله ، وكنت عرضت عليه مائة وعشرين ديناراً ، فبينما أنا جالس إذ طلع موسى بن جعفر فسلم ، ثم قال: أيش حالك؟ فقلت: أصبحت كالعديم ، بيتني الجراد ، فقال: يا عرفة ! غلامه ، زن له مائة وخمسين ديناراً ، ثم دعا لي فيها ، فبعث منها بعشرة آلاف درهم [97]

[96] البداية والنهاية ، للابن كثير الدمشقي ، سنة ثلاث و ثمانين و مائة ، ١٣/ ٦٢٣ .

[97] تاريخ بغداد ، للخطيب البغدادي ، ١٥/ ١٦ ، و تاريخ الاسلام ، للذهبي ، ١٢/ ٤١٩

ترجمہ: میں نے جوانیہ کے مقام پر ایک کنویں کے قریب خربوزہ اور کھیرے کی فصل لگائی، جب وہ تیار ہوئی تو ٹڈیوں نے کھا کر ساری فصل کو برباد کر دیا اور میں نے اس کی کھیتی پر ایک سو بیس دینار خرچ کیے تھے، پس میں اسی حال میں بیٹھا تھا کہ جناب موسیٰ بن جعفر تشریف لائے اور سلام کیا، پھر فرمانے لگے: کیا حال ہیں؟ میں نے عرض کی: میں قلاش ہو چکا ہوں، ٹڈیوں نے کھیتی کو برباد کر دیا ہے، یہ سن کر آپ نے اپنے غلام سے فرمایا: اے عرفہ! اسے ایک سو پچاس دینار تول کر دے دو، اور میرے لیے اس میں برکت کی دعا کی، پس میں نے اس سے دس ہزار درہم کمائے۔

اس واقعے کو خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ بغداد" اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "سیر اعلام النبلاء" میں قدرے تفصیل سے لکھا ہے، مذکور ہے کہ اس کنویں کا نام "اُمِ عظام" تھا اور ایک سو پچاس دینار ملنے کے بعد اس شخص نے آپ سے عرض کی: اے برکت والے! ذرا میری کھیتی میں آکر دعا فرمادیں پس آپ رضی اللہ عنہ نے کھیتی میں داخل ہو کر اس کے لیے دعا فرمائی اور حدیث بھی بیان کی۔۔۔ الخ

اسماعیل بن یعقوب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن عبد اللہ بکری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا:

ایک مرتبہ وہ مدینہ منورہ آئے تاکہ کسی سے قرض لے سکیں تو ان سے کہا گیا: وہ ابو الحسن موسیٰ بن جعفر کے پاس جائیں اور ان سے اپنی

کیفیت عرض کریں، پس میں ان سے نقمی کے مقام پر کھیتی کے علاقے میں ملا تو وہ ایک غلام کے ساتھ مجھ سے ملے، جس کے ہاتھ میں بڑی سے چھلنی میں بھنا ہوا گوشت تھا، نیز میرے علاوہ وہاں کوئی اور نہیں تھا پس انہوں نے مجھے اپنے ساتھ کھلایا، پھر مجھ سے آنے کا سبب پوچھا تو میں نے اپنا معاملہ عرض کر دیا، وہ اپنے گھر گئے اور تھوڑی ہی دیر میں واپس آئے اور اپنے غلام کو بھیج دیا، پھر ہاتھ بڑھا کر ایک تھیلی میرے سپرد کی جس میں تین سو دینار تھے، اس کے بعد وہ تشریف لے گئے، پس میں بھی وہاں سے سوار ہو کر واپس پلٹ آیا (یعنی آپ رضی اللہ عنہ نے ایسے سخاوت کی کہ اپنے غلام تک کو خبر نہ لگنے دی، اور سائل کی عزت کا بھی خیال رکھا)۔[98]

98 تاريخ بغداد، للخطيب البغدادي، ۱۵/ ۱۵، و سير أعلام النبلاء، للذهبي، ٦/ ۲۷۱.

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی جانشینی
نیز سلسلہ امامت میں اہل تشیع کی آراء

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی جانشینی اور اپنے والد گرامی سیّدنا ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد سلسلہ امامت کو جاری رکھے جانے پر اہل سنت میں کوئی نزاع واختلاف نہیں ہے، بلکہ اہل سنت وجماعت نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو ہی اپنے والد کا جانشین اور وارث قرار دیا اور انہیں سے علوم وفیضان کے تسلسل کو تسلیم کیا ہے۔ لیکن اہل تشیع کے یہاں اس موضوع پر بہت نزاع رہا، اسی اختلاف کے نتیجے میں اُن کے یہاں بہت سے فرقے مزید تقسیم ہوتے اور بنتے چلے گئے ہیں۔ مثلاً شیعی مورخین کے نزدیک یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ شیعہ اثنا عشریہ اور شیعہ اسماعیلیہ کی بنیاد امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے وصال فرمانے کے بعد رکھی گئی جس کا مدار آپ رضی اللہ عنہ کے جانشین کے تعین پر ہے، اسماعیل بن جعفر رضی اللہ عنہ کی امامت کو تسلیم کرنے والوں کو ''اسماعیلی'' جبکہ موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی امامت تسلیم کرنے والوں کو ''اثنا عشری'' کہا جاتا ہے۔

اس بارے میں شیعی روایات اور مواد میں کافی تفصیلات اور اختلافات کا ذکر بھی موجود ہے کہ آخر امامت ایسے اہم معاملے میں ان دونوں فریقین کے مابین اختلافات کیوں رونما ہوئے، بعض قدیم شیعی مورخین مثلاً قمی، نوبختی اور دیگر محققین نے اس خلجان کو رفع کرنے کے لیے کہا ہے کہ امام صادق رضی اللہ عنہ کے بعد امامت تو جناب موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو ہی ملی تھی لیکن آپ کے بھائیوں نے امامت کا اظہار اصول

تقیہ اور حکومت وقت کی وجہ سے کیا تھا تاکہ حکومتی کارندوں کو اس بات کا اندازہ نہ ہو سکے کہ حقیقی جانشین کون ہے، پس امام صادق رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کی جانب سے امامت کے دعاوی انہی اُمور کی وجہ سے تھے، یہ تاویل اثناعشریہ حضرات تو قبول کرتے ہیں، لیکن اسماعیلی اسے نہیں مانتے، بلکہ وہ اسی بات پر مصر ہیں کہ اسماعیل بن جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ہی امامت کا منصب تفویض ہوا تھا اور ان کے بعد محمد بن اسماعیل کو۔

بہر حال ہم ان تمام تفصیلات کو درج کر کے سوانح کو بوجھل اور قارئین کو طوالت میں مبتلاء نہیں کرنا چاہتے ہیں، البتہ موضوع ہذا کی نزاکت کے پیش نظر صرف چند اہم امور کا خلاصہ درج کر رہے ہیں، اس بارے میں نہایت تفصیل کے ساتھ شیخ المحدثین شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "تحفہ اثناء عشریہ" میں اور امام عبد القاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "الفرق بین الفرق" میں کلام کیا ہے۔

تحفہ اثناء عشریہ کو شیخ غلام محمد ابن عمر اسلمی نے فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا اور پھر شیخ محمود شکری آلوسی نے اس تعریب سے اختصار کیا، جسے مکتبہ سلفیہ قاہرہ نے شائع کیا ہے، نیز میر محمد کتب خانہ، کراچی کا قدیم اُردو ترجمہ بھی موجود ہے۔ اس باب میں یہ کتب جامع معلومات پر مبنی ہیں، جسے مزید تفصیل اور فرقوں کی طبقاتی و تدریجی تقسیم کی معرفت حاصل کرنی ہو وہ ان کی جانب مراجعت فرمائیں۔ ہم ذیل میں عربی اختصار سے حوالہ جات نقل کریں گے تاکہ سہولت رہے، البتہ گفتگو کے اخیر میں مجموعی ماخذ کا بھی ذکر کریں گے۔

اہل تشیع میں کچھ کے نزدیک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے وصال فرمانے کے بعد امامت کی ذمہ داری کا حق حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو تفویض کیا گیا اور بعد ازاں آپ رضی اللہ عنہ ہی کی اولاد میں یہ سلسلہ جاری رہا، یعنی امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کے بیٹے حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کو پھر ان کے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو پھر ان کے بیٹے محمد نفس زکیہ رضی اللہ عنہ کو، اسے "فرقہ حسنیہ" کہتے ہیں۔

ایک فرقے کے نزدیک امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعد امامت کا سلسلہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور پھر انہی کی اولاد میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تک جاری رہا، اس کے بعد ان کے یہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اسے "فرقہ حکمیہ" کہتے ہیں۔

ایک فرقے کے نزدیک سلسلہ امامت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے چلتا ہوا سیّدنا محمد باقر رضی اللہ عنہ تک آیا اور ان پر آکر موقوف ہو گیا، آپ رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک زندہ ہیں اور آپ کا انتظار کیا جا رہا ہے، اسے "فرقہ باقریہ" کہتے ہیں، نیز اسی فرقے کی ایک شاخ میں اتنا مزید ہے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے بعد امامت آپ کے بیٹے زکریا بن محمد باقر کو منتقل ہوئی جو حاضر نامی پہاڑ میں پوشیدہ ہیں اور اجازت کے منتظر ہیں۔ اسے "فرقہ حاضریہ" کہتے ہیں۔

ایک فرقے کے نزدیک امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے وصال فرمانے کے بعد سلسلہ امامت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ان کے نزدیک ابھی وصال نہیں کیا، بلکہ وہ زندہ اور غائب ہیں اور یہی امام مہدی ہیں جن کا انتظار کیا

جارہاہے۔اسے "فرقہ ناووسیہ" کہتے ہیں،[99] اس فرقے کو عبد اللہ بن ناووس بصری (عجلان) اور اس کے پیروکاروں کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔[100]

ایک فرقے کے نزدیک اس کے بعد امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا اور امامت ان کے بعد انہی کی اولاد میں جاری رہی، اسے "فرقہ شمیطیہ" کہتے ہیں۔شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرقہ شمیطیہ دراصل یحییٰ بن ابی شمیط کی جانب منسوب ہے، اور یہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد امامت کو اس ترتیب سے مانتے ہیں، کہ پہلے اسماعیل بن جعفر، پھر محمد بن جعفر، پھر موسیٰ بن جعفر، پھر عبد اللہ بن افطح، اور پھر اسحاق۔[101] جبکہ امام عبد القاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فرقہ شمیطیہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے وصال کو مانتے ہیں، لیکن سلسلہ امامت کو آپ کے بیٹے محمد بن جعفر صادق اور پھر ان کے بعد اُنہی کی اولاد میں منحصر رکھتے ہیں، اور گمان کرتے ہیں کہ مہدی منتظر انہیں کی اولاد میں سے ہو گا۔[102]

ایک فرقے کے نزدیک امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کے بڑے بیٹے عبد اللہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ کو امامت ملی، انہیں امتیاز کے لیے عبد اللہ الافطح رحمۃ اللہ علیہ بھی

---

99 فرقہ ناووسیہ کے بارے میں مزید وضاحت آگے واقفیہ کے تحت حاشیہ میں آرہی ہے۔

100 الفرق بین الفرق میں امام عبد القاہر بغدادی نے مزید تفصیل بھی درج کی ہے، الفرق: ص ۶۱،۶۱۔

101 مختصر تحفہ اثناء عشریہ، عربی، از محمود شکری آلوسی، طبع مکتبہ سلفیہ قاہرۃ، ص ۱۸۔

102 الفرق بین الفرق، امام ابو منصور عبد القاہر بغدادی، تحقیق محمد عثمان، طبع مکتبہ ابن سینا قاہرۃ، ص ۶۲۔

کہا جاتا ہے، اسے **"فرقہ عماریہ افطحیہ"** کہتے ہیں، عبد اللہ بن عمار اور اس کے پیروکاروں کی وجہ سے **"عماریہ"** کہلاتا ہے۔ [103ل]

ایک فرقے کے نزدیک امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کے بعد امامت کا سلسلہ اسماعیل بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا، پھر انہیں کی اولاد میں جاری رہا، اس فرقے میں بہت زیادہ تقسیم ہوئی، جن کی تفصیلات یہاں درج نہیں کی جا سکتی، خلاصہ کلام یہ ہے کہ بعض نے انہی کو مہدی منتظر اور مخفی مان رکھا ہے، بعض نے ان کی اولاد میں سلسلہ امامت کو جاری جانا، انہیں مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے، مثلاً شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تفصیلات کے مطابق انہیں، فرقہ اسماعیلیہ، فرقہ مبارکیہ، فرقہ باطنیہ، فرقہ قرامطہ، فرقہ میمونیہ، فرقہ خلفیہ، فرقہ برقعیہ، فرقہ جنابیہ، فرقہ سبعیہ، فرقہ مہدویہ کہتے ہیں، [104ل] ان تمام فرقوں کے نزدیک امامت کا منصب اسماعیل بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ تک آیا اس پر یہ سب متفق ہیں، لیکن اس کے بعد کی تفصیلات اور باہمی اعتقادی امور میں نزاع کی بنیاد پر ان کی تقسیم در تقسیم ہوتی گئی۔

103ل فرقہ عماریہ کے نام سے ایک اور فرقہ بھی ہے جو امامت کو محمد بن جعفر الصادق کے لیے مانتا ہے، مختصر تحفہ اثناء عشریہ، ص ۱۸

104ل مختصر تحفہ اثناء عشریہ، ص ۱۸،۱۹۔ امام عبد القاہر بغدادی نے اس بارے میں اسماعیلیہ کے عنوان کے تحت اختصار سے صرف دو فرقوں کا ذکر کیا ہے، مزید تفصیلات درج نہیں فرمائیں۔ ملاحظہ کریں، الفرق، ص ۶۳،۶۲۔

ایک فرقے کے نزدیک امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ ہی منصب امامت پر رونق افروز ہوئے لیکن ان کے بعد کی صورت حال کے پیش نظر اس میں مزید گروہ بن گئے، پس مفضل بن عمرو کے گروہ نے کہا: موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ پر سلسلہ امامت ختم ہو گیا ہے اور ان کا انتقال بھی نہیں ہوا۔ اس فرقے کو "فرقہ مفضّلیہ اور فرقہ قطعیہ" کہتے ہیں۔

جبکہ ایک گروہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ تک امامت تسلیم کرتا ہے، لیکن آپ کی موت وحیات کے بارے میں متذبذب ہے، اسی لیے آپ کی اولاد میں اجرائے امامت کا قائل نہیں۔ انہیں "فرقہ موسویہ" کہتے ہیں۔

تیسرا گروہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی امامت کو تسلیم کرتا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کے زندہ ہونے کا قائل ہے، ان کے نزدیک آپ ہی مہدی منتظر ہیں۔ اسے "فرقہ ممطوریہ" کہتے ہیں، یہ یونس بن عبدالرحمن کی طرف منسوب ہے۔

اس کے علاوہ چوتھا گروہ ہے جو امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی امامت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ہی آپ کی وفات کا تو قائل ہے لیکن یہ بھی عقیدہ رکھتا ہے کہ آپ دوبارہ تشریف لائیں گے۔ اسے "فرقہ رجعیہ" کہتے ہیں۔

اور ان آخری چار فرقوں کو امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ پر امامت موقوف رکھنے کی وجہ سے "فرقہ واقفیہ" [105] بھی کہتے ہیں۔ [106]

اہل تشیع کے یہاں اس کے علاوہ بھی بہت سے فرقے ہیں جن سے ہمیں اس مقام پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ ہمیں سلسلہ امامت کے تسلسل میں اختلافی جائزے کو امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ تک لانا تھا وہ ہو چکا، تاکہ ہمارے موضوع کی مناسبت سے اس پر کلام کیا جا سکے۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی جانشینی کے بارے میں

اہل سنت کا موقف

متذکرہ بالا شیعی اختلافات اور اس کے نتیجے میں ہونے والی گروہی تقسیم کو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں، اہل سنت کے یہاں ہماری معلومات کے مطابق اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بعد جانشینی سوائے امام

105۔ ماقبل مذکور فرقہ ناووسیہ کو بعض شیعہ مورخین نے ناووسیہ اور بعض نے واقفیہ کہا ہے، لیکن قمی کے نزدیک ناووسیہ اور واقفیہ دونوں الگ الگ فرقے ہیں، ان کے نزدیک امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی موت کا انکار کرنے والے ناووسیہ، جبکہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی موت کا انکار کرنے والے واقفیہ کہلاتے ہیں، فرقہ واقفیہ اور اس کی تفصیلات کے بارے میں شیعہ عالم ریاض محمد حبیب الناصری کی ضخیم کتاب "الواقفیہ" ہے، جسے المؤتمر العالمی للامام الرضا، مشہد مقدس، کی جانب سے ۱۴۰۹ھ میں شائع کیا گیا ہے۔

106۔ تحفہ اثناء عشریہ، از شاہ عبد العزیز، مترجم اردو، عبد الحمید خاں، طبع میر محمد کتب خانہ، کراچی، ص ۲۶ تا ۳۴، و مختصر تحفہ اثناء عشریہ، تعریب، شیخ غلام محمد اسلمی، اختصار شیخ محمود شکری، طبع مکتبہ سلفیہ قاہرۃ، ص ۱۵، تا ۲۲۔

موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے کسی اور کے حصے میں آئی ہو، پس اہل سنت کے مصادر و مراجع اور اکابر علمائے کرام کی کتب میں اس کی تصریح موجود ہے، نیز اہل بیت سے متعلق ہونے والے اُمت مسلمہ کے سلاسل تصوف اور ان کے پیشواؤں کے یہاں بھی یہی بات مسلمہ ہے کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ ہی کو جانشینی کے لیے منتخب کیا گیا تھا اور پھر انہی کی اولاد سے یہ سلسلہ منتقل ہوتا ہوا سیّد الاولیاء شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ تک پہنچا اور اب ان کے بعد قرب قیامت میں سیّدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ اس منصب جلیل پر متمکن ہوں گے، چنانچہ۔۔

مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ "مکتوبات" میں اس کی تصریح فرماتے ہیں:

> میں سمجھتا ہوں کہ حضرت امیر (علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ) اپنی جسدی پیدائش سے پہلے بھی اس مقام کے ملجاء وماوی تھے، جیسا کہ آپ جسدی پیدائش کے بعد ہیں اور جس کو بھی فیض وہدایت اس راہ سے پہنچی کہ ان کے ذریعے سے پہنچی، کیونکہ وہ اس راہ کے آخری نقطہ کے نزدیک ہیں اور اس مقام کا مرکز ان سے تعلق رکھتا ہے اور جب حضرت امیر کا دور ختم ہوا تو یہ عظیم القدر منصب ترتیب وار حضرات حسنین کو سپرد ہوا اور ان کے بعد وہی منصب ائمہ اثناء عشر میں سے ہر ایک کو ترتیب وار اور تفصیل سے مقرر ہوا اور ان بزرگواروں کے زمانہ میں اور اسی طرح ان کے انتقال کے بعد جس کو بھی فیض اور ہدایت پہنچتا ہے ان

بزرگواروں کے ذریعے اور حیلولہ سے پہنچاہے، اگرچہ اقطاب و نجبائے وقت ہی کیوں نہ ہوں اور سب کے ملجاء وماوی یہی بزرگ ہیں کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ الحاق کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ نوبت حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ تک پہنچی اور جب اس بزرگوار تک نوبت پہنچی تو منصب مذکور آپ کے سپرد ہوا۔[107]

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

فیوض و برکات کارخانہ ولایت کہ اَز جناب الٰہی بَر اَولیاء اللہ نازل مے شود ، اول بریک شخص نازل مے شود وازاں شخص قسمت شدہ بہریک اَز اولیائے عصر موافق مرتبہ و بحسب استعداد می رسد ،وبہ ہیچ کس اَز اولیاء اللہ بے توسط اُو فیضی نمی رسد وکسے اَز مردان خدا بے وسیلہ اُو درجہ ولایت نمی یابد ، اقطاب جزئی و اَوتاد واَبدال و نُجباء ونُقباء وجمیع اقسام اَز اولیائے خدا بوے محتاج می باشند صاحب این منصب عالی را امام و قطب الارشاد بالاصالۃ نیز خوانند واین منصب عالی از وقت ظہور آدم علیہ السلام بروح پاک علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ مقرر بود ۔

---

107 المکتوبات ، للشیخ أحمد السرهندي ، الباب الثاني ، الجزء الثالث ، رقم المکتوب ١٢٣، ٣/ ١٤٤٧ .

ترجمہ: کارخانہ ولایت کے فیوض وبرکات جو خدا کی بارگاہ سے اولیاء اللہ پر نازل ہوتے ہیں پہلے ایک شخص پر اترتے ہیں اور اس شخص سے تقسیم ہو کر اولیائے وقت میں سے ہر ایک کو اس کے مرتبہ واستعداد کے مطابق پہنچتے ہیں اور کسی ولی کو بھی اس کی وساطت کے بغیر کوئی فیض نہیں پہنچتا۔ اور اہل اللہ میں سے کوئی بھی اس کے وسیلہ کے بغیر درجہ ولایت نہیں پاتا۔ جزئی اقطاب، اوتاد، ابدال، نجباء، نقباء اور تمام اقسام کے اولیاء اللہ اس کے محتاج ہوتے ہیں، اس منصب بلند والے کو امام اور قطب الارشاد بالاصالۃ بھی کہتے ہیں، اور یہ منصب عالی ظہور آدم علیہ السلام کے زمانے سے حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کی روح پاک کے لیے مقرر تھا۔

پھر ائمہ اطہار رضوان اللہ تعالی علیہم کو بترتیب (یعنی وہی ترتیب جو ائمہ اثنا عشریہ کی معروف ہے) اس منصب عظیم کا عطا ہونا لکھ کر کہتے ہیں:

بعد وفات عسکری علیہ السلام تا وقت ظهور سیّد الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر الجیلی ایں منصب بروح حسن عسکری علیہ السلام متعلق بود ۔[108]

108ل سيف المسلول ، للشيخ القاضي ثناء الله ، الصفحة ٥٢٧-٥٢٩ ، الماخوذ من الفتاوى الرضوية ، للشيخ احمد رضا الحنفي ، ٩/ ٨١٠-٨١١ .

ترجمہ: حضرت عسکری کی وفات کے بعد سیّد الشرفا، غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی کے زمانہ ظہور تک یہ منصب حضرت حسن عسکری کی روح سے متعلق رہے گا۔

اسی طرح امام احمد رضا خان محدث حنفی رحمۃ اللہ علیہ "ملفوظات" میں فرماتے ہیں:

اُمت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ممتاز ہوئے اور وزارت امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ و عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو عطا ہوئی، اس کے بعد امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی اور عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ و مولیٰ علی رضی اللہ عنہ وزیر ہوئے، پھر امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو غوثیت عنایت ہوئی اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ و امام حسن رضی اللہ عنہ وزیر ہوئے، پھر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو اور امامین محترمین رضی اللہ عنہما وزیر ہوئے، پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ تک یہ سب حضرات مستقل غوث ہوئے، امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے بعد حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے سب اُن کے نائب ہوئے، ان کے بعد سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ مستقل غوث، حضور تنہا غوثیت کبریٰ کے درجہ پر فائز ہوئے، حضور "غوث اعظم" بھی ہیں اور "سیّد الافراد" بھی، حضور کے بعد جتنے ہوئے اور جتنے اب ہوں گے حضرت امام

مہدی رضی اللہ عنہ تک، سب نائب حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہوں گے، پھر امام مہدی رضی اللہ عنہ کو غوثیت کبریٰ عطا ہوگی۔[109]

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی اپنے بیٹے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو نصیحت

سحر انگیز کلمات کا حسین مجموعہ

اہل بیت کے کلمات کی جامعیت اور وعظ ونصیحت میں ان کے اثرات کا تیر بہدف ہونا مسلمہ اَمر ہے، جلیل القدر ائمہ نے خاندان نبوت کے افراد کی اس امتیازی شان کو بڑی خصوصیت سے بیان کیا ہے، اہل بیت کا یہ وصف ان کے مخالفین کے یہاں بھی سراہا گیا۔ اہل بیت میں اس تاثیر کی بنیادی وجہ جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت نسبی ہے جس کے طفیل ذوات مقدسہ کی زبانیں مختصر کلمات میں ایسی گفتگو پر قادر ہوئیں کہ طویل دفاتر تشریح سے عاجز ہیں۔ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی ایسی ہی جامع گفتگو کو ہم آئندہ ذکر کریں گے جو آپ نے قید خانے سے حاکم وقت کے لیے لکھی۔ چنانچہ قارئین اس نصیحت کو بغور پڑھیں اور ہو سکے تو عمل کی کوشش کریں کہ ان چند کلمات میں زندگی کے معاشرتی اصولوں کی ایک رہنما دستاویز مرتب ہوگئی ہے جس پر عمل کرنے سے انسان آپسی تعلقات کو بالخصوص بہتر اور زندگی کو قدرے پُر سکون بنا سکتا ہے۔

109؎ الملفوظ، للشیخ أحمد رضا الحنفي، الصفة ۱۷۸.

اس کلام کی چاشنی اور لطافت کا اصل مزہ تو عربی کلمات میں ہی ہے، اور راقم الحروف اس مرقعہ حسن وجمال کو کماحقہ اُردو زبان کے قالب میں ڈھالنے سے واقعی عاجز ہے، اسی لیے پہلے عربی عبارت کو اعراب کے ساتھ ذکر کرکے بعد میں مفہومی ترجمہ زیبِ قرطاس کیا جارہا ہے تاکہ عوام وخواص اپنے ذوق کے مطابق اس سے بہرہ یاب ہوں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے کسی شخص نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو اپنے بیٹے موسیٰ کو نصیحت کرتے ہوئے دیکھا، آپ فرمارہے تھے:

يَا بُنَيَّ ! مَنْ قَنعَ بِمَا قُسِمَ لَهُ ، اسْتَغْنَى ، وَمَنْ مَدَّ عَيْنَيْهِ إِلَى مَا فِي يَدِ غَيْرِه ، مَاتَ فَقِيْراً ، وَمَنْ لَمْ يَرضَ بِمَا قُسِمَ لَهُ ، اتَّهمَ اللهَ فِي قَضَائِهِ ، وَمَنِ اسْتَصْغَرَ زَلَّةَ غَيْرِه ، اسْتَعْظَمَ زَلَّةَ نَفْسِه ، وَمَنْ كَشَفَ حِجَابَ غَيْرِه ، انكَشَفَتْ عَوْرَتُهُ ، وَمَنْ سَلَّ سَيْفَ البَغْيِ ، قُتِلَ[1] بِهِ ، وَمَنِ احْتَفَرَ بِئْراً لأَخِيْهِ ، أَوقَعَهُ اللهُ فِيْهِ ، وَمَنْ دَاخَلَ السُّفَهَاءَ ، حُقِّرَ ، وَمَنْ خَالطَ العُلَمَاءَ ، وُقِّرَ ، وَمَنْ دَخَلَ مَدَاخِلَ السُّوءِ ، اتُّهِمَ .

يَا بُنَيَّ ! إِيَّاكَ أَنْ تُزرِيَ بِالرِّجَالِ ، فَيُزْرَى بِكَ ، وَإِيَّاكَ وَالدُّخُوْلَ فِيمَا لاَ يَعْنِيكَ ، فَتَذِلَّ لِذَلِكَ .

يَا بُنَيَّ ! قُلِ الحَقَّ لَكَ وَعَلَيْكَ ، تُسْتَشَارُ مِنْ بَيْنِ أَقْرِبَائِكَ ، كُنْ لِلْقُرْآنِ تَالِياً ، وَلِلإِسْلاَمِ فَاشِياً ، وَللمَعْرُوْفِ آمِراً ، وَعَنِ المُنْكرِ

نَاهِياً ، وَلِمَنْ قَطَعَكَ وَاصِلاً ، وَلِمَنْ سَكَتَ عَنْكَ مُبْتَدِئاً ، وَلِمَنْ سَأَلَكَ مُعطِياً ، وَإِيَّاكَ وَالنَّمِيمَةَ ، فَإِنَّهَا تَزرَعُ الشَّحْنَاءَ فِي القُلُوْبِ ، وَإِيَّاكَ وَالتَّعَرُّضَ لِعُيُوْبِ النَّاسِ ، فَمَنْزِلَةُ المُتَعَرِّضِ لِعُيُوبِ النَّاسِ ، كَمَنْزِلَةِ الهَدَفِ ، إِذَا طَلَبْتَ الجُوْدَ ، فَعَلَيْكَ بِمَعَادِنِهِ ، فَإِنَّ لِلْجُوْدِ مَعَادِنَ ، وَلِلمَعَادِنِ أُصُوْلاً ، وَللأُصُوْلِ فُرُوعاً ، وَلِلفُرُوعِ ثَمَراً ، وَلاَ يَطِيْبُ ثَمَرٌ إِلاَّ بِفَرعٍ ، وَلاَ فَرعٌ إِلاَّ بِأَصلٍ ، وَلاَ أَصلٌ إِلاَّ بِمَعدنٍ طَيِّبٍ ، زُرِ الأَخْيَارَ ، وَلاَ تَزُرِ الفُجَّارَ ، فَإِنَّهُم صَخْرَةٌ لاَ يَتَفَجَّرُ مَاؤُهَا ، وَشَجَرَةٌ لاَ يَخضَرُّ وَرَقُهَا ، وَأَرْضٌ لاَ يَظْهَرُ عُشْبُهَا . [10ل]

ترجمہ: اے میرے بیٹے! جس نے اپنے نصیب کی ملنے والی چیزوں پر قناعت کی، وہ غنی رہا۔ جس نے اپنی آنکھوں کو دوسرے کے ہاتھوں موجود چیزوں پر جمائے رکھا وہ فقیر ہی مرا۔ جو اپنی قسمت پر راضی نہ ہوا اس نے اللہ کی تقسیم پر تہمت لگائی۔ جس نے دوسروں کی لغزشات کو حقیر جانا وہ اپنی کوتاہی کو بڑا جانے گا۔ جو دوسروں کے عیب اُچھالے گا، اس کے اپنے عیوب بھی ظاہر ہوں گے۔ جو بغاوت

10ل سیر اعلام النبلاء ، للذهبي ، الترجمة جعفر بن محمد ، ٦/ ٢٦٣ . و وفيات الاعيان وأنباء ابناءِ الزمان ، للابن خلكان ، الترجمة جعفر الصادق ، ١/ ٤٣٥ .

کی تلوار تانے گا، وہ خود بھی اسی سے قتل کیا جائے گا۔ جو دوسروں کے لیے گڑھا کھودے گا، اللہ اسے بھی اُس میں گرائے گا۔ جو بے وقوفوں کے ساتھ صحبتیں رکھے گا اسے ذلت ہی ملے گی۔ جو علماء کے ساتھ ہم نشیں ہو گا اسے وقار ملے گا۔ جو برائی کے مقامات پر جائے گا، اس پر تہمت لگے گی۔

اے میرے بیٹے! لوگوں کو حقیر نہ سمجھو کہ تمہیں بھی حقارت سے دیکھا جائے (یا لوگوں کو ذلیل نہ کرو کہ اس کے سبب تمہیں ذلیل کیا جائے)۔ خبردار! فضول کاموں میں مت پڑنا کہ اس کی وجہ سے ذلت اُٹھانی پڑے۔

اے میرے بیٹے! حق بات کہو، خواہ تمہارے حق میں ہو، یا تمہارے خلاف۔ اپنے قریبی رشتے داروں سے مشاورت کرو۔ قرآن مجید کی ہمہ وقت تلاوت کرتے رہو۔ اسلام کی تبلیغ کرتے رہو۔ بھلائی کا حکم دیتے رہو۔ برائی سے منع کرتے رہو۔ جو تم سے توڑے، اس سے جوڑلو، جو تم سے قطع کلامی کرلے، تم بات کرنے میں پہل کرلو۔ جو تم سے سوال کرے، اسے عطا کرو۔ خبردار! چغلی سے بچنا، کیونکہ یہ دلوں میں بُغض پیدا کرتی ہے۔ خبردار! لوگوں کی عیب جوئی سے بچنا، کیونکہ لوگوں کی عیب جوئی کرنے والا خود بھی نشانے پر ہوتا ہے۔

جب تم سخاوت کے طالب بنو تو تم پر لازمی ہے کہ اس کی جڑ تک پہنچو، کیونکہ سخاوت کی جڑیں ہیں، جڑوں سے تنے اور تنوں سے شاخیں نکلتی ہیں، اور شاخوں پر پھل ہوتے ہیں، پس کوئی بھی پھل اپنی شاخوں کے بغیر اچھا نہیں ہو سکتا اور شاخیں اپنے تنے کے بغیر اور تنا اپنی اچھی جڑ کے بغیر توانا نہیں ہو سکتا (اسی لیے سخاوت میں جڑوں تک پہنچو تاکہ اس کے تمام ثمرات حاصل کر سکو)۔ نیک لوگوں کی زیارت کیا کرو۔ بُرے لوگوں سے ملاقات نہ رکھو، کیونکہ یہ ایسی چٹان ہے جن سے پانی نہیں نکلتا، ایسا درخت ہے جس کے پتے سرسبز نہیں ہوتے اور ایسی زمین ہے جس میں گھاس نہیں اُگتی۔

اسی نصیحت کو امام کمال الدین دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے "حیاۃ الحیوان" میں ذکر کیا ہے، اس میں چند کلمات مزید ہیں:

جو اپنی کوتاہیوں کو معمولی جانتا ہے، وہ دوسروں کی لغزشوں کو بڑا سمجھتا ہے اور جو اپنی غلطیوں کو بڑا جانتا ہے وہ دوسروں کی لغزشوں کو معمولی خیال کرتا ہے۔ اے میرے بیٹے! جو دوسروں کے پوشیدہ عیوب ظاہر کرتا ہے، اس کے اپنے گھر کے عیوب بھی ظاہر ہو جاتے ہیں۔ [111]

---

111 حياة الحيوان ، للدميري ، دار البشائر دمشق ، باب الظبي ، ٣/ ٥٤ .

بارگاہ رسالت میں ہارون رشید کا سلام اور امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا طرز عمل

امام ذہبی "تاریخ الاسلام" میں لکھتے ہیں: عبد الرحمن بن صالح ازدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

زار الرشيد قبر النبي صلى الله عليه وسلم فقال : السلام عليك يا رسول الله، يا ابن عمّ ، يفتخر بذلك . فتقدم موسى بن جعفر فقال : السلام عليك يا أبه . فتغير وجه الرشيد وقال: هذا الفخر حقاً يا أبا حسن .[12]

ترجمہ: خلیفہ رشید نے قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو عرض کرنے لگا: اے اللہ کے رسول، اے میرے چچا کے بیٹے! آپ پر سلام ہو۔ اس طرح وہ حاضرین کے سامنے اپنی نسبت پر فخر کر رہا تھا۔ اسی اثناء میں موسیٰ بن جعفر آگے بڑھے اور یوں سلام عرض کیا: اے میرے والد! آپ پر سلام ہو۔ پس رشید کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور کہنے لگا: اے ابو الحسن! بلاشبہ تمہارا یہ فخر کرنا حق ہے۔

12ل تاريخ الاسلام ، للذهبي ، ١٢/ ٤١٨ . و تاريخ بغداد ، للخطيب البغدادي ، ١٥/ ١٨ . و البداية و النهاية ، للابن كثير الدمشقي ، ١٣/ ٦٢٣ . و سير اعلام النبلاء ، للذهبي ، ٦/ ٢٧٣ .

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکا سال بیان نہیں کیا، لیکن دیگر کتب میں موجود ہے، چنانچہ شیخ شہاب الدین نویری رحمۃ اللہ علیہ "نہایۃ الارب فی فنون الادب" میں لکھتے ہیں:

یہ واقعہ سن ۱۷۹ھ کو پیش آیا، جب خلیفہ رشید رمضان کے مہینے میں عمرے کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوا تھا۔ اوراس کا یہ عمرہ ولید بن طریف تغلبی خارجی کے قتل ہونے کے شکرانے میں تھا، پس اس سال اس نے رمضان کے مہینے میں عمرہ کیا اور پھر حج تک مدینے میں مقیم رہا اور بعد ازاں حج بھی ادا کیا۔ اسی سال امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ محدث جلیل کا بھی وصال ہوا تھا۔ [13]

عباسی خلیفہ ہارون رشید کا نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح متصل ہوتا ہے:

ابو جعفر ہارون الرشید بن محمد مہدی بن ابو جعفر عبد اللہ منصور بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعے جناب عبد المطلب رضی اللہ عنہ پر نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے، لیکن یہ نسب جناب موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے نسب سے افضل نہیں ہے، کیونکہ انہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اسی لیے جب خلیفہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چچا کے بیٹے کہہ کر مخاطب کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے نسب کا اظہار فرمایا، جس پر اُسے اقرار کیے بغیر چارہ نہ تھا۔

---

[13] نهاية الارب في فنون الادب ، للشيخ النويري ، ۲۲/ ۹۲-۹۴ ، ملخصاً .

اس واقعہ سے ایک پہلو یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ رشید کو بارگاہ رسالت میں سلام پیش کرنے کا طریقہ سکھا رہے تھے کہ اس جناب کریم میں سلام عرض کرنے میں رشتوں کو نہیں بلکہ احترام و آداب کو ملحوظ رکھ کر سلام کیا جائے، اور خود قرآن مجید نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے وقت القابات نبوت و رسالت کو بیان فرمایا، نیز صحابہ کرام کا بھی یہی معمول تھا کہ وہ "یارسول اللہ، یاحبیب اللہ، نبی رسول اللہ، ایسے کلمات کا استعمال فرماتے تھے، چنانچہ خود سیّدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کون آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہوگا لیکن وہ بھی کلام کرتے وقت انہیں متذکرہ کلمات کا استعمال فرماتے تھے۔

لہٰذا جہاں اس واقعے میں خلیفہ رشید کی خِفّت اور امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی برجستگی سے دنداں شکن جواب کا معاملہ ظاہر ہو رہا ہے وہیں اس میں آداب رسالت کی تعلیمات بھی آشکار ہو رہی ہیں، اور یہ بارگاہ تو ایسی ہے کہ جس کے احترام کا ذکر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے قرآن مجید میں فرمایا، صالحین اُمت، اولیائے زمانہ نے نسبی و کسبی ہر شرافت کے حامل ہونے کے باوجود بھی اس مقام کے لیے قولاً و فعلاً اس شعر کا مصداق ظاہر کیا۔۔ چنانچہ عزت بخاری کہتے ہیں:۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں ، اَز عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید ، جنید و بایزید اینجا

باغ فدک کی حدود اور ہارون الرشید کی افسردگی

شیخ زمخشری معتزلی "ربیع الابرار" میں اور شیخ ابن حمدون "التذکرۃ الحمدونیۃ" میں لکھتے ہیں:

كان الرشيد يقول لموسى الكاظم بن جعفر: يا أبا الحسن خُذْ فَدَكَ حتى أرُدَّها إليك ، فيأبى ، حتى ألحَّ عليه فقال : لا آخُذُها إلا بِحُدُوْدِها ، قال : وما حدودها ؟ قال : يا أمير المؤمنين أن حدَّدْتُها لم تَرُدَّها ، قال : بحقّ جدِّك إلا فعلتَ ، قال : أما الحدُّ الأول فعدَن ، فتغيَّر وجهُ الرَّشيد وقال : هيه ، قال : والحدُّ الثاني سَمرقَنْد ، فأربَدَّ وجهُهُ ، قال : والحدُّ الثالث أفريقيَّة ، فأسودَّ وجهُهُ وقال : هيه ، قال : والرابع سِيفُ البَحْر مما يلي الخَزَر وأُرْمِينِية ، قال الرشيد : فلم يبق لنا شيء فتَحوَّلَ في مجْلِسي ، قال موسى:قد أعْلَمْتُك أنّي إن حدَدْتُها لم تَرُدَّهَا .[14]

ترجمہ: خلیفہ رشید نے ایک مرتبہ موسیٰ کاظم بن جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابوالحسن! فدک لے لو، میں اسے تمہیں واپس دلوا دیتا ہوں۔ پس آپ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا لیکن جب خلیفہ نے بہت زیادہ

---

14 ربيع الابرار ونصوص الاخبار ، للشيخ الزمخشري ، الباب التاسع ، البلاد والديار ، ١/ ٢٥٩ ، الرقم ٦١ . و التذكرة الحمدونية ، للابن حمدون ، ٩/ ٢٨٩ ، الرقم ٥٥٠ .

اصرار کیا تو آپ نے فرمایا: میں اسے مکمل حدود کے بغیر نہیں لوں گا، خلیفہ نے کہا: اس کی حدود کہاں تک ہے؟ آپ نے فرمایا: اے امیر المومنین! اگر میں نے اس کی حدود متعین کر دی تو آپ مجھے نہیں دیں گے۔ اس پر خلیفہ نے کہا: مجھے آپ کے جداعلیٰ کی قسم! ضرور دوں گا (یا آپ کو جداعلیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم! ضرور بیان کریں)۔ آپ نے فرمایا: اس کی پہلی سمت مقام عدن تک ہے۔ یہ سنتے ہی خلیفہ رشید کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا اور کہنے لگا مزید بیان کریں؟ آپ نے فرمایا: دوسری سمت مقام سمرقند تک ہے۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا، پھر آپ نے فرمایا: اس کی تیسری سمت افریقہ تک ہے۔ یہ سن کر اسکے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں، لیکن ساتھ ہی اس نے کہا: مزید بیان کریں؟ آپ نے فرمایا: چوتھی سمت سیف البحر کے اس مقام تک ہے جو خزر اور آرمینیہ سے متصل ہے۔ اس پر رشید نے کہا: آپ نے ہمارے لیے تو کچھ چھوڑا ہی نہیں۔ یہ کہہ کر مجلس سے اُٹھا تو جناب موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ اگر میں نے اس کی حدود متعین کر دی تو آپ نہیں لوٹائیں گے۔

امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ کی حاضر جوابی

حجّ الرشيدُ فلقيهُ موسى بن جعفر على بَغْلَةٍ ، فقال له الرشيد : مثلك في حَسَبك وشرفك وتقدُّمِك يلقاني على بغلة ؟ فقال: تطأطأتْ عن خُيَلاءِ الخَيْلِ ، وارتفعتْ عن دَنَاءةِ العَيْرِ ، وخَيْرُ الأُمُوْرِ أوْسَطُهَا۔[15]

ترجمہ: خلیفہ رشید نے حج کیا تو اس دوران موسی بن جعفر رضی اللہ عنہ نے خچر پر سوار ہو کر اُس سے ملاقات کی، اس پر رشید نے کہا: آپ جیسے حسب ونسب اور مقام ومرتبے والا شخص مجھ سے ملاقات کرنے کے لیے خچر پر سوار ہو کر آیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (یہ خچر) گھوڑے سے پست اور گدھے کی کمتری سے بلند ہے ،اور بہتر معاملہ بھی درمیان کا ہوتا ہے۔

اَولادِ رسول کون؟

سَألَ الرَّشيدُ موسىَ بن جعفر فقال : لِمَ زَعَمْتُم أنَّكم أقربُ إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم مِنَّا ؟ فقال : يا أمير المؤمنين ، لو أنَّ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم أُنشِرَ فخطب إليك

15 لى التذكرة الحمدونية ، للابن حمدون ، ٧/ ١٧٣ ، الرقم ٨١٣ .

كَرِيْمَتَكَ أَكُنْتَ تُجِيْبُه ؟ فقال : سبحانَ الله ، وكنت أَفْتَخِرُ بذلك على العجم والعرب ؛ فقال : لكنَّه لا يَخطبُ إليَّ ولا أُزَوِّجُهُ لأنَّه وَلَدَنا ولم يَلِدْكُمْ .[16]

ترجمہ: ایک مرتبہ رشید نے موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: آپ لوگوں کو یہ گمان کیوں ہے کہ آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری نسبت زیادہ قریب ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیر المومنین! اگر آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے اور تمہاری بیٹی کے لیے رشتے کا پیغام بھیجتے تو کیا تم قبول کرتے؟ اس نے کہا: سبحان اللہ! بلکہ میں تو اس بات پر عرب وعجم میں فخر کرتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جانب رشتے کا پیغام نہیں بھیجتے اور نہ ہم شادی کرتے، کیونکہ انہوں نے ہمیں پیدا کیا ہے (ہم اُن کی اولاد ہیں) تم لوگوں کو نہیں (اسی لیے تم انکی اولاد نہیں، پس جب اولاد نہیں تو رشتہ بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں، اسی لیے اولاد سے ایسا رشتہ نہیں ہو سکتا، اور اولاد ہی اپنے والدین کے زیادہ قریب بھی ہوتی ہے)۔

---

[16] التذكرة الحمدونية، للابن حمدون، ٧/ ١٨٠، الرقم ٨٣٤ .

امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ کی نسب سادات پر رشید سے گفتگو

اسی طرح ایک موقع پر خلیفہ ہارون الرشید نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

آپ رضی اللہ عنہ حضرات کیوں کہتے ہیں کہ آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہیں، حالانکہ آپ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہیں؟ اس کے جواب میں آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی:

{ وَمِن ذُرِّيَّتِهِۦ دَاوُۥدَ وَسُلَيْمَـٰنَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَـٰرُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِى ٱلْمُحْسِنِينَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ ٱلصَّـٰلِحِينَ ۝ }. وَلَيْسَ لَهُ أب . وَأَيْضًا قَالَ تَعَالَى : { فَقُلْ تَعَالَوْا۟ نَدْعُ أَبْنَآءَنَا وَأَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ ٱللَّهِ عَلَى ٱلْكَـٰذِبِينَ ۝ }. وَلَم يدع النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم عِنْد مباهلته النَّصَارَى غير عَلِيّ وَفَاطِمَة وَالْحسن وَالْحُسَيْن رَضِي الله عَنْهُم فَكَانَ الْحسن وَالْحُسَيْن هما الْأَبْنَاء .[17]

ترجمہ: [اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسی اور ہارون کو، اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو، اور

17 الصواعق المحرقة ، للابن حجر المكي ، الصفحة ۵۵۳ .

زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو، یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں۔(المائدہ، آیت ۸۵،۸۴)]اور آپ رضی اللہ عنہ فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام کے والد ہی نہیں تھے (پھر کیسے انہیں اولاد ابراہیمی میں شمار کیا گیا؟ صرف ان کی والدہ مریم کے نسب کی وجہ سے)۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا:

[تو اُن سے فرما دو، آؤ ہم تم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے، اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں، اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں، پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔(آل عمران، آیت ۶۱)]۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں سے مباہلہ کے وقت، علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کے علاوہ کسی کو شامل نہیں کیا تھا تو حسن و حسین (اس آیت کی روشنی میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہوئے (اور ہم اُن کی اولاد ہیں)۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ اور قلوب انسانی کی امامت

امام عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ "الکواکب الدریۃ" میں اور امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ "الصواعق المحرقہ" میں لکھتے ہیں:

قَالَ لَهُ الرَّشِيْدُ حِيْنَ رَآهُ جَالِساً عِنْدَ الْكَعْبَةِ: أَنْتَ الَّذِي تُبَايِعُكَ النَّاسُ سِرًّا فَقَالَ : أَنَا إِمَامُ الْقُلُوبِ وَأَنتَ إِمَامُ الْجُسُوْمِ.[18]

18 ل الصواعق المحرقة، للمكي، الصفحة ٥٥٦ . و الكواكب الدرية، للمناوي، ١/ ٤٦٢

ترجمہ: ایک مرتبہ خلیفہ رشید نے آپ رضی اللہ عنہ کو خانہ کعبہ کے نزدیک (لوگوں کے جھرمٹ میں) بیٹھے ہوئے دیکھا تو کہنے لگا: آپ لوگوں سے چھپ کر بیعت لے رہے ہیں، تو آپ نے فرمایا: تم صرف جسموں کی حاکم ہو، جبکہ میں دلوں کا بھی امام ہوں۔

یہ بات اگرچہ آپ رضی اللہ عنہ نے برجستہ اور خلیفہ رشید کو لاجواب کرنے کے لیے فرمائی تھی، کیونکہ اس نے جس طرح کا اعتراض کیا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے ویسا ہی برجستہ جواب ارشاد فرمایا، لیکن اس بات میں کوئی مبالغہ آرائی یا خود نمائی نہیں، بلکہ واقعی اللہ تعالیٰ عزوجل کی جانب سے اپنے منتخب بندوں کو مقام محبوبیت پر فائز ہونے کی وجہ سے قلوب انسانیت کی حکمرانی عطا کر دی جاتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا مقام تو بہت بلند ہے، آپ رضی اللہ عنہ اولادوں میں کئی پشتوں بعد پیدا ہونے والے سیّد الاولیاء شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو ربّ کریم نے یہ منصب عطا فرمایا تھا کہ انسانی دلوں کو جیسے چاہتے تھے پھیر دیا کرتے تھے، جیسا کہ امام شطنوفی رحمۃ اللہ علیہ کی "بھجۃ الاسرار" اور دیگر معتبر کتب میں سند صحیح کے ساتھ منقول ہے۔ نیز اولیاء اللہ کا یہ تصرف دراصل عطائے خداوندی ہی سے ہوتا ہے جیسا کہ مشہور حدیث قدسی "بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ الخ" میں بھی اسی جانب اشارہ موجود ہے، جس کی وضاحت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے "تفسیر کبیر" میں رقم فرمائی، جو قابل مطالعہ ہے۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے "مستند ملفوظات"

(1) المعروف لا يفكّه إلا المكافاة أو الشكر ، وقال : قلة الشكر تُزهِّد في اصطناع المعروف .[ل19]

ترجمہ: بھلائی کا بدلہ بھلائی یا شکر ہی سے ادا ہوتا ہے، اور فرمایا: شکر کی کمی بھلائی کے کاموں سے دُور کر دیتی ہے۔

(2) المعروف غلٌّ لا يفكُّهُ إلا المكافأة أو الشكر.[ل20]

ترجمہ: بھلائی (احسان) ایسا بوجھ ہے، جسے بھلائی یا شکر کے ساتھ ہی اُتارا جا سکتا ہے۔

(3) ما تسابّ اثنان إلا انحطّ الأعلى إلى رتبة الأسفل .[ل21]

ترجمہ: جب بھی دو لوگ باہم گالی گلوچ کرتے ہیں تو اُن میں سے اعلیٰ مرتبے کا حامل بھی گھٹیا مرتبے کا بن جاتا ہے۔

(4) إذا صحبت رجلاً وكان موافقاً لك ، ثم غاب عنك ، فلقيته ، فاضطرب تجلبك عليه ، فارجع إلى نفسك ، فانظر

ل19 نهاية الارب في فنون الادب ، للشيخ النويري ، باب في الشكر والثناء ، ٣/ ٢٣٣.

ل20 التذكرة الحمدونية ، للابن حدون ، ٤/ ٨٤ ، الرقم ٢٢٤ .

ل21 نهاية الارب في فنون الادب ، للشيخ النويري ، ذكر شيء من الحكم ، ٨/ ١٤١ .

فإن كنت اعوججت فتُب ، وإن كنت مستقيماً فاعلم أنه ترك الطريق ، وقف عند ذلك ، ولا تقطع منه حتى يستبين لك إن شاء الله تعالى .[22]

ترجمہ: اگر تم کسی شخص کی صحبت اختیار کرو اور وہ بھی تمہیں موافق آئے ، پھر کچھ عرصے کے لیے نہ ملے ،بعد ازاں جب تم اُس سے ملو اور تمہارے اندر اس کے حوالے سے اِضطراب پیدا ہو جائے ،تو پہلے اپنے آپ کو دیکھو، اگر خود میں کمی پاؤ تو اس سے توبہ کرو (یعنی کمی دور کرو)، اور اگر تم خود کو درست سمجھتے ہو تو جان لو کہ اُس شخص نے راستہ بدل لیا ہے ،لہٰذا انتظار کرو اور اس سے قطع تعلقی نہ کرو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تمہارے لیے راستہ پیدا فرما دے۔

(5) اتّقِ العدوَّ ، وكُن من الصّديق على حذر ، فإنّ القلوب إنما سمّيت قلوباً لِتَقَلُّبِهَا.[23]

ترجمہ: دشمن سے ضرور سے بچو، لیکن دوستوں سے بھی ہوشیار رہو، کہ دلوں کو اسی وجہ سے "قلوب" کہا جاتا ہے کہ وہ بدلتے رہتے ہیں۔

---

[22] الطبقات الكبرى ، للشعراني ، ترجمة موسى الكاظم ، الصفحة ٧٢ .

[23] بهجة المجالس وأنس المجالس ، للابن عبد البر ، باب الصديق و العدو، ٢/ ٦٩١ .

(6) إذا تغيّر صاحبك عليك ، فاعْلَم أن ذلك من ذنبٍ أحدثته ، فتُب إلى الله من كلّ ذنبٍ ، يستقيم لك وُدّه .[24]

ترجمہ: جب تیرا دوست تجھ سے برگشتہ ہو جائے تو جان لے کہ ایسا کسی گناہ کی وجہ سے ہوا ہے ، پس اللہ کی بارگاہ میں ہر گناہ سے توبہ کرو تا کہ وہ تمہارے لیے اسکی محبت (دوبارہ دلوں میں) پیدا فرما دے۔

(7) مَنْ لَكَ بِأخِيكَ كلّه ، لا تَستَقْصِ عَلَيْه فتَبْقَى بلا أخٍ .[25]

ترجمہ: جس کے ہاتھ میں اپنے بھائی کا معاملہ آئے تو اس پر اتنی سختی نہ کرے ، کہ کہیں بغیر بھائی کے (تنہا) رہ جائے۔

یعنی اگر کبھی اپنے بھائی اور دوست کا معاملہ تمہارے اختیار میں آ جائے تو اتنی سختی و تنگی مت کرنا کہ دوستی ہی ختم ہو جائے اور تمہیں تنہا رہنا پڑے۔

(8) خير إخوانك المعين لك على دهرك ، وشرهم من لك بسوق يومه .[26]

---

[24] فيض القدير شرح الجامع الصغير ، للمناوي ، ٥/ ٤٣٨ ، تحت الرقم ٧٨٧٩ .

[25] بهجة المجالس ، للابن عبد البر ، باب جامع متخير في الاخوان ، ٢/ ٧٠٥ . والآداب الشرعية والمنح المرعية ، للمقدسي ، فصل ماجاء عن الاخوان ، ١/ ٣٢١ .

[26] الصداقة والصديق ، للابي حيان التوحيدي ، ١/ ٢٥٦ .

ترجمہ: تمہارے بہترین دوست وہ ہیں، جو ہمیشہ تمہارے معاون رہیں اور بُرے دوست وہ ہیں جو بازار کے ایک دن کے ساتھی ہوں (خوشی دیکھی تو ساتھ، اور غم و پریشانی میں دیکھا تو غائب)۔

(9) مَنْ لم يجِدْ للإسَاءةِ مِضَضاً ، لم يكُنْ لِلإحْسَان عِنْدهِ مَوْقِعٌ . [127]

ترجمہ: جو شخص بُرائی کو ناگوار نہیں سمجھتا، اُس کے نزدیک احسان کی قدر بھی نہیں ہو گی۔

(10) وَجَدْتُ عِلْمَ النَّاس في أربع : أوّلها أن تعرف ربّك ، والثانية أن تعرف ما صَنَع بك ، والثالثة أن تعرف ما أراد بك ، والرابعة أن تعرف ما يخرجك من ذنبك . [128]

ترجمہ: میں نے لوگوں (کی فلاح) کا علم چار چیزوں میں منحصر پایا۔ اُن میں سے پہلی بات یہ ہے: تجھے اپنے ربّ کی معرفت حاصل ہو جائے، دوسری بات یہ ہے: تو خود پر اس کی نعمتوں کو جان لے (تاکہ ان کا شکر ادا کرے)، تیسری بات یہ ہے: تو اس بات کو جان لے کہ وہ تجھ سے

---

127 التذكرة الحمدونية ، للابن حمدون ، ١/ ٢٧٥ ، الرقم ٧١٢ .

128 التذكرة الحمدونية ، للابن حمدون ، ١/ ١١٢ ، الرقم ٢٢٤ .

چاہتا کیا ہے (یعنی کن فرائض کو اس نے تجھ پر لازم کیا ہے جن کی ادائیگی سے تجھے ثواب دیا جائے گا)، چوتھی بات یہ ہے: تو اُس چیز سے باخبر ہو جائے کہ تیرا کون سا گناہ تجھے اس سے دُور کرنے والا ہے (یعنی گناہوں کی اس قدر معرفت حاصل کرلے جس کے ذریعے اُن سے بچا جاسکے)۔

امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ کی مانگی ہوئی دعائیں

يَا رَبِّ عَظُمَ الذَّنْبُ مِنْ عَبْدِكَ ، فَلْيَحْسُنِ الْعَفْوُ مِنْ عِنْدِكَ .[129]

ترجمہ: اے میرے ربّ! تیرے بندے کے گناہ بڑھ گئے ہیں، اب تو اپنی بخشش کی خیرات سے احسان فرما۔

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی دعا میں یہ الفاظ زائد ذکر کیے ہیں:

عَظُمَ الذَّنْبُ مِنْ عَبْدِكَ ، فَلْيَحْسُنِ الْعَفْوُ مِنْ عِنْدِكَ يَا أَهْلَ التَّقْوَى وَ يَا أَهْلَ المغْفِرَة .[130]

ترجمہ: تیرے بندے کے گناہ بڑھ گئے ہیں، اب تو اپنی بخشش کی خیرات سے احسان فرما۔ اے بزرگی والے، اے بخشنے والے۔

---

129 ربيع الابرار ، للزمخشري ، الباب التاسع والعشرون ، ذكر الله ، ٢/ ٣٥٤ ، الرقم ٢٠ .

130 تاريخ بغداد ، للامام خطيب البغدادي ، ١٥/ ١٤ .

اَللّٰهُمَّ أَفْرِغْنِي لما شَغَلْتَنِي لَهُ ، وَلَا تَشْغِلْنِي بِمَا تَكَفَّلْتَ لِي بِه ، يَا رَبَّ العَالَمِيْنَ .[31]

ترجمہ: اے میرے پرودگار! مجھے اپنی بندگی کے لیے فراغت نصیب فرما اور اُن کاموں کے لیے مہلت نہ دے جنہیں مجھے دینے کا تو ذِمہ دار ہے (یعنی رزق)، اے تمام جہانوں کے ربّ۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے منسوب تصانیف

تصنیف وتالیف کسی شخصیت کی معرفت اور علمی رسوخ پر دلالت کے اہم اسباب میں سے ایک ہے، اسی لیے اہل علم کے یہاں کتابوں کو بہت اہمیت دی جاتی ہے، لیکن یہ اُصول ہر ایک پر علی الاطلاق نافذ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ بہت سے حضرات ایسے بھی گزرے ہیں جو ائمہ کرام کے نزدیک مسلم تھے، لیکن اس کے باوجود یا تو انہوں نے تحریر کی جانب توجہ نہیں فرمائی، یا ان کی تصانیف مرورِ زمانہ کے سبب مفقود ہو گئیں، یا انہیں کسی سبب سے لکھنے کا موقع ہی میسر نہیں آسکا، البتہ ان سے منقول علم کا تسلسل تلامذہ ومستفیدین سے منتقل ہوتا رہا۔ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی شخصیت بھی کچھ ایسی تھی کہ اوّلاً تو انہیں خلفائے وقت نے چین سے زندگی بسر کرنے ہی نہ دی کہ وہ

---

[31] محاضرات الأدباء ومحاورات الشعراء والبلغاء ، للشيخ راغب الاصبهاني ، باب الاذان ، ما جاء في الادعية ،٤٠/ ٤٧٣ .

کسی مسند علم کو باقاعدہ آراستہ کرتے، طمانیت کے ساتھ علوم اَجداد کے خزینے کو اوراق وصحائف پر منتقل کرتے اور اُمت مسلمہ کے لیے اسرار ورُموز کے ذخائر کا ورثہ یادگار چھوڑتے۔ دوسری جانب آپ کے عنفوان شباب کے بعد کا اکثر زمانہ قید وبند اور سیاسی صعوبتوں میں گزرا، جہاں ایسے کسی اقدام کی سبیل ہی نہیں تھی۔ لہٰذا یہ وہ اسباب ووجوہات ہیں جن کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ تصنیف وتالیف کے لیے توجہ نہیں فرما سکے۔

بایں ہمہ آپ کی شخصیت اپنے تعارف ومقام کے لیے کسی کتاب وتحریر کی محتاج نہیں، کیونکہ سورج اگرچہ مکمل طلوع نہ بھی ہوا ہو پھر بھی اس کی تمازت اپنا احساس کرواہی دیتی ہے۔ اسی طرح امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو اگرچہ درس وتدریس اور تحریر وتالیف کا موقع تو میسر نہیں آسکا لیکن آپ رضی اللہ عنہ سے قید وبند یا دیگر مراحل حیات میں کسی نہ کسی طرح اکتساب علم کرنے والے حضرات وائمہ نے جو خزانہ آپ کے توسط سے نقل فرمایا اور جس طور پر انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں علم کی فروانی کا مشاہدہ کیا وہ باتیں آج بھی زندہ وجاوید شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے آپ رضی اللہ عنہ کو کسبی علوم کے علاوہ وہبی علوم سے بھی نوازا تھا۔

بہرکیف آپ رضی اللہ عنہ کی کسی تصنیف کا ذکر ہماری تلاش کے دائرے میں نہیں آسکا، البتہ آپ سے منسوب "مسند" کا ذکر ائمہ کرام نے کیا ہے لیکن وہ بھی بنیادی طور پر آپ رضی اللہ عنہ کی تصنیف نہیں، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث کا مجموعہ ہے۔ چنانچہ امام ابو بکر شافعی متوفی ۳۵۴ھ کی "جزء مسند موسیٰ بن جعفر" ہماری معلومات

کے مطابق امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ پر ہونے والی اہل سنت کی جانب سے پہلی کاوش ہے، اس جزء مسند کی متصل اَسانید کئی ائمہ کرام سے منقول ہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ "المعجم المفہرس" میں اپنی سند کے ساتھ "جزء مسند موسیٰ بن جعفر" کا تذکرہ کرتے ہیں:

مُسْند مُوسَى بن جَعْفَر بن مُحَمَّد بن عَليّ ابْن الْحُسَيْن بن عَلِيّ عَن أَبِيه عَن آبَائِهِ . أخبرنَا أَبُو الْعَبَّاس بن الْعِزّ الْمَقْدِسِي فِي كِتَابه عَن يحيى ابْن مُحَمَّد بن سعد ، أَنبأَنَا جَعْفَر بن عَلِيّ مشافهة ، أَنبأَنَا السلَفِي ، أَنبأَنَا أَبُو بكر الطريثيثي ، أَنبأَنَا الْحسن بن شُجَاع ، أَنبأَنَا أَبُو بكر الشَّافِعِي ، أَنبأَنَا مُحَمَّد بن خلف بن إِبْرَاهِيم الْمروزِي ، أَنبأَنَا مُوسَى بن جَعْفَر بِهِ .[32]

امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی سند میں محمد بن خلف بن ابراہیم مروزی ہیں ، جو امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، لیکن دیگر اسانید میں محمد بن خلف اپنے شیخ موسیٰ بن ابراہیم مروزی سے اور وہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

چنانچہ شیخ محمد بن سلیمان رودانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۹۴ھ "صلۃ الخلف بموصول السلف" میں لکھتے ہیں:

---

[32] المعجم المفهرس أو تجريد أسانيد الكتب المشهورة والأجزاء المنثورة ، للعسقلاني ، الصفحة ١٤٣ ، الرقم ٥١٤ .

مسند أبي محمد موسى بن جعفر الكاظم ، به الى السلفي ، عن أبي بكر محمد بن علي الطريثيثي ، عن الحسن بن شجاع الصوفي ، عن أبي بكر محمد بن عبد الله ابن عبدوية ، عن محمد بن خلف المروزي ، عن موسي بن ابراهيم المروزي عنه .[33]

شیخ حاجی خلیفہ نے "کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون" میں بھی موسیٰ بن ابراہیم کی سند کو ہی ذکر کیا ہے۔[34]

راقم کے خیال میں یہی بات زیادہ درست ہے کہ موسیٰ بن ابراہیم مروزی رحمۃ اللہ علیہ نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کیں اور پھر محمد بن خلف نے ان سے استفادہ کیا، چنانچہ امام سلامہ قضاعی رحمۃ اللہ علیہ کی "مسند شہاب"، امام مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کی "الترغیب فی الدعاء" اور امام قوام السنۃ رحمۃ اللہ علیہ کی "الحجہ" میں اسی سند سے احادیث مذکور ہیں، جنہیں ہم نے سند و متن کے ساتھ کتاب ہذا میں نقل کر دیا ہے۔

کیونکہ محمد بن خلف دراصل محمد بن خلف بن عبدالسلام ہیں، اور امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ان کا وصال ۲۸۱ھ میں ہوا تو قرین قیاس یہی ہے کہ انہوں نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا اور نہ ہی ان سے ملاقات و استفادہ ہوا، جبکہ موسیٰ بن ابراہیم مروزی دراصل ابو عمران موسیٰ بن ابراہیم بغدادی ہیں، ان کے

33ل صلة الخلف بموصول السلف ، للشيخ الروداني ، باب الميم ، الصفحة ٣٦٣ .

34ل كشف الظنون ، للشيخ حاجي خليفة ، الصفحة ١٦٨٢ .

بارے میں خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والوں میں سے ہیں، جیسا کہ ماقبل تلامذہ کے ذیل میں اس پر مختصر کلام گزر چکا۔

اور تاریخ بغداد میں محمد بن خلف کے تذکرے میں انہیں موسیٰ بن ابراہیم کے تلامذہ میں لکھا گیا ہے تو واضح ہوا کہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو عبارت ذکر کی ہے اس میں کتابت یا سہو کی وجہ سے "محمد بن خلف بن ابراہیم" لکھا گیا ہے ورنہ صحیح "محمد بن خلف عن موسیٰ بن ابراہیم" ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ محمد بن خلف کے دادا کا نام عبد السلام ہے، ابراہیم نہیں اور درست محمد بن خلف بن عبد السلام ہے، پس اس قرینہ کی وجہ سے امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ عبارت میں معمولی ترمیم سے معاملہ درست ہو جاتا ہے۔ اہل تشیع کے محقق شیخ محمد آل یاسین نے "مسند امام موسیٰ بن جعفر" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> انہوں نے ابو عمران موسیٰ بن ابراہیم مروزی کی مسند کو دار الکتب الظاہریہ دمشق کے مخطوطات میں ملاحظہ کیا ہے۔ لیکن ان کا گمان ہے کہ یہ ابو المحاسن عمر بن علی قرشی متوفی ۵۷۵ھ کے خط سے لکھی ہوئی مذکورہ مسند سے منتخب شدہ احادیث کا مجموعہ ہے، جسے موصوف نے الکافی، تاریخ بغداد، تہذیب طوسی وغیرہ میں مروی احادیث سے جمع کیا ہے، ملخصاً۔[135]

135۔ الامام موسی بن جعفر، للشیخ محمد حسن آل یاسین، الصفحۃ ۱۴۸۔

یہاں شیعی محقق کو تسامح ہوا ہے، چنانچہ دار الکتب الظاہریہ، دمشق کی جس "مسند موسیٰ" کی وہ بات کر رہے ہیں، اُس کا مخطوط بحمد اللہ راقم کو دستیاب ہو گیا اور یہ ابو المحاسن عمر بن علی المذکور کی نہیں، بلکہ امام ابو بکر محمد بن عبد اللہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۵۴ھ کی تالیف ہے، جسے انہوں نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن خلف بن عبد السلام اور انہوں نے موسیٰ بن ابراہیم مروزی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ شیعی محقق کو یہ سہو شاید اس لیے لاحق ہوا کہ انہوں نے مخطوط کے اخیر میں واضح پڑھے جانے والے ناموں میں سے ایک نام ابو المحاسن عمر بن علی دمشقی دیکھ لیا جسے انہوں نے ابو المحاسن عمر بن علی قرشی، متوفی ۵۷۵ھ ذکر کیا، اسی وجہ سے وہ گمان کر بیٹھے کہ یہی اس جزء کے ناقل اور انتخاب کرنے والے ہیں، حالانکہ ورقہ ۵۷ پر ائمہ کرام کی اس نسخے کی "سماعات وملاحظات" کا ذکر ہے، جس میں سے ایک متذکرہ ابو المحاسن ہیں، البتہ اس سماعات میں زیادہ تر کی سند سماع ابو المکارم بادرائی سے ہے، جو جزء مسند کی ابتداء میں بصراحت مذکور بھی ہیں۔

خدا کرے کوئی عرب محقق اس جزء کو مع سماعات وملاحظات کے اصل نسخے سے تقابل کر کے شائع کر دے تو بہت سی مفید معلومات حاصل ہو سکیں گی۔ ابھی تک کی معلومات کے مطابق اسی جزء کی تفصیلات واضح ہیں، اور اسکے علاوہ راقم الحروف کی مرتب کردہ مسند امام کاظم رضی اللہ عنہ جسے ایک ہزار سال کے بعد ترتیب دیا گیا ہے تو اس طرح پہلی کاوش امام ابو بکر شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اور دوسری راقم کے حصے میں آئی۔ وللہ الحمد

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے دست مبارک کی ایک تحریر

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی کسی تصنیف کا وجود تو نہیں پایا جاتا، البتہ آپ کے مقدس ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک تحریر کا ذکر باقی رہ گیا، چنانچہ امام ابو شامہ رحمۃ اللہ علیہ "عیون الروضتین" میں لکھتے ہیں:

وَكَانَ أصل الْمُوَطَّأ بسماع الرشيد على مَالك رَحْمَة الله عَلَيْهِ فِي خزانَة الْكتب المصرية فَإِن كَانَ قد حصل بالخزانة الناصرية فَهُوَ بركَة عَظِيمَة ومنقبة كَرِيمَة وذخيرة قديمَة وَإِلَّا فليلتمس وَكَذَلِكَ خطّ مُوسَى بن جَعْفَر فِي فتيا الْمَأْمُون رحمهمَا الله كَانَ أَيْضا فِيهَا وَهُوَ مِمَّا يتبرك بِمثلِهِ وَيعلم بِهِ فضل الْعلم لَا خلا الْمولى أبقاه الله من فَضله .[36]

ترجمہ: اور (امام مالک کی مشہور کتاب) موطا کا اصل نسخہ جسے خلیفہ رشید نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سنا تھا، وہ خزانۃ الکتب المصریۃ میں موجود ہے، اور یہ نسخہ خزانہ ناصریہ سے لیا گیا۔ پس یہ عظیم برکت، بڑی خوشی اور قدیم ذخائر میں سے ہے، تمہیں چاہیے کہ اسے تلاش کرو، اور اسی طرح موسیٰ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا وہ فتویٰ جو مامون کو دیا

36ـ عيون الروضتين في أخبار الدولتين النورية والصلاحية ، للابي شامة ، دخلت سنة سبع و سبعين وخمسمائة ، فصل توجه السلطان الى الاسكندرية ، ٣/ ٦١ .

گیا تھا، وہ بھی اسی ذخیرے میں موجود ہے۔ پس یہ اُن آثار میں سے ہیں جن سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے، اہل علم ان کی فضیلت کو جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے فضل سے انہیں باقی رکھے۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی اولاد

شیخ ابن حزم اندلسی نے "جمہرۃ انساب العرب" میں امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے صرف اُن کے نام درج کیے ہیں جن سے مزید نسل چلی، بقیہ کے نام ذکر نہیں کیے، اسی طرح ناموں کے ساتھ جزوی تفصیل اور اولاد کی تعداد بھی بیان کی ہے، ہم اُن میں سے صرف اسمائے گرامی کا ذکر کریں گے، چنانچہ۔۔

١.	علي الرضا	٢.	زيد النار	٣.	إبراهيم
٤.	حمزة	٥.	هارون	٦.	عبد الله
٧.	حسن	٨.	إسماعيل	٩.	جعفر
١٠.	محمّد	١١.	حسن	١٢.	إسحاق
١٣.	عبيد الله	١٤.	عبّاس .[37]		

شیخ ابن حزم نے "حسن" دو صاحبزادوں کے نام وضاحت کے ساتھ الگ الگ ذکر کیے ہیں، ممکن ہے کہ ایک ہی نام کے دو الگ صاحبزادے ہوں، یا پھر حسین

37 ل جمهرة انساب العرب ، لابن حزم الاندلسي ، الصفحة ٦١/ ٦٢ .

نام کے بجائے حسن تحریر ہو گیا ہو، لیکن ابن حزم کی مذکورہ کتاب کے محقق نے بھی حسین کو حاشیہ میں غلط لکھ کر حسن نام کی ہی تصویب کی ہے۔ البتہ خواجہ محمد پارسا اور دیگر حضرات نے جن صاحب نسل فرزندوں کا ذکر کیا ہے اس میں حسین بن موسیٰ ہے اور ہمارے نزدیک بھی یہی صحیح تر ہے۔

امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "سیر اعلام النبلاء" میں لکھتے ہیں:

آپ رضی اللہ عنہ کی تمام تر اولاد باندیوں سے پیدا ہوئی، جن میں سے کچھ یہ ہیں:

١.	علي الرضا	٢.	عباس	٣.	اسماعيل
٤.	جعفر	٥.	هارون	٦.	حسن
٧.	أحمد	٨.	محمد	٩.	عبيدالله
١٠.	حمزة	١١.	زيد	١٢.	إسحاق
١٣.	عبدالله	١٤.	حسين	١٥.	فضل
١٦.	سليمان .				

یہ تمام بیٹے ہیں، ان کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کی بیٹیاں بھی تھیں، جن کا تفصیلی ذکر زبیر (بن بکار) رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب النسب" میں کیا ہے۔[138]

شیخ ابن حزم نے چونکہ صرف صاحب نسل اولاد کا ذکر کیا تھا اسی لیے ان کی تعداد چودہ بیان ہوئی، نیز ان چودہ ناموں کا ذکر خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ کی "فصل

[138] سیر اعلام النبلاء ، للذهبي ، الترجمة موسى الكاظم ١١٨ ، ٦/ ٢٧٤ .

الخطاب" میں بھی ہے، جبکہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے غالباً مطلق بیٹوں کے نام درج کیے ہیں تو اس میں چار نام ایسے ہیں جو شیخ ابن حزم کے یہاں مذکور نہیں، اور وہ یہ ہیں:

١. أحمد ٢. حسين ٣. فضل

٤. سليمان

خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے "فصل الخطاب" میں جن ناموں کو ان دونوں حضرات سے زائد ذکر کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

١. عبد الرحمن ٢. عقيل ٣. قاسم

٤. يحيى ٥. داود

نیز دو بیٹیوں کے نام بھی ذکر کیے ہیں جو یہ ہیں:

١. آمنة ٢. فاطمة .[39ل]

اب ہم مطلقاً شہزادگان کے اسمائے گرامی کو ان متذکرہ حضرات کی فراہم کردہ تفصیلات کی روشنی میں حروف تہجی کے مطابق درج کریں گے تاکہ بیٹوں کے نام ایک ساتھ مرتب ہو جائیں، اور اخیر میں دونوں بیٹیوں کے نام بھی لکھے گے۔

١. إبراهيم ٢. أحمد ٣. إسحاق

٤. إسماعيل ٥. جعفر ٦. حسن

٧. حسين ٨. حمزة ٩. داود

39ل فصل الخطاب بوصل الاحباب ، للشيخ محمد پارسا ، الصفحة ٤٣١ .

۱۰. زید النار ۱۱. سلیمان ۱۲. عبّاس

۱۳. عبد الرحمن ۱٤. عبد الله ۱۵. عبید الله

۱٦. عقیل ۱۷. علي الرضا ۱۸. قاسم

۱۹. فضل ۲۰. محمّد ۲۱. هارون

۲۲. یحیی ۲۳. آمنة ۲٤، فاطمة

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی اولاد کی کل تعداد

اہل سنت کے یہاں امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے "الصواعق المحرقہ" میں کل تعداد چھتیس ۳٦، امام ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے "البدایہ والنہایہ" میں چالیس ۴۰، جبکہ خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۹ بیان کی ہے جس میں ۳۷ بیٹیاں اور ۲۲ بیٹے شامل ہیں۔ ہمارے نزدیک امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ تعداد قرین قیاس ہے، جبکہ خواجہ پارسا رحمۃ اللہ علیہ کی تعداد کسی یقینی دلیل کی محتاج ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹوں میں سے اکثر کے اسمائے گرامی ذکر ہو چکے، البتہ بیٹیوں کے اسماء نہیں مل سکے، کیونکہ زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ کی جس "النسب" کا حوالہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابن حزم نے دیا ہے وہ ہمارے زمانے میں "جمھرۃ نسب قریش واخبارھا" کے نام سے دار الکتب العلمیہ نے دو جلدوں میں شائع کی ہے، لیکن اس میں امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی اولاد کا کوئی تذکرہ موجود نہیں، بلکہ پوری کتاب میں آپ کا نام ہی صرف دو یا تین مقامات پر آیا ہے، اور ایسا اس لیے واقع ہوا کہ زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ کی

"النسب" اَب مکمل طور پر شاید ہی موجود ہو، محقق کو بھی اس کے جو مخطوط مل سکے وہ تمام ہی ناقص تھے اور ناقص ہی کو شائع کیا گیا۔ چنانچہ اس کتاب کا اکثر حصہ ضائع ہو گیا، یا پھر اَوراق کے سمندر میں غرق کسی قدردان کا منتظر ہے، لہٰذا جس قدر مواد میسر آسکا ان کی روشنی میں ماقبل اسمائے گرامی مذکور ہو چکے۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی اولاد، اہل تشیع کے مصادر کی روشنی میں

اہل تشیع کے یہاں بھی آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد کی تعداد اور اسمائے گرامی میں اختلاف پایا جاتا ہے، چنانچہ شیخ محمد حسن آل یاسین نے اپنی کتاب میں شیعوں کی مستند کتب مثلاً بحار الانوار، مناقب شہر بن آشوب، الارشاد، عمدۃ المطالب وغیرہ کی روشنی میں تحقیق کے بعد بیٹوں کی تعداد ۲۳ درج کی ہے جن میں ہماری متذکرہ فہرست کے علاوہ ایک اور بیٹے ابراہیم کا بھی ذکر کیا ہے۔

١. ابراهيم (الاكبر أو الاصغر).[140]

اسی طرح شیخ باقر شریف قرشی نے مشہد مقدس کاظمیہ سے شائع ہونے والی تحقیقی کتاب میں آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کے اسمائے گرامی کی تعداد بائیس لکھی ہے، لیکن ان میں ہمارے مرتب کردہ اور شیخ محمد حسن آل یاسین کے ذکر کردہ ناموں کے علاوہ درج ذیل اسماء مذکور ہے۔

---

140 الامام موسى بن جعفر، للشيخ آل ياسين، الصفحة ٢١-٢٢.

١.	عون	٢.	ادريس	٣.	شمس
٤.	شرف الدين	٥.	صالح		

نیز انہوں نے چار بیٹیوں کے نام بھی درج کیے ہیں جو یہ ہیں:

١.	آمنة	٢.	حكيمة	٣.	فاطمة
٤.	فاطمة الصغرى .[141]				

شیخ یحیی بن محمد المعروف ابن طباطبا متوفی ۴۷۸ھ نے "ابناء الامام فی مصر و الشام، الحسن والحسین" میں امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی اولاد اور آگے نسل کی تفصیلات کو شیعی مصادر کی روشنی میں جامعیت کے ساتھ مرتب کیا ہے، یہ کتاب پہلی مرتبہ مکتبہ جل المعرفہ الریاض سے ۲۰۰۴ء سے شائع ہوئی، اس میں امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی اولاد کی تعداد دیگر شیعی مصادر سے مختلف اور زیادہ، نیز چارٹ کی صورتوں میں مرتب کی گئی ہے، جس سے استفادے میں آسانی ہے۔

---

141 حياة الامام موسى بن جعفر ، للشيخ باقر القرشي ، ٢/ ٣٧٥-٤٤٠ .

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی پہلی گرفتاری

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا زمانہ سیاسی سازباز سے بھرپور تھا، اس میں چہار جانب سے سیاسی محاذ آرائیاں عروج پر تھیں، ان امور کا لازمی نتیجہ تھا کہ اہل بیت کرام کو خلفائے وقت نے سخت نگاہوں میں رکھا، خود امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی تمام زندگی ایسے مراحل سے نبرد آزما رہی، لیکن آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کر جانے کے بعد جب عباسی خلافت کو بلاد اسلامیہ پر کامل تسلط مل گیا تو ابو جعفر منصور اور پھر اس کے بعد والوں نے اپنے بیگانے کسی کو بھی نہ چھوڑا، ایسے میں اہل بیت کی جانب عوام کا ہجوم اور خلق خدا کا مرجع ہونا بھلا خلفائے وقت کیسے نظر انداز کر سکتے تھے۔ اسی لیے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے جس سیاسی ماحول کا سامنا کیا وہ زیادہ مشکل وصعوبت انگیز تھا۔ بہر حال ابو جعفر منصور کی حکومت میں تو امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حکمرانوں کی نظروں میں رہے لیکن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ غالباً جواں سال اور گوشہ نشیں ہونے کی وجہ سے ان کے ترجیحی اہداف میں نہ رہے۔

لیکن ۱۴۸ھ میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ان کی جانشینی کے منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے اس خاموش فضا میں ہیجان پیدا ہوا اور ماحول نے کروٹیں بدلنا شروع کیں، گوناگوں مصائب وفتن نے منصور کو تو اس جانب زیادہ مہلت نہ دی، مگر مہدی نے اپنے خلافت کے آغاز میں ہی اس اَمر کی جانب پیش قدمی کی اور امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی پہلی گرفتاری عمل میں آئی۔

چنانچہ قریب قیاس یہی ہے کہ مہدی نے اقتدار میں آنے کے بعد امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو قید کروایا اور یہ زمانہ ۱۵۸ھ تا ۱۶۹ھ کے مابین کا ہے، کیونکہ عباسی خلیفہ ابو عبد اللہ مہدی بن خلیفہ ابو جعفر عبد اللہ منصور ۱۲۶ھ میں پیدا ہوا، اپنے باپ کے بعد مسند خلافت پر متمکن ہوا، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "دول الاسلام" میں اس کی مسند نشینی کا سال ۱۵۸ھ لکھا ہے [42] نیز ۱۶۹ھ میں اس کا انتقال ہوا، اس حساب سے اسکی مدت خلافت دس سال اور چند مہینے بنتی ہے اور امام کاظم رضی اللہ عنہ کی پہلی گرفتاری اسی مدت خلافت کے دوران واقع ہوئی۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مہدی نے بغداد بلایا، آپ رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لے گئے تو اس نے قید کر دیا۔ اس قید و بند میں آپ رضی اللہ عنہ کتنا عرصہ رہے اس کا تعین تو نہیں ہو سکا، البتہ اس قید سے خلاصی کا واقعہ مشہور ہے۔ چنانچہ امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ایک رات مہدی نے خواب میں سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی زیارت کی، آپ رضی اللہ عنہ خواب میں اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ [43]

---

[42] دول الاسلام، للذهبي، ١/ ١٤٧.

[43] سورة محمد: ٤٧/ ٢٢.

ترجمہ: تو کیا تمہارے یہ انداز نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔

یہ خواب دیکھتے ہی مہدی بیدار ہو گیا اور اس نے ربیع کو حکم دیا کہ موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو قید خانے سے لے کر آؤ، پس ربیع انہیں لے آیا تو مہدی نے اُٹھ کر انہیں سینے سے لگایا اور ماتھے پر بوسہ دیا اور کہنے لگا: میں نے ابھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خواب میں یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے۔ لہٰذا اَب آپ مجھے صرف اس بات کی ضمانت دے دیں کہ میرے یا میری اولاد کے خلاف خروج نہیں کریں گے ؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ایسا کرنے والا نہیں ہوں اور نہ ہی یہ بات مجھے شایاں ہے۔ اس پر مہدی نے کہنے لگا: آپ نے سچ کہا، پھر اس نے ربیع کو حکم دیا کہ تین ہزار دینار انہیں دے کر مدینہ منورہ روانہ کر دو، چنانچہ اس نے صبح ہونے سے پہلے ہی آپ رضی اللہ عنہ کو تین ہزار دینار دے کر مدینہ منورہ کی جانب روانہ کر دیا۔[144]

یہ عباسی خلیفہ کی جانب سے آپ رضی اللہ عنہ کو پہلی بار قید اور پھر آزاد کرنے کا واقعہ تھا۔ اس کے بعد اکثر ائمہ کرام نے ہارون الرشید کی جانب سے قید کیے جانے کا ذکر کیا ہے۔ لیکن امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ ہادی کی جانب سے پہلی بار قید کیے جانے کا لکھا اور متذکرہ واقعہ کو مہدی کے بجائے خلیفہ ابو محمد موسیٰ المعروف ہادی کے لیے ذکر کیا ہے۔ ہادی کی خلافت کا آغاز خلیفہ مہدی کے ۱۶۹ھ میں انتقال کر جانے

144۔ تهذيب الكمال، للمزي، ۲۹/ ٤٩. و تاريخ بغداد، للخطيب البغدادي، ۱۵/ ۱۸.

کے بعد شروع اور ۱۷۰ھ میں اس کی وفات پر ختم ہوتا ہے، چنانچہ امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ "الصواعق المحرقہ" میں لکھتے ہیں:

كَانَ مُوسَى الْهَادِي حَبَسَهُ أَوَّلاً ثُمَّ أطلَقَهُ لِأَنَّهُ رَأى عَلِيًّا رَضِي اللہ عَنهُ يَقُول لَهُ :{فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ } فَانتَبه وَعَرَفَ أَنَّهُ الْمُرَادُ فَأَطْلَقَهُ لَيْلًا.[145]

ترجمہ: ہادی نے موسیٰ کو پہلی مرتبہ قید کروایا اور پھر چھوڑ دیا، کیونکہ اس نے خواب میں دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے فرما رہے ہیں: [تو کیا تمہارے یہ انداز نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو۔] تو وہ ڈر کر بیدار ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اشارہ سمجھ گیا، چنانچہ اس نے رات ہی کو انہیں آزاد کر دیا۔

امام ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ کے علاوہ ہمیں کسی اور کا قول نہیں مل سکا کہ ہادی نے آپ رضی اللہ عنہ کو قید کروایا تھا، جمہور علمائے سیرت و تاریخ نے خلیفہ مہدی کی جانب سے پہلی مرتبہ قید کیے جانے کا ذکر کیا ہے اور اس دور کے تاریخی حالات بھی اسی جانب

145ل الصواعق المحرقة ، للابن حجر المكي ، الباب الحادي عشر ، الصفحة ٥٥٥ .

دلالت کرتے ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ خلیفہ مہدی کی مدت خلافت دس سال پر محیط رہی جس میں اُسے ایسے اقدامات کا بھرپور موقع میسر آیا تھا۔ نیز امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے کسی فوجی مہم اور لشکر کشی کی تیاری نہیں کر رکھی تھی کہ خلیفہ کو فی الفور کوئی اقدام کرنا پڑتا، بلکہ سازشی عناصر نے اس طویل دور حکومت میں اس کے کان بھرے جس کی وجہ سے اس نے بالآخر آپ رضی اللہ عنہ کو بلا کر گرفتار کروایا۔

لیکن اس کے برعکس خلیفہ ہادی کو ایسی کسی عجلت کی مہلت ہی نہیں مل سکی، کیونکہ ایک سال کے عرصے میں اسے زندیقیوں کے فتنے، حسین بن علی کا ظہور اور جنگ، حمزہ بن مالک خارجی کی بغاوت، رُومیوں سے معرکہ آرائی ایسے معاملات نے گھیر رکھا تھا، پھر خود خلافت کی چپقلش اس پر مستزاد تھی کیونکہ ہارون الرشید کو اپنے بعد خلافت سے دستبردار کرنے اور اپنے بیٹے جعفر کو ولی عہد مقرر کرنے کے فسادات نے بھی اسے خارجی اور غیر اہم عوامل کی جانب متوجہ کرنے سے باز رکھا تھا۔ پس یہ وہ قرائن ہیں جن کی بدولت اندازہ ہوتا ہے کہ خلیفہ مہدی ہی نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو پہلی مرتبہ قید کیا تھا اور خلیفہ ہادی کی جانب سے قید کا عمل نہیں ہوا۔ لہٰذا امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ ہادی کا ذکر سہو کی بنا پر کر دیا، جمہور علماء کے نزدیک زیادہ صحیح خلیفہ مہدی کی جانب سے قید ہے۔ واللہ اعلم

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی دوسری گرفتاری

بہر حال جب خلیفہ ہادی کا انتقال ہوا تو عباسی خلافت کی مشہور شخصیت ہارون الرشید کو منصب خلافت پر بٹھایا گیا، اس کی تخت نشینی کا سال ۱۷۰ھ ربیع الاول ہے۔ اس کے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو قید کرنے کے بارے میں تو سب ہی ائمہ کا اتفاق ہے البتہ عبارات سے مترشح ہوتا ہے کہ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو دو مرتبہ قید کیا تھا، کیونکہ ایک مرتبے کی قید سے آزاد کیے جانے کی صراحت بعض علمائے کرام کی عبارات میں موجود ہے، جبکہ دوسری مرتبہ کی وہ قید جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے وصال فرمایا، اس آخری قید کا سن اور تفصیل کتب ائمہ میں موجود اور تمام ہی کے یہاں تسلیم شدہ ہے۔

لیکن رشید کی جانب سے پہلی گرفتاری کب عمل میں آئی اس کا تذکرہ نہیں کیا گیا، حالانکہ اس قید سے آزادی کا ذکر بہت سے مؤرخین وائمہ نے تحریر کیا ہے، پس ہم اس اَمر کی تلاش میں امام ابن تغری بردی رحمۃ اللہ علیہ کی "النجوم الزاہرۃ" تک جا پہنچے، جہاں انہوں نے سن ۱۷۳ھ کے تحت لکھا ہے:

وفيها حج الرشيد بالناس ولما عاد أخذ معه موسى بن جعفر بن محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب وحبسه إلى أن مات.[146]

146۔ النجوم الزاهرة، للشيخ ابن تغري بردي، ۲/۹۱.

ترجمہ: اس سال رشید نے لوگوں کے ساتھ حج کیا اور واپسی میں موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابو طالب کو قید کرتا ہوا لے آیا اور وصال تک اپنے پاس ہی قید رکھا۔

امام ابن تغری بردی رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ رشید کے پانچ سفر حج کا تذکرہ لکھا ہے جو بالترتیب ۱۷۰ھ، ۱۷۳ھ، ۱۸۶ھ، ۱۸۸ھ ہیں۔ ان میں ۱۷۹ھ کے سفر حج کو عمرے کے ذیل میں لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حج قران تھا۔

وفيها اعتمر الرشيد في رمضان ودام على إحرامه إلى أن حج ومشى من بيوت مكة إلى عرفات.[147]

ترجمہ: اس سال رشید نے رمضان کے مہینے میں عمرہ کیا اور احرام کو زمانہ حج تک باندھے رکھا اور اس حج کے دوران وہ مکہ مکرمہ کے مقامات سے عرفات تک پیدل گیا۔

امام تغری بردی رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان اس جانب ہے کہ خلیفہ رشید نے سن ۱۷۳ھ میں جو حج کیا اس سے فراغت کے بعد ہی امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لیا تھا اور پھر وصال تک نہیں چھوڑا۔ اسی لیے انہوں نے ہارون رشید کے سن ۱۷۹ھ کے عمرے اور حج کی تفصیل تو ذکر کی، لیکن اس میں قید کا ذکر نہیں کیا کیونکہ آپ کے نزدیک اس دوران امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ پہلے ہی سے بغداد میں قید تھے۔ پس اگر یہ وجہ مان لی

147ل النجوم الزاهرة، للشيخ ابن تغري بردي، ۲/ ۱۲۵.

جائے تو رشید کی جانب سے ایک ہی بار کی گرفتاری عیاں ہوتی ہے اور یوں امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قید کا دورانیہ دس طویل سالوں پر محیط ہو جاتا ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک زیادہ صحیح وہی بات ہے جسے جمہور ائمہ کی تصریح اور تاریخی شواہد کی تائید حاصل ہے، وہ یہ ہے کہ رشید نے آپ رضی اللہ عنہ کو دو مرتبہ قید کیا تھا، ان میں سے ایک سے آزادی ملی تھی جبکہ دوسری قید ہی میں وصال فرمایا اور یہاں امام تغری بردی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۷۳ھ کی جس قید کا ذکر کیا ہے یہ رشید کی جانب سے پہلی قید تھی لیکن اس کا تسلسل وصال تک محیط نہیں رہا بلکہ رہائی ہو گئی تھی۔ عین ممکن ہے کہ امام موصوف کو رہائی کے بارے میں علم نہ ہو سکا یا پھر آپ کا موقف ہی یہی ہو۔

اس قید سے رہا ہونے کے بارے میں چند دلائل درج ذیل ہیں۔ چنانچہ امام عبد اللہ یافعی مکی "مرآۃ الجنان" میں، امام ابن عماد حنبلی "شذرات الذہب" میں، امام دمیری "حیاۃ الحیوان" اور خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہم "فصل الخطاب" میں لکھتے ہیں:

> ہارون الرشید نے جب امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو قید کیا تو اس دوران خواب میں امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا، آپ کے ہاتھ میں نیزہ تھا اور فرما رہے تھے کہ اگر تم نے موسیٰ کو رہا نہیں کیا تو میں اسی سے تمہیں ذبح کر دوں گا۔ پس اس نے بیدار ہو کر انہیں آزاد کر دیا اور تیس ہزار درہم بھی ہمراہ کیے۔[148]

148۔ اس کی تخریج اگلے حاشیہ میں درج ہے۔

بعض ائمہ کرام نے "حسین" کی جگہ کسی "حبشی" شخص کو دیکھنے کا ذکر کیا ہے لیکن درست حسین ہے، شاید کتابت کی غلطی سے الفاظ بدل گئے ہیں، بہر حال اس واقعے کی تائید یوں بھی ہوتی ہے کہ خود موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے موسیٰ! ظلماً قید کیے گئے ہو، یہ کلمات کہو، تو آج کی رات قید خانے میں نہ گزرے گی:

يَا سَامِعَ كُلِّ صَوْتٍ ، يَا سَائِقَ الفَوْتِ ، يَا كَاسِيَ العِظَامِ لَحْماً وَ مُنْشِزَهَا بَعْدَ الموْتِ ، أَسْأَلُكَ بِأَسْمَائِكَ الحُسْنَى ، وَ بِاسْمِكَ الأَعْظَمِ الأَكْبَرِ المخْزُوْنِ المكْنُوْنِ الَّذِيْ لَم يَطَّلِعْ عَلَيْهِ أَحَدٌ مِنَ المخْلُوْقِيْنَ ، يَا حَلِيْماً ذَا أَنَاةٍ ، يَا ذَا المعْرُوْفِ الَّذِيْ لا يَنْقَطِعُ أَبَداً وَلا يُحْصَى عَدَداً فَرِّجْ عَنِّيْ . [49]

یہ سبب خلیفہ مہدی والے واقعے سے بالکل جدا ہے جس میں خلیفہ کو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی تھی اور اسی کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا گیا، نیز اس واقعے میں ایک جانب امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور دعا تعلیم کیے جانے کا ذکر ہے، جبکہ اسی رات خواب میں خلیفہ ہارون رشید کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت

---

49 شذرات الذهب ، للابن العماد ، ٢/ ٣٧٧ . و فصل الخطاب بوصل الاحباب ، للشيخ خواجه محمد پارسا ، الصفحة ٤٣١ . و مرآة الجنان ، لليافعي المكي ، ١/ ٣٠٦ . و حياة الحيوان ، للدميري ، ١/ ٤٣٢ .

اور تنبیہ کرنے کا تذکرہ ہے۔ البتہ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قید کے لیے بحوالہ مسعودی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہی زیارت کا ذکر کیا ہے کہ آپ نے ہارون کے خواب میں آکر متذکرہ بات فرمائی تھی۔ واللہ اعلم

پس خواب کی شخصیت میں اگرچہ اختلاف ہے، لیکن دونوں ائمہ کے نزدیک اس کے بعد ہارون رشید کی جانب سے آزاد کرنے کا ذکر موجود ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہارون الرشید کی جانب سے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی یہ پہلی اور مطلقاً خلفائے عباسیہ کی جانب سے دوسری قید تھی اور اس قید کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو رہا کر دیا گیا، اس قید کا زمانہ ۱۷۳ھ سے ۱۷۹ھ کے مابین ہے۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی تیسری گرفتاری

اسکے بعد سن ۱۷۹ھ میں جب خلیفہ ہارون الرشید نے حج و عمرے کا سفر کیا تو اس دوران واپسی میں امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو قید کر لیا اور امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق یہ قید بصرہ کے حاکم عیسیٰ بن جعفر بن منصور کے یہاں ہوئی اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو ایک سال تک قید میں رکھا، بعد ازاں رشید کو خط لکھا کہ کسی اور کو یہ ذمہ داری سونپ دے ورنہ میں انہیں آزاد کر دوں گا، تب رشید نے سندی بن شاہک کو یہ ذمہ داری سونپی، اور غالباً وہی انہیں اپنے ساتھ بغداد لایا، پھر وصال تک یہیں محبوس رکھا۔

اس سفر کی نوعیت میں ائمہ کرام نے اختلاف کیا ہے، چنانچہ بعض نے کہا کہ جب رشید رمضان ۱۷۹ھ میں عمرہ سے واپس لوٹ رہا تھا تو مدینہ منورہ میں حاضری کے

دوران سلام والے واقعے کے بعد امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو قید کیا، یہ امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور امام جمال الدین مزی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، جبکہ اکثر ائمہ کرام نے اسی سال سفر حج سے واپسی کے موقع پر بارگاہ نبوی میں سلام والے واقعے اور آپ رضی اللہ عنہ کے قید کیے جانے کا ذکر کیا ہے، یہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مؤرخین کا قول ہے۔

چنانچہ ہمارے نزدیک ان دونوں واقعات میں زیادہ اختلاف نہیں ہے، کیونکہ خلیفہ رشید نے رمضان کے مہینے میں عمرہ ادا کیا اور پھر امام تغری بردی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق حج کے زمانے تک احرام باندھے رکھا اور اسی احرام سے حج ادا کیا جو حج قران تھا، جبکہ دیگر بعض ائمہ نے کہا کہ عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ آگیا اور پھر یہاں سے دوبارہ حج کے لیے گیا اور حج سے واپسی پر بغداد کے لیے روانہ ہوا تو امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو قید کرتے ہوئے ساتھ لے گیا۔ لہٰذا حج اور عمرے کے دونوں سفروں میں اتحاد اور قربت کی وجہ سے راویوں میں سے بعض نے عمرے اور بعض نے حج کا ذکر کیا ہے۔ بہر حال اس مرتبہ کی گرفتاری کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو بغداد میں قید کر دیا گیا اور اسی پانچ سالہ قید کے دوران آپ رضی اللہ عنہ نے وصال فرمایا۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو قید کیوں کیا گیا؟

امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الاسلام" میں لکھتے ہیں:

ولعل الرشيد ما حبسه إلا لقولته تلك: السلام عليك يا أبه.

فإن الخلفاء لا يحتملون مثل هذا.[50]

ترجمہ: رشید نے آپ رضی اللہ عنہ کو اس قول یعنی "اے میرے بابا! آپ پر سلام ہو" کی وجہ سے قید کروایا تھا، کیونکہ خلفاء اپنے سامنے ایسی باتوں کو گوارا نہیں کرتے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کا ایک سبب سلام والا واقعہ ذکر کیا ہے جسے ہم ماقبل تفصیل سے درج کر چکے ہیں کہ مزار نبوی پر ہارون الرشید نے "اے اللہ کے رسول! اے میرے چچا کے بیٹے" کہہ کر سلام پیش کیا اور اس کا مقصد آس پاس کے لوگوں پر اپنی فضیلت جتانا تھا، اسی اثناء میں امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے "اے میرے بابا! آپ پر سلام ہو" عرض کیا تو رشید کا منہ اُتر گیا تھا۔ یہی واقعے آپ رضی اللہ عنہ کے قید کیے جانے کا سبب بنا۔

ہمیں اس میں قدرے تامل ہے کیونکہ یہ واقعہ صرف ایک مرتبہ کی گرفتاری کا سبب بنا تھا، جبکہ ہم ماقبل ذکر کر چکے ہیں کہ ایک مرتبہ خلیفہ مہدی کی جانب سے،

50ل تاريخ الاسلام، للذهبي، ١٢/ ٤١٨.

اور ۱۷۳ھ میں خود رشید کی جانب سے آپ رضی اللہ عنہ کو قید کیا جا چکا تھا، اُن دو گرفتاریوں کا سبب یہ سلام والا واقعہ نہیں تھا، کیونکہ یہ تو سن ۱۷۹ھ میں رونما ہوا۔ لہٰذا یہ واقعہ صرف اس آخری گرفتاری کا سبب ہے جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے وصال فرمایا، اس سے قبل کی گرفتاریاں سیاست، دشمنی یا دیگر امور کی وجہ سے واقع ہوئی تھیں۔ واللہ اعلم

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا جیل سے ہارون کو لکھ گیا سحر انگیز خط

آپ رضی اللہ عنہ نے قید کے دوران خلیفہ ہارون رشید کو نصیحت کرنے کے لیے خط تحریر کیا، جس کا مضمون اپنی جاذبیت اور اثر آفرینی میں بے مثال ہے، اسے بہت سے ائمہ کرام نے نقل کیا ہے، اکثر نے اسے بلا سند ذکر کیا ہے جبکہ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "المنتظم فی تاریخ الملوک والامم" میں اپنی سند متصل سے لکھا ہے۔ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

إِنَّهُ لَنْ يَنْقَضِيَ عَنِّي يَوْمٌ مِنَ الْبَلَاءِ ، إِلَّا انْقَضَى عَنْكَ مَعَهُ يَوْمٌ مِنَ الرَّخَاءِ ، حَتَّى نُفْضِيَ جَمِيعاً إِلَى يَوْمٍ لَيْسَ لَهُ انْقِضَاءٌ ، يَخْسَرُ فِيهِ الْمُبْطِلُوْنَ .[151]

---

[151] سير اعلام النبلاء، للذهبي ، ٦/ ٢٧٣ . و البداية والنهاية ، للابن كثير ، ١٣/ ٦٢٤ . و تهذيب الكمال ، للمزي ، ٢٩/ ٥٠ . و تاريخ بغداد ، للخطيب البغدادي ، ١٥/ ١٩ . و الكامل في التاريخ ، للابن الاثير الجزري ، الصفحة ٨٧٥ . و المنتظم في تاريخ الملوك والامم ، للابن الجوزي ، ٩/ ٨٨ . و تاريخ الاسلام ، للذهبي ، ١٢/ ٤١٨ .

ترجمہ: بے شک میری اس آزمائش کا جو بھی دن کٹ رہا ہے، وہ تمہاری عیش و عشرت سے بھی ایک دن کاٹ رہا ہے، یہاں تک کہ ہم دونوں ایک ایسے دن تک پہنچ جائیں گے جو کبھی ختم نہیں ہو گا، اُس دن خسارے میں وہ لوگ ہوں گے، جو باطل پر ہیں۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے قید خانے میں معمولات

جب ابو الحسن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو سندی بن شاہک کے پاس قید میں رکھا گیا، اس نے اپنی دیندار بہن سے ان کی نگرانی کرنے کے لیے کہا تو وہ رضامند ہو گئی، چنانچہ وہ کہتی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا قید خانے میں یہ معمول تھا:

كَانَ إِذَا صَلَّى العَتَمَةَ ، حَمِدَ اللهَ ، وَمَجَّدَهُ ، وَدَعَاهُ ، فَلَمْ يَزَلْ كَذَلِكَ حَتَّى يَزُولَ اللَّيْلُ ، فَإِذَا زَالَ اللَّيْلُ ، قَامَ يُصَلِّي ، حَتَّى يُصَلِّيَ الصُّبحَ ، ثُمَّ يَذْكُرُ قَلِيلاً حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ، ثُمَّ يَقْعُدُ إِلَى ارْتِفاعِ الضُّحَى ، ثُمَّ يَتَهَيَّأُ ، وَيَسْتَاكُ ، وَيأْكُلُ ، ثُمَّ يرقُدُ إِلَى قَبْلِ الزَّوَالِ ، ثُمَّ يَتَوَضَّأُ ، وَ يُصَلِّي حَتَّى يُصَلِّيَ العَصْرَ ، ثُمَّ يَذْكُرُ فِي القِبلَةِ حَتَّى يُصَلِّيَ المَغرِبَ ، ثُمَّ يُصَلِّي مَا بَيْنَ المَغْرِبِ إِلَى العَتَمَةِ . [152]

ترجمہ: جب عشاء کی نماز پڑھ لیتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور دعا میں مشغول ہو جاتے حتیٰ کہ ساری رات اسی عالم میں گزر جاتی، پھر رات

---

152 تهذيب الكمال للمزي ، ٢٩/ ٥٠ .

کے آخری حصے میں کھڑے ہو کر فجر تک نماز پڑھتے رہتے، پھر فجر کی نماز ادا کرتے اور طلوع شمس تک ذکر میں مصروف ہو جاتے، پھر چاشت کے وقت تک بیٹھے رہتے، بعد ازاں اُٹھ کر مسواک کرتے اور کچھ تناول فرماتے، پھر زوال سے کچھ پہلے تک آرام کرتے، اس کے بعد اُٹھ کر وضو کرتے اور ظہر سے عصر تک نماز میں مشغول رہتے، عصر سے مغرب کے مابین قبلہ کی جانب متوجہ ہو کر ذکر کرتے، پھر مغرب سے عشاء تک نماز میں مشغول ہو جاتے۔ یہ آپ رضی اللہ عنہ کا معمول تھا۔ سندی کی بہن جب کبھی آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھتی تو کہتی: وہ لوگ برباد ہوں جنہوں نے اس نیکو کار بندے کو قید کیا ہے۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی شہادت

تاریخ ورجال کے ماہرین کے نزدیک امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا وصال ۲۵ رجب المرجب سن ۱۸۳ھ میں بغداد میں بحالت قید ہوا، اس وقت آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ رشید کی قید میں تھے۔ چنانچہ اس سال وصال فرمانے پر اہل سنت کا اتفاق ہے۔ ان میں سے کچھ ائمہ نے سال کے ساتھ ماہ اور تاریخ کو ذکر کیا ہے، جبکہ باقی اکثر نے صرف سال کو ذکر کیا ہے۔ ہم ذیل میں طوالت سے بچنے کے لیے تمام کی عبارات کو نقل کرنے کے بجائے صرف نام اور موقف پر اکتفاء کر رہے ہیں، البتہ تمام کے حوالہ جات کو حواشی میں لکھ دیا گیا ہے، تاکہ اہل علم کے لیے مراجعت میں سہولت رہے۔

۱۔ **۲۵ رجب المرجب، ۱۸۳ھ:**

اس قول کو امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ بغداد" میں،[53] امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "صفوۃ الصفوۃ" میں،[54] امام ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے "البدایہ والنہایۃ" رحمۃ اللہ علیہ میں،[55] امام جمال الدین مزی رحمۃ اللہ علیہ نے "تہذیب الکمال" میں،[56] امام ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے "وفیات الاعیان"[57] میں ذکر کیا ہے۔

۲۔ **رجب المرجب، ۱۸۳ھ:**

اس قول کو امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "تہذیب التہذیب" میں،[58] امام مجد الدین ابو السعادات ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "المختار" میں،[59] امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ الاسلام" اور "سیر اعلام النبلاء"[60] میں ذکر کیا ہے۔

---

53 تاریخ بغداد ، للخطيب البغدادي ، ١٥/ ٢٠ .

54 صفوة الصفوة ، للجوزي ، ٢/ ١٨٧ .

55 البداية والنهاية ، للابن كثير الدمشقي ، ١٣/ ٦٢٤ .

56 تهذيب الكمال للمزي ، ٢٩/ ٥١ .

57 وفيات الاعيان للابن خلكان ، ٥/ ٣١٠ .

58 تهذيب التهذيب للعسقلاني ، ٤/ ١٧٣ .

59 المختار من مناقب الاخيار للمجد الدين ابن الاثير ، ٥/ ٧٩ .

60 تاريخ الاسلام ، للذهبي ، ١٢/ ٤١٩ . و سير اعلام النبلاء ، للذهبي ، ٦/ ٢٧٤ .

۳۔ **سن ۱۸۳ھ :**

اس قول کو امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "میزان الاعتدال"[61]، "الکاشف"[62] اور "العبر فی خبر من غبر"[63] میں، امام ابو المحاسن محمد بن علوی حسینی رحمۃ اللہ علیہ نے "التذکرۃ" میں،[64] امام ابن عماد حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے "شذرات الذہب" میں،[65] امام یافعی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے "مرآۃ الجنان و عبرۃ الیقظان" میں،[66] امام عزالدین ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ نے "الکامل فی التاریخ"[67] میں ذکر کیا ہے۔

۴۔ **سن ۱۸۶ھ :**

اسے اہل سنت میں سے امام ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے "وفیات الاعیان" میں[68]، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ الاسلام" میں،[69] اور امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ

61ل ميزان الاعتدال للذهبي ، ٤/ ٢٠٢ .

62ل الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة ، للذهبي ، ٢/ ٣٠٣ .

63ل العبر في خبر من غبر ، للذهبي ، ١/ ٢٢١ .

64ل التذكرة بمعرفة رجال الكتب العشرة ، للحسيني ، الصفحة ١٧٢٩ ، الرقم ٦٩٢٦

65ل التذكرة بمعرفة رجال الكتب العشرة ، للحسيني ، الصفحة ١٧٢٩ ، الرقم ٦٩٢٦

66ل مرآة الجنان ، لليافعي المكي ، ١/ ٣٠٦ .

67ل الكامل في التاريخ ، للابن الاثير الجزري ، ٨٧٤ ، سنة ثلاث و ثمانين ومائة .

68ل وفيات الاعيان للابن خلكان ، ٥/ ٣١٠ .

بغداد" میں [70] کمزور قول کی صورت میں بیان کیا ہے اس کے علاوہ کسی اور مصدر سے اس کی تائید نہیں مل سکی۔

البتہ اہل تشیع کے یہاں بحار الانوار، مروج الذہب اور مناقب شہر آشوب وغیرہ سے اس قول کو ذکر کیا جاتا ہے، جن کی تفصیل متعلقہ مقامات پر درج ہے۔ لیکن اہل تشیع کی اُمہات کتب اور مناقب و سوانح کی عامہ کتب میں جمہور اہل سنت کے مطابق ۲۵ رجب المرجب ۱۸۳ھ کے قول کو ہی ترجیح دی گئی ہے۔

۵۔ رجب المرجب، ۱۸۷ھ :

اسے امام کمال الدین دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے "حیاۃ الحیوان" میں ذکر کیا ہے۔ [71]

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب

آپ رضی اللہ عنہ عرصہ دراز تک خلیفہ ہارون الرشید کی قید میں تکالیف برداشت کرتے رہے، حتیٰ کہ اُسی دوران واصل بحق ہوئے، اس وفات کا سبب کیا تھا، اکثر علمائے کرام نے اس کا ذکر نہیں کیا، لیکن بعض کے نزدیک آپ رضی اللہ عنہ کو قید خانے میں زہر دیا گیا تھا جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کیا۔

=

69 ۔ تاريخ الاسلام ، للذهبي ، ١٢/ ٤١٩ .

70 ۔ تاريخ بغداد ، للخطيب البغدادي ، ١٥/ ٢٠ .

71 ۔ حياة الحيوان ، للدميري ، ١/ ٤٣٢ .

چنانچہ امام ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے "وفیات الاعیان"[172] میں، امام کمال الدین دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے "حیاۃ الحیوان" میں [173] اور پھر امام ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "الصواعق المحرقہ"[174] میں لکھا:

> ہارون الرشید کی جانب سے سندی بن شاہک کو ذمہ داری سونپنے کے ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ وہ انہیں ہلاک کر دے۔ چنانچہ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو کھانے یا کھجوروں میں زہر ملا کر دیا جسے کھانے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان میں اس قدر زائد ہے کہ اس زہر کو کھانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ تین دن تک تکلیف میں رہے اور پھر آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔

بہر حال یہ وہی شہادت ہے جو اس خاندان کے ساتھ ابتداء سے منسلک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی زہر آلود کھانے سے شہید ہو کر تشریف لے گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہ، آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے امام علی الرضا رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سے حضرات اسی طرح شہادت سے سرفراز ہوئے۔

---

172 وفيات الاعيان، للابن خلكان، ٥/ ٣١٠.

173 حياة الحيوان، للدميري، ١/ ٤٣٢.

174 الصواعق المحرقة، للابن حجر المكي، الصفحة ٥٥٥.

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی تدفین "مشہد کاظمیہ"

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے سندی بن شاہک کے پوتے ابراہیم بن عبد السلام بن سندی بن شاہک سے نقل کرتے ہیں:

کہ موسیٰ بن جعفر اُس کے یہاں قید تھے، پس جب ان کا وصال ہوا تو اس نے کرخ کے شیوخ کو بلوایا اور انہیں آپ رضی اللہ عنہ کی موت کی تصدیق کروائی، بعد ازاں "مقابر شونیزین" میں تدفین کی گئی۔[175]

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "سیر اعلام النبلاء" میں اتنا مزید لکھا ہے

آپ رضی اللہ عنہ کا عظیم مقبرہ بغداد میں مشہور ہے، اسی جگہ بعد میں آپ رضی اللہ عنہ کے پوتے محمد الجواد (بن امام علی الرضا رضی اللہ عنہ) کی تدفین ہوئی۔

جبکہ امام ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے "وفیات الاعیان" میں مزید لکھا:

آپ رضی اللہ عنہ کی قبر اُس مقام پر (بغداد میں) مشہور ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے اور اس پر عظیم مقبرہ بھی تعمیر کیا گیا ہے جس میں سونے چاندی کی قنادیل اور بیش قیمتی اقسام کے سامان و فرش موجود ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا مزار جانب غرب میں واقع ہے۔

175ل تاریخ بغداد، للخطیب البغدادي، ١٥/ ١٩-٢٠ . و سیر اعلام النبلاء، للذهبي، ٦/ ٢٧٤ . و وفیات الاعیان، للابن خلکان، ٥/ ٣١٠ .

اب بغداد کا یہ علاقہ "کاظمیہ" کے نام سے دنیا بھر میں معروف ہے، اسے مشہد کاظمیہ، مشہد کاظمین، حرم کاظمین کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی تدفین سے متعلق اسی قدر تفصیل اہل سنت کی کتب میں درج ہے، جبکہ اہل تشیع کے یہاں بہت سی تفصیلات اس کے علاوہ ہیں جن کا ثبوت ہمارے یہاں نہیں ملتا، پس ہم انہیں باتوں پر اکتفاء کرتے ہیں جو اہل سنت کے مسلمہ ائمہ کرام نے نقل کی ہیں، چنانچہ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کس نے ادا کی اور تدفین کے مراحل کیسے مکمل ہوئے اس کے بارے میں ہمیں کوئی معلومات نہیں مل سکیں۔ واللہ اعلم

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی وفات پر امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کا قول

آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کا صدمہ اور غم نہایت جانکاہ تھا اور اس کے اثرات آپ رضی اللہ عنہ کے گھر والے ہی زیادہ محسوس کر رہے تھے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے عمر مبارک کے آخری سالوں میں بہت زیادہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی تھیں اور بالآخر اسی عالم میں دار بقاء کی جانب بحالت شہادت رحلت فرمائی، لیکن "کل من علیہا فان" کے تحت آپ رضی اللہ عنہ کو اس مرحلے سے گزرنا ہی تھا، سو آپ رضی اللہ عنہ اپنے رب جل جلالہ کی فرمانبرداری میں اس منزل سے بخیر و عافیت تشریف لے گئے۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ کے محبت کرنے والوں میں سے کچھ افراد نے مشہور کر دیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو موت نہیں آئی بلکہ زندہ ہی اُٹھا لیا گیا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ جلد واپس تشریف لا کر اپنے اہداف کی تکمیل فرمائیں گے، اس موقف کے تحت بہت سے گروہ بنتے چلے گئے جنہیں مؤرخین اور اہل تشیع

"واقفیہ" کے عنوان سے معنون کرتے ہیں۔ اسی طرح کا قول آپ رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے ابراہیم بن موسیٰ کاظم سے منقول ہے کہ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ موت کا انکار کیا جس پر آپ کے بھائی اور امام کاظم رضی اللہ عنہ کے جانشین سیّدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ نے نہایت دانشمندی سے جواب دیا:

إن إبراهيم يحلف أنّ أباه موسى حيٌّ؛ قال: أيموت رسول الله - صلّى الله عليه وسلّم - ولا يموت موسى؟ .[76]

ترجمہ: ابراہیم اس بات پر قسم اُٹھا رہے ہیں کہ ان کے والد موسیٰ زندہ ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال کر سکتے ہیں تو موسیٰ کیوں نہیں انتقال کر سکتے؟

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ اور آباؤ اجداد کی عمریں

تاریخی لحاظ سے ایک عجوبہ لیکن قدرت کا کوئی راز ہے کہ خاندان اہل بیت میں سے ممتاز افراد کی عمروں نے ساٹھ سے تجاوز نہیں کیا، بلکہ ان میں سے کچھ تو ایک ہی عمر کے حصے میں آکر واصل بحق ہوئے۔ ذیل میں آپ کے خاندان میں سے صرف چند حضرات کی پیدائش اور وفات کی تاریخوں کو عمروں کے ساتھ درج کر رہے ہیں۔

۱۔	امام حسن	۳ھ	تا	۴۹ھ	:	۴۶ سال

76 [76] البصائر و الذخائر ، للشيخ ابن حيان التوحيدي ، ٧/ ١٧ ، الرقم ٢٢.

۲۔	امام حسین	۴ھ	تا	۶۱ھ	:	۵۷سال
۳۔	امام زین العابدین	۳۷ھ	تا	۹۴ھ	:	۵۷سال
۴۔	امام محمد باقر	۵۷ھ	تا	۱۱۳ھ	:	۵۶سال
۵۔	امام جعفر صادق	۸۰ھ	تا	۱۴۸ھ	:	۶۸سال
۶۔	امام موسیٰ کاظم	۱۲۸ھ	تا	۱۸۳ھ	:	۵۵سال
۷۔	امام علی الرضا	۱۴۸ھ	تا	۲۰۳ھ	:	۵۵سال

امام شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ الاسلام" میں اس جانب اشارہ فرمایا:

وعاش بِضعًا وخمسين سنة كأبيه وجدّه وجدّ أبيه، وجدّ جدّه، ما في الخمسة مَن بلغ الستّين .[177]

ترجمہ: آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد (جعفر صادق)، دادا (محمد باقر)، اور دادا کے والد (زین العابدین)، اور دادا کے دادا (حسین بن علی رضی اللہ عنہ) کی طرح ساٹھ کی درمیانی عمر پائی، ان پانچوں میں سے کوئی بھی ساٹھ کی عمر کو نہیں پہنچا۔

یہاں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے جناب جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو بھی ساٹھ کی عمر تک نہ پہنچنے والوں میں ذکر کیا ہے حالانکہ ان کی عمر ۶۸ سال کی ہوئی، اور اگر ان کی پیدائش ۸۳ھ بھی مان لی جائے جیسا کہ ایک قول میں مذکور ہے تب بھی عمر مبارک ۶۵ سال

---

177 تاريخ الاسلام، للذهبي، ۱۲/ ۴۱۹ .

ہوتی ہے، پس ان کی عمر کو ذکر کرنے میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سے تسامح ہو گیا، اسی طرح امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے امام علی الرضا رضی اللہ عنہ کی عمر کی جانب توجہ نہیں فرمائی، حالانکہ ان کی عمر اپنے والد کی طرح ۵۵ سال ہوئی، جیسا کہ ماقبل گزر چکا۔

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے مزار پر "مسند امام احمد" کا ختم

خلیفہ ابو العباس احمد بن حسن مستضی المعروف "الناصر لدین اللہ" جس کا دور حکومت ۵۷۵ھ تا ۶۲۲ھ پر محیط ہے، اس نے سن ۶۰۸ھ میں فرمان جاری کیا کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے مزار پر شیخ صفی الدین موسوی کی موجودگی میں "مسند احمد" کا ختم کیا جائے۔

وفيها أمر الخليفة بأن يُقرأ «مُسْنَد» الإمام أَحْمَد بمشهد موسى بْن جَعْفَر بحضرة صفيّ الدّين مُحَمَّد بْن سعد المُوسويّ بالإِجازة لَهُ من النّاصر لدين الله. [78]

ترجمہ: اس سال خلیفہ نے حکم جاری کیا کہ امام موسیٰ بن جعفر کے مزار پر شیخ صفی الدین محمد بن سعد موسوی کی موجودگی میں الناصر لدین اللہ کی اجازت کے ساتھ "مسند امام احمد" کی تلاوت کی جائے۔

---

[78] تاريخ الاسلام، للذهبي، ٤٣/ ٣٥. و مرآة الزمان، للشيخ سبط ابن الجوزي، ٢٢/ ١٨٦.

یہ غالباً ۴۴۳ھ کے اس واقعے کا تسلسل تھا جسے ہم نے کتاب ہذا میں آئندہ اجمالاً ذکر کر دیا ہے، کیونکہ اس واقعے سے پیدا ہونے مختلف اثرات بغداد کی تاریخ میں جابجا نظر آتے ہیں، اس کی ایک جھلک سبط ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں یوں ملتی ہے۔

> اس سال (۴۴۸ھ) امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے مزار اور کرخ کی مساجد میں اذان میں "الصلاۃ خیر من النوم" کے مسلمہ کلمات کو بحال کیا گیا اور شیعوں کی جانب سے "حی علی خیر العمل" کے اضافے کو ختم کیا گیا، نیز اسی دوران باب بصرۃ والوں میں سے ایک قوم داخل ہوئی اور انہوں نے صحابہ کرام کی تعریف میں اشعار پڑھے، اکابرین کی ایک جماعت فوج کے سالار نسوی کے پاس ابو عبد اللہ بن جلاب شیخ بزازین کا معاملہ لے کر گئی کیونکہ اس نے صحابہ کرام کو اعلانیہ گالی دی تھی، پس اسے قتل کر کے دکانہ کے بازار میں سولی چڑھایا گیا، اسی دوران شیعوں کا مصنف و مفسر ابو جعفر طوسی بھاگ اُٹھا اور لوگوں نے اس کا گھر برباد کر دیا گیا۔ [79]

پس مزار موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ پر حکومتی سطح کے اہتمام سے "مسند احمد" کا ختم کروانا بھی غالباً اسی تسلسل کی ایک کڑی ہے، تاکہ ایک طرف تو احادیث رسول کی قراءت سے برکت حاصل کی جائے اور دوسری طرف مخالفین و معاندین کے سامنے

79ل مرآۃ الزمان، للشیخ سبط ابن الجوزي، ۱۸/ ۵۱۰.

جم غفیر میں صحابہ کرام کی تعریف وتوصیف میں وارد فرامین کو سنایا جائے تاکہ عوام کے قلوب واذہان میں حضرات صحابہ کا احترام مزید مضبوط ومستحکم ہو جائے۔

ہمارے اس اندازے کو سبط ابن الجوزی کی تفصیلات سے بھی تائید ملتی ہے کہ ختم مسند کی پہلی نشست میں مسند ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حدیث فدک کی تلاوت کی گئی۔ یہ اس تناظر میں واضح دلیل ہے۔ واللہ اعلم

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر قبولیت دعا کے لیے "تریاق مجرب"

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ بغداد" میں اپنی سند کے ساتھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر محدث، امام حسن بن ابراہیم المعروف ابو علی خلال رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۴۲ھ سے نقل کیا ہے، کہ انہوں نے فرمایا:

مَا هَمَّنِي أَمْرٌ فَقَصَدْتُ قَبْرَ مُوْسَى بْن جَعْفَر فَتَوَسَّلْتُ بِهِ إِلَّا سَهَّلَ اللهُ تَعَالَى لِيْ مَا أُحِبُّ. [80]

ترجمہ: مجھے جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو میں موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور ان کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں، پس اللہ تعالیٰ میرے معاملے کو میری خواہش کے مطابق آسان کر دیتا ہے۔

---

80 تاريخ بغداد، للخطيب البغدادي، باب: ما ذكر في مقابر بغداد المخصوصة بالعلماء والزهاد، ١/ ٤٤٢. و المنتظم في تاريخ الملوك، للابن الجوزي، ٩/ ٨٩، رقم الترجمة ٩٩٧.

علم الحیوانات کے ماہر، امام کمال الدین دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے "حیاۃ الحیوان" میں بعوض کی بحث کے ذیل میں کلام کرتے ہوئے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا مختصر تذکرہ نقل کیا ہے جس میں انہوں نے امام شافعی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ۔۔

كَانَ الشَّافِعِيُّ يَقُوْلُ : قَبْرُ مُوْسَى الكَاظِمِ ، التِّرْيَاقُ الْمُجَرَّبُ .[181]

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر (قبولت دعا کے لیے) تریاق مجرب (آزمودہ) ہے۔

ابو علی خلال رحمۃ اللہ علیہ کون؟ تحقیقی جائزہ

امام ابو علی خلال رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول پر مخالفین اہل سنت اور خاص طور پر اولیاء اللہ سے بعد از وصال استمداد کو شرک کہنے والے حضرات بہت سیخ پا نظر آئے، پس انہوں نے اہل سنت کو قبوری و مشرک کہہ کر نجانے کیا کیا فتاوی صادر کر رکھے ہیں، ایسے ہی کچھ حضرات کو متذکرہ بالا قول بالکل ہضم نہ ہو سکا لیکن اسے ردّ کرنا ذرا مشکل تھا کیونکہ اس کے ناقل امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ و محدثین ہیں، اسی لیے ہم نے دیکھا کہ مخالفین نے اس بارے میں نہایت رکیک کلام سے بہت سی کتب میں زہر افشانی کی، تو ہمارے لیے ضروری تھا کہ امام ابو علی خلال رحمۃ اللہ علیہ کے اس

181 حياة الحيوان ، للدميري ، ١/ ٤٣٢ . و أشعة اللمعات شرح المشكاة ، للدهلوي ، باب زيارة القبور ، ٢/ ٩٢٣ .

قول، امام کے تعین اور اس کے متعلقات پر مختصر کلام پیش کریں تا کہ اہل علم حضرات بھی اس بارے میں کسی مغالطے کا شکار نہ ہو جائیں۔

لہٰذا اوّلاً معلوم ہونا چاہیے کہ " خلال " کے نام سے حدیث و تاریخ کی کتب میں بہت سی شخصیات کا ذکر ملتا ہے، مثلاً شیخ ابو جعفر احمد بن خالد بغدادی حنبلی، شیخ ابو نصر حبشون بن موسیٰ بغدادی، شیخ ابو عبد اللہ حسین بن عبد الملک اصبہانی، شیخ ابو سلمہ حفص بن سلیمان ہمدانی کوفی وغیرہ، ان تمام کے ناموں کے ساتھ " خلال " کی نسبت استعمال ہوتی ہے، لیکن اہل علم کے عام طبقے میں امام ابن خلال رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معروف شخصیت امام ابو بکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید الخلال رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۱۱ھ ہیں، جن کی کتاب " السنۃ " بہت معروف ہے۔

متذکرہ بالا قول امام ابن خلال رحمۃ اللہ علیہ صاحب کتاب السنہ کا نہیں، جیسا کہ بہت سے علمائے کرام نے بھی مغالطے میں آپ کا ہی قول سمجھ کر بیان کیا ہے، بلکہ یہ دوسری شخصیت ہیں۔ زیادہ تر مخالفین کے نزدیک یہ ابو علی حسن بن علی خلال حلوانی رحمۃ اللہ علیہ ہے، جبکہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصریح اور راقم کے مطابق یہ ابو علی حسن بن ابراہیم بن توبہ خلال رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ چونکہ مخالفین نے اپنا زور شیخ خلال حلوانی سمجھ کر صرف کیا ہے، اس لیے پہلے ہم ان کے بارے میں شکوک و شبہات کو رفع کرتے ہوئے آپ کے علمی مقام پر مختصر کلام تحریر کر رہے ہیں، بعد ازاں دوسری شخصیت اور اس قول کو بیان کرنے والے شیخ خلال کا ذکر کریں گے۔

مخالفین نے اس قول کو رد کرنے کے لیے کہا:

اولاً تو یہ امام ابو بکر خلال صاحب کتاب السنہ نہیں، کیونکہ وہ بہت بڑے امام اور موحد تھے اُن سے ایسی بات کا صادر ہونا ممکن نہیں، پس یہ دوسری شخصیت ابو علی خلال ہیں جن سے قبوریت کی بُو آتی ہے، یہ شیخ حسن بن علی المعروف حلوانی ہے، ان کا قول معتبر نہیں۔

ثانیاً اسی کے ساتھ انہوں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ بھی جڑ دیا کہ انہوں نے فرمایا: میں نے اس شخص کو طلب حدیث کرتے نہیں دیکھا، کسی نے کہا: انہوں نے یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت رکھی، اس پر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہاں کبھی کبھی وہاں سلام کرنے آجایا کرتے تھے۔

پس اس طور پر مخالفین نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے حوالے بیان کرنے والے امام جلیل پر طعن و تشنیع کی، لیکن وہ یہ بھول گئے کہ دروغ گو حافظہ نباشد۔ یہ لوگ ایک قول کے سبب جس شخصیت پر ردّ کرتے ہوئے اتنا تیخ پا ہو رہے ہیں، انہیں شاید اندازہ بھی نہیں کہ محدثین کرام کے نزدیک ان کا کیا مقام ہے اور وہ کتنی جلیل القدر شخصیات کے استاد ہیں۔ آیئے ہم بتاتے ہیں کہ جس امام ابو علی خلال رحمۃ اللہ علیہ کو اہل بیت کی محبت کی وجہ سے مخالفین نے اتنا معمولی کر کے بیان کیا وہ کون ہیں؟

ان کا پورا نام "ابو علی حسن بن علی بن محمد ہذلی" ہے اور آپ حلوانی کی نسبت سے معروف ہیں، آپ نے عبد اللہ بن نمیر، یحییٰ بن آدم، یعقوب بن ابراہیم بن سعد،

عبد الرزاق صنعانی، یزید بن ہارون اور دیگر اجلہ محدثین سے احادیث روایت کی ہیں، آپ سے احادیث روایت کرنے والے شاگردوں میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ صحاح ستہ کے ائمہ یعنی امام بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ نیز ابن ابو عاصم، محمد بن اسحاق سراج، ابراہیم حربی، جعفر طیالسی رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر اکابر محدثین شامل ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں ان سے ایک، امام مسلم نے ۱۱۷، امام ترمذی نے ۱۱۸، امام ابوداود نے ۱۶۸، اور امام ابن ماجہ نے ۲۶ احادیث نقل کی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "صحیح بخاری" کتاب الحج، باب: من اہل فی زمن النبی" میں آپ سے "حدثنا الحسن بن علی الخلال الہذلی" کہہ کر روایت ذکر کی ہے۔

مخالفین کا اولیاء اللہ سے بغض و عداوت انہیں اس مقام تک لے آیا کہ انہیں یاد ہی نہیں رہا، امام ابو بکر ابن الخلال صاحب السنہ جیسی جلیل الشان شخصیت کو بچا کر جس دوسری شخصیت پر غبار ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ خود صاحب السنہ کے شیوخ بلکہ اساتذہ کے بھی شیوخ سے ہے، اگرچہ ہم نے ائمہ صحاح ستہ کے حوالے سے آپ کی مرویات اور نسبت کا ذکر کر دیا، لیکن پھر بھی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی جرح والے قول کا جواب باقی ہے، پس ہم جرح و تعدیل کے مستند و محقق ائمہ کرام میں سے صرف چند کے اقوال بطور نمونہ نقل کرتے ہیں جن سے واضح ہو جائے گا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی جرح کے مقابلے میں ان ائمہ کرام کی توثیق زیادہ وزن دار ہے، چنانچہ:

امام ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی رحمۃ اللہ علیہ "التعدیل والتجریح لمن خرج له البخاري في الجامع الصحيح" میں لکھتے ہیں:

الْحسن بن عَليّ أَبُو عَليّ الخلال الْهُذلِيّ الْحلْوَانِي ، أخرج البُخَارِيّ فِي الْحَج عَنهُ ، عَن عبد الصَّمد بن عبد الْوَارِث . قَالَ البُخَارِيّ مَاتَ فِي ذِي الْحجَّة سنة ثِنْتَيْنِ وَأَرْبَعين وَمِائَتَيْنِ . قَالَه البُخَارِيّ : قَالَ أَبُو حَاتِم الرَّازِيّ : هُوَ صَدُوق ، وَقَالَ عبد الرَّحْمَن بن أبي حَاتِم : يكنى أَبَا مُحَمَّد . [182]

ترجمہ: حسن بن علی، ابو علی خلال ہذلی حلوانی، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے حج کے باب میں عبد الصمد بن عبد الوارث بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے روایت ذکر کی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ذی الحجہ ۲۴۲ھ میں ان کا وصال ہوا، آپ ہی نے امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ کا ان کے بارے میں قول ذکر کیا ہے کہ انہوں نے انہیں "صدوق" کہا، جبکہ عبد الرحمن بن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ان کی کنیت ابو محمد تھی۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے "تقریب التہذیب" میں لکھا:

---

[182] التعديل و التجريح ، للشيخ أبي الوليد الباجي ، ١/ ٤٨٣ ، الرقم ٢٣٠ .

الحسن بن علي بن محمد الهذلي ، أبو علي الخلال الحُلْوَاني ، نزيل مكة ، ثقة ، حافظ ، له تصانيف ، من الحادية عشرة ، مات سنة إثنتين وأربعين . خ ، م ، د ، ت ، ق .[183]

ترجمہ: ابو علی حسن بن علی بن محمد ہذلی خلال حُلوانی، آپ مکہ میں رہنے والے، ثقہ، حافظ اور صاحب تصنیف تھے، گیارہویں طبقے سے تعلق رکھتے ہیں، ۲۴۲ھ میں انتقال فرمایا، آپ سے امام بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم نے احادیث روایت کی ہیں۔

امام صفی الدین خزرجی رحمۃ اللہ علیہ نے "خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال" میں لکھا:

(خ ، م ، د ، ت ، ق) الحسن بن عَلِيّ بن مُحَمَّد بن عَلِيّ الهُذَلِيّ ، أَبو عَلِيّ الخْلال الحْلْوانِي الريحاني المكِّيّ ، الحَافِظ ، عن عبد الصَّمد وعبد الرَّزَّاق والربيع بن نَافِع ، و وكيع وخلق ، وعنهُ (خ ، م ، د ، ت ، ق) . قَالَ يَعْقُوب ابن شبة : كان ثِقَةً ثبتاً متقناً ، توفي بِمَكَّة سنة إثْنَتَيْنِ وَأَرْبَعين وَمِائتَيْن .[184]

ترجمہ: ابو علی حسن بن علی بن محمد بن علی ہذلی، حلوانی، ریحانی، مکی۔ آپ حافظ تھے، عبد الصمد، عبد الرزاق، ربیع بن نافع، وکیع اور دیگر

---

[183] تقريب التهذيب ، للعسقلاني ، رقم الترجمة ١٢٧٢ ، الصفحة ٢٤٠ .

[184] خلاصة تذهيب تهذيب الكمال ، للخزرجي ، الصفحة ٧٩ .

حضرات سے روایت کرتے ہیں ، اور آپ سے امام بخاری، مسلم ، ترمذی ،ابوداود،ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم نے احادیث روایت کی ہیں،یعقوب ابن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ ثقہ، ثبت، متقن تھے،مکہ مکرمہ میں ۲۴۲ھ میں وصال فرمایا۔

دوسری شخصیت نیز امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرنے والے شیخ ابو علی حسن بن ابراہیم خلال رحمۃ اللہ علیہ ہے،انہیں کے قول کو خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ بغداد" میں، امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ "المنتظم فی تاریخ الملوک والامم" میں اور دیگر حضرات نے نقل کیا ہے، مخالفین نے ان کی جانب توجہ نہیں کی، بلکہ وہ اس بات پر مصر ہیں کہ اس قول کے قائل شیخ حلوانی ہے، حالانکہ اگر یہ لوگ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ہی غور سے پڑھ لیتے تو معلوم ہو جاتا کہ آپ نے صاف طور پر "حسن بن ابراہیم" تحریر کیا اور اسی کو امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی برقرار رکھا، سند کی عبارت یوں ہے:

أخبرنا القاضي أبو محمد الحسن بن الحسين بن محمد بن رَامين الإسْترَاباذي ، قال أخبرنا أحمد بن جعفر بن حَمْدَان القَطِيْعِي ، قال : سمعتُ الحسن بن إبراهيم أبا علي الخَلَّال يقول .

جبکہ شیخ حلوانی "حسن بن علی بن محمد" ہے، جوش جنون مخالفین کو کہاں لے گیا قارئین اس کا اندازہ اب بخوبی لگا سکتے ہیں۔ اگر اب بھی کہا جائے کہ قائل شیخ حلوانی ہی ہے تو اس کا جواب ہم نے ان کا تذکرہ اور محدثین کرام کے اقوال نقل کر کے پیش

کر دیا ہے کہ وہ ثقہ، صدوق اور جلیل القدر محدثین کے استاد ہیں، ویسے نہیں جیسا کہ مخالفین نے ان کے بارے میں لکھا ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں ان کا قول معتبر اور لائق استناد ہے۔

امام ابو علی حسن بن ابراہیم بن توبہ المعروف ابو علی خلال کا تفصیلی تذکرہ تلاش و جستجو کے باوجود کسی ماخذ میں دستیاب نہیں ہو سکا، البتہ امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "تاریخ بغداد" میں ان کا مختصر ذکر کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

الحَسَن بن إبراهيم بن تَوْبَة ، أبو علي الخَلّال . حدَّث عَنْ مُحَمَّد بن مَنْصُور الطُّوسي ، و أَبُو بَكْر المَرُّوْذِي صاحب أَحْمَد بن حنبل . روى عنه أبو حَفْص بن الزَّيَّات .[185]

ترجمہ: آپ محمد بن منصور طوسی اور ابو بکر مروذی صاحب احمد بن حنبل سے روایت کرتے ہیں، جبکہ آپ سے ابو حفص بن الزیات روایت کرتے ہیں۔

تاریخ بغداد ہی میں ابو بکر بن عنبر خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرے میں لکھا ہے:

أَخْبَرَنيه أبو الحسن محمد بن عبد الواحد ، قال : أَخْبَرَنَا عُمَر بْن مُحَمَّد بْن علي الناقد ، قَالَ : حَدَّثَنَا الْحَسَن بْن إِبْرَاهِيم بْن توبة الخلال ، قَالَ : سمعتُ أَبَا بكر بْن عَنْبَر الخراساني .[186]

---

185 تاريخ بغداد ، للخطيب البغدادي ، ٨/ ٢٢٨ ، رقم الترجمة ٣٧٣٣ .

ترجمہ: ہمیں خبر دی ابو الحسن محمد بن عبد الواحد نے، انہوں نے کہا: ہمیں خبر دی عمر بن محمد بن علی الناقد نے، انہوں نے کہا: ہمیں حسن بن ابراہیم بن توبہ الخلال نے بیان کیا کہ انہوں نے ابو بکر بن عنبر خراسانی سے سنا۔۔الخ

اس حوالے سے مزید اتنا معلوم ہوا کہ آپ سے سماع کرنے والے تلامذہ میں عمر بن محمد بن علی الناقد اور آپ کے شیوخ میں ابو بکر بن عنبر خراسانی بھی شامل ہیں(عمر بن محمد الناقد ہی سے سفیان بن عیینہ کے بارے میں ایک حکایت بھی تاریخ بغداد کے ماقبل مقام پر مذکور ہے)۔یہ امام خلال رحمۃ اللہ علیہ بھی شیخ خلال حلوانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہی معاصر ہیں، البتہ انکے بارے میں علمائے جرح وتعدیل خاموش ہیں، اگرچہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا بغیر کسی جرح کے تذکرہ کرنا یک گونہ ان کی توثیق کی دلیل ہے۔ واللہ اعلم

=

186۔ تاريخ بغداد، للخطيب البغدادي، ١٦/ ٥٦١، رقم الترجمة ٧٦٥٥.

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

"اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی بارگاہ میں قبولیت کا دروازہ"

اللہ تعالیٰ عزوجل نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو حیات ظاہری میں بھی لوگوں کی حاجات کو پورا کرنے، مصائب وآلام کے ماروں کی فریادرسی کرنے، اور محتاجوں و مسافروں کی مدد کرنے والا بنایا تھا اور اسی فیض وکرم کو آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد بھی جاری رکھا کہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی قبر انور سے توسل کرکے اللہ تعالیٰ عزوجل کی بارگاہ سے اپنی حاجات کے حصول میں کامیاب وکامران ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ عزوجل کا آپ رضی اللہ عنہ پر فضل وکرم ہے۔ چنانچہ ہم نے نہایت تفصیل کے ساتھ محدث ابو علی خلال رحمۃ اللہ علیہ کے آپ رضی اللہ عنہ کے مزار سے توسل کرنے کی تحقیق لکھی، اب یہاں مختصر اًملاحظہ فرمائیں کہ دیگر ائمہ کرام نے اس بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے۔

چنانچہ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ "الصواعق المحرقہ" میں اور امام عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ "الکواکب الدریۃ" میں لکھتے ہیں:

وَكَانَ مَعْرُوْفاً عِنْدَ أَهْلِ الْعِرَاقِ بِبَابِ قَضَاءِ الْحَوَائِجِ عِنْدَ اللهِ .[187]

ترجمہ: آپ رضی اللہ عنہ کا عراق والوں کے یہاں اللہ تعالیٰ عزوجل کی بارگاہ میں "باب قضاء الحوائج" ہونا مشہور ہے۔

187ـ الصواعق المحرقة ، للمكي ، الصفحة ٥٥٣ و الكواكب الدرية ، للمناوي ، ١/ ٤٦٢ .

یعنی آپ رضی اللہ عنہ ایسی ہستی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ عزوجل کی بارگاہ میں ان کی ذات سے توسل کرتا اور دعا مانگتا ہے تو اللہ کریم جل جلالہ اپنے فضل سے اسے قبول فرما کر اس بندے کی مشکل کو دور کر دیتا ہے، یہ ربّ جلیل جل جلالہ کی کرم نوازی ہے کہ وہ اپنے محبوب بندے کی نسبت پر فیض واکرام سے نواز دیتا ہے اور مانگنے والوں کی کوتاہیوں پر نظر نہیں فرماتا۔ نیز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے:

اطْلُبُوا الْخَيْرَ عِنْدَ حُسَّانِ الْوُجُوهِ .[188]

ترجمہ: بھلائی کو خوبصورت چہرے والوں کے پاس طلب کرو۔

اس میں چہرے کی جس خوبصورتی کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ ظاہری بھی ہو سکتی ہے اور باطنی بھی، اگرچہ یہاں ظاہری پہلو کا مراد ہونا واضح ہے لیکن باطنی پہلو کا مراد بننا بھی دیگر احادیث کی روشنی میں ممکن ہے، جیسا کہ اولیاء اللہ کے بارے میں وارد حدیث ہے: "جب تم انہیں دیکھو تو اللہ کی یاد آجائے"۔ پس اس میں جس رؤیت کو ذکر کیا گیا ہے وہ خشیت الٰہی اور اطاعت خداوندی سے پیدا ہونے والی نورانیت ہے جو رنگ ونسل کی محتاج نہیں، بلکہ ربّ تعالیٰ جل جلالہ اپنے فرمانبردار و محبوب بندوں میں عبادت وریاضت کی کثرت کے طفیل ایسی کشش وجاذبیت پیدا فرمادیتا ہے کہ لوگ ان کی جانب متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ہم حدیث مبارک کو ظاہری معنی پر ہی محمول کریں تب بھی حرج نہیں، کیونکہ تخلیق خداوندی کا کمال ہے کہ اس نے بہت سی

---

188 قضاء الحوائج ، للامام ابن ابي الدنيا ، الصفحة ٤٨ ، الرقم ٥١ .

ظاہری علامات کو باطن پر دلالت کرنے اور بہت سی باطنی علامات کو ظاہر سے پرکھنے کی راہ تخلیق فرمائی ہے۔

چنانچہ ظاہری علامات کا انسان کی باطنی کیفیات پر اور باطنی کیفیات کا ظاہری اعضائے انسانی پر اَثر انداز ہونا فطری اَمر ہے، پس دل کی سختی ایک باطنی کیفیت ہے لیکن اس کے واضح اثرات انسان کے ظاہری خدوخال اور چہرے سے عیاں ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح نرمی و شفقت کا تعلق انسان کے باطن سے ہے، لیکن بہت سے چہروں کو دیکھ کر ہی ان کی معصومیت اور نرمی کا احساس پیدا ہونے لگتا ہے اور انسان گمان کرتا ہے کہ اگر یہ شخص میرے معاملہ کا نگران ہوا تو کام آسان ہو جائے گا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کیفیت کی اطلاقی صورت کو بیان فرمایا ہے لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ہر خوبصورت چہرے والا ہی ایسی صفات کا حامل ہو یا پھر چہروں کی خوبصورتی کو ہی معیار بنالیا جائے، کیونکہ ایسا نہ تو فرمان رسول سے عیاں ہو رہا ہے اور نہ ہی اخلاقی تعلیمات اس بات کی اجازت دیتی ہیں۔

بہرکیف امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ جس طرح اپنی حیات میں حسن ظاہری و معنوی سے مزین اور عوام الناس کے مرجع تھے، اس دنیا سے قرب خداوندی میں جانے کے بعد بھی ان کا یہ تسلسل جاری ہے اور اللہ تعالیٰ عزوجل نے ان کی قبر انور کو لوگوں کے لیے توسل کا وسیلہ بنادیا جس سے ان پر فیضان کا دروازہ کھلتا ہے اور چونکہ اس صاحب مزار کے توسل سے اہل عراق کی حاجتیں اللہ تعالیٰ عزوجل پوری فرمادیتا ہے

اس لیے عراق والے آپ رضی اللہ عنہ کو "اللہ تعالیٰ عزوجل کی بارگاہ میں قبولیت کا دروازہ" کہہ کر یاد کرتے ہیں، یہی مفہوم ہے "باب قضاء الحوائج" کا۔ اور عراق والوں کی تخصیص اس لیے بیان کی گئی ہے کیونکہ وہ وہاں کے باشندے اور اکثر حاضر ہونے والے ہیں، جبکہ فیض خداوندی کا دریا ہر ایک کے لیے یکساں ہے۔ واللہ اعلم

مزارِ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی بے حرمتی اور قبر انور کو منتقل کرنے کی کوشش

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے مزارات مقدسہ ابتداء ہی سے مسلمانوں کے درمیان محترم بلکہ سبب رحمت رہے ہیں، اسی لیے شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے مسلمانوں نے نا صرف ان کی توقیر کا خیال رکھا بلکہ ان کی جانب انگشت طعن دراز کرنے والوں کا بھی سدباب کیا ہے۔ لیکن تاریخ کے اوراق میں ایک واقعہ ایسا بھی ملتا ہے جس میں غلط فہمی نے خوفناک کیفیت اختیار کر لی اور پھر وہ ہوا جس کا اس زمانے سے قبل کسی نے اندازہ بھی نہیں لگایا تھا۔

دراصل ماہ صفر سن چار سو تینتالیس ۴۴۳ھ میں بغداد کے اندر شیعہ سنی فساد رونما ہوا جس کی بنیاد یہ تھی کہ اہل کرخ کے کچھ شیعوں نے مرکزی دروازے پر سونے سے کندہ کروا کر لکھوایا کہ "محمد و علی خیر البشر"، یہ جملہ کندہ کروانے پر وہاں کے اہل سنت نے کہا: شیعوں نے دراصل یہ پیغام دینا چاہا ہے "محمد و علی خیر بشر ہیں، جو انہیں مانے وہ شکر ادا کرے اور جو ان کا انکار کرے وہ کافر ہے"۔ اس پر شیعوں کی

طرف سے جواب دیا گیا کہ ہماری مساجد میں فقط اتنا ہی لکھا ہوتا ہے مزید اضافہ جو بیان کیا جارہا ہے وہ ہماری جانب سے نہیں ہے۔

یا واقعہ یوں تھا "محمد و علی خیر البشر" شیعوں نے لکھوایا، بعد میں کسی سازشی نے اس میں مذکورہ بالا اضافہ کر دیا تا کہ فساد پیدا ہو جائے، اس پر جب شیعوں سے کہا گیا تو انہوں نے وہی جواب دیا کہ ہم نے تو صرف "محمد و علی خیر البشر" ہی لکھا تھا۔ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "المنتظم فی تاریخ الملوک والامم" اور امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "البدایۃ والنہایہ" میں اس تحریر اور اختلاف کی نوعیت قدرے مختلف ذکر کی ہے[189]۔ ان تمام تفصیلات کو یہاں درج کرنے مناسب نہیں۔

بہر حال اختلاف ہوتا رہا اور شدت بڑھتی رہی، اسی اثناء میں اہل سنت کا ایک ہاشمی شخص قتل کر دیا گیا تو معاملہ اور سنگین نوعیت اختیار کر گیا، اہل سنت کے لوگوں نے اس کی لاش اُٹھا کر شہر میں جلوس نکالے اور بالآخر اسے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے مقبرے میں دفن کر دیا گیا، بس اسی کے انتقام نے کچھ کم فہم لوگوں کو برانگیختہ کیا اور انہوں نے تدفین سے واپسی پر باب تبن کے مشاہد و مزارات کا رُخ کیا اور وہاں خوب فساد برپا کیا، رات ہونے کی وجہ سے انہیں لوٹنا پڑا، نیز یہ باب تبن وہی ہے جہاں بہت سے ہاشمی و قرشی ائمہ کے مزارات ہیں۔

189ـ المنتظم في تاريخ الملوك والامم ، للجوزي ، ١٥/ ٣٢٩ . والبداية و النهاية ، للابن كثير ، ١٥/ ٧١٩.

دوسرے دن فسادیوں کی کافی تعداد اکٹھی ہوگئی اور انہوں نے مشہد مقدس کا رُخ کیا وہاں جاکر دروازے بند کر دیئے اور مقدس مزارات کی اس حد تک بے حرمتی کی کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ، امام محمد الجواد رضی اللہ عنہ کے مزارات تک کو آگ لگادی ،اسی طرح وہاں موجود معزالدولہ، جلال الدولہ ، جعفر بن ابو جعفر منصور ، زبیدہ خاتون اور دیگر قبور کو بھی جلادیا۔

ان بدبختوں کا فساد اسی پر ختم نہ ہوا بلکہ دوسرے دن یہ لوگ پھر آئے اور انہوں نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ اور امام محمد الجواد رضی اللہ عنہ کے مزارات کو کھودنا شروع کیا تاکہ انہیں یہاں سے نکال کر مقبرہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ میں منتقل کر دیں لیکن قدرت خداوندی کہ اچانک دیوار گر پڑی اور امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ اور آپ کے پوتے کی قبر کا درست مقام ان پر مشتبہ ہوگیا، پس وہ اس کے اطراف میں ہی کھدائی کرتے رہے۔ اسی دوران شیعوں نے حنفیوں پر مختلف مقامات پر حملے کرنا شروع کر دیئے انہیں حملوں میں شیخ ابو سعد سرخسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا، نیز انہوں نے بھی بہت سے مدارس، بازار اور دیگر املاک کو جلا کر خاک کر دیا۔

بہرکیف اس دلخراش واقعے کو کئی مؤرخین نے نقل کیا ہے ہم نے پورے واقعے کو اختصار کے ساتھ ذکر کر دیا ہے، البتہ مشت نمونہ صرف امام ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ کی "الکامل فی التاریخ" سے مختصر عبارت نقل کر رہے ہیں۔

فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ كَثُرَ الْجَمْعُ، فَقَصَدُوا الْمَشْهَدَ، وَأَحْرَقُوا جَمِيعَ
التُّرَبِ وَالْآزَاجِ، وَاحْتَرَقَ ضَرِيحُ مُوسَى، وَضَرِيحُ ابْنِ ابْنِهِ

مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، وَالْجِوَارُ، وَالْقُبَّتَانِ السَّاجُ اللَّتَانِ عَلَيْهِمَا، وَاحْتَرَقَ مَا يُقَابِلُهُمَا وَيُجَاوِرُهُمَا مِنْ قُبُورِ مُلُوكِ بَنِي بُوَيْهِ مُعِزِّ الدَّوْلَةِ، وَجَلَالِ الدَّوْلَةِ، وَمِنْ قُبُورِ الْوُزَرَاءِ وَالرُّؤَسَاءِ، وَقَبْرُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي الْمَنْصُورِ، وَقَبْرُ الْأَمِيرِ مُحَمَّدِ بْنِ الرَّشِيدِ، وَقَبْرُ أُمِّهِ زُبَيْدَةَ، وَجَرَى مِنَ الْأَمْرِ الْفَظِيعِ مَا لَمْ يَجْرِ فِي الدُّنْيَا مِثْلُهُ. فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ خَامِسُ الشَّهْرِ عَادُوا وَحَفَرُوا قَبْرَ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، لِيَنْقُلُوهُمَا إِلَى مَقْبَرَةِ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، فَحَالَ الْهَدْمُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَعْرِفَةِ الْقَبْرِ، فَجَاءَ الْحَفْرُ إِلَى جَانِبِهِ۔ [90]

ترجمہ: جب دوسرا دن ہوا تو جمع غفیر اکٹھا ہوا اور انہوں نے مشہد کا رخ کیا پس وہاں موجود ساز و سامان جلا دیا، حتی امام موسی کاظم، آپ کے پوتے محمد بن علی کے مزارات اور ان پر موجود قبوں کو بھی آگ لگا دی ،نیز ان مزارات کے اطراف میں بھی جو قبور شاہان بنی بویہ ،معزالدولہ، جلال الدولہ ،دیگر وزراء و روساء ،جعفر بن ابو منصور، امیر محمد بن رشید، ان کی والدہ زبیدہ کی قبروں کو بھی جلا ڈالا، اور وہاں وہ شنیع کام ہوئے جس کی مثال نہیں ،پس جب اسی مہینے (صفر) کی

---

90 الكامل في التاريخ ، للجزري ، سنة ثلاث وأربعين وأربعمائة ، ذكر الفتنة بين العامة ببغداد وإحراق المشهد على ساكنيه السلام ، الصفحة ١٤٤١ .

پانچویں تاریخ کا دن چڑھا تو یہ گروہ دوبارہ لوٹا اور موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ اور محمد بن علی رضی اللہ عنہ کی قبریں کھودنے لگا تاکہ انہیں یہاں سے مقبرہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ میں منتقل کر دیں، پس اچانک دیوار گر پڑی، قبر مشتبہ ہو گئی اور کھدائی اس کے اطراف میں ہوتی رہی۔

اس واقعے کو بہت سے مورخین نے ذکر کیا ہے، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ تو لکھا لیکن امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ذکر نہیں کیا، جبکہ باقی اکثر مورخین مثلاً امام ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ نے "الکامل" میں اور عماد الدین ابو الفداء رحمۃ اللہ علیہ نے "المختصر فی اخبار البشر" میں ذکر کیا ہے۔[91]

شیخ سبط ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "مرآۃ الزمان" میں ذکر کیا ہے:

فسادیوں نے عونی شاعر، ناشی اور جذوعی کی لاشوں کو قبروں سے نکال کر جلایا، جبکہ باقی قبور مثلاً امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ، امام محمد الجواد رضی اللہ عنہ و دیگر کو اوپر سے آگ لگا دی، نیز ان کا ارادہ تھا کہ موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر کو یہاں سے مقبرہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ میں منتقل کر دیں، لیکن علوی اور دیگر حضرات آڑے آ گئے اور معاملہ سرد پڑ گیا۔[92]

---

[91] المختصر في اخبار البشر، للشيخ عماد الدين أبي الفداء، باب ذكر مسير العرب من جهة مصر..الخ، ٢/ ١٧١ . وتاريخ الاسلام ووفيات مشاهير و الاعلام، للذهبي، ٣٠/ ٩

[92] مرآة الزمان و تواريخ الاعيان، للشيخ سبط ابن الجوزي، ١٨/ ٤٨٩ .

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی شقیق بلخی سے ملاقات

کرامات و عجائبات کا ظہور

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے ایک مشہور اور حیرت انگیز واقعے کو معروف ولی اللہ حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ

أَخبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي مَنْصُورٍ ، أَنْبَأنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ المَلِكِ ، وَالمُبَارَكُ بْنُ عَبْدِ الجَبَّارِ ، قَالا : أَنْبَأنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ الصَّيْرَفِيُّ ، أَنْبَأنَا أَبُو الفَضلِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الشَّيْبَانِيُّ ، أَنَّ عَلِيَّ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ الزُّبَيْرِ البَلْخِيَّ حَدَّثَهُمْ ، حَدَّثَنَا خُشْنَامُ بْنُ حَاتِمٍ الأَصَمُّ ، حَدَّثَنِي أَبِي ، قَالَ : قَالَ لِي شَقِيقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ البَلْخِيُّ:

خَرَجْتُ حَاجًّا فَنَزَلْتُ الْقَادِسِيَّةَ ، فَبَيْنَمَا أَنَا أَنْظُرُ إِلَى النَّاسِ فِي زِينَتِهِمْ وَكَثْرَتِهِمْ ، نَظَرْتُ إِلَى فَتًى حَسَنِ الْوَجْهِ ، شَدِيدِ السُّمْرَةِ ، فَوْقَ ثِيَابِهِ ثَوْبٌ مِنْ صُوفٍ ، مُشْتَمِلٌ بِشَمْلَةٍ ، فِي رِجْلَيْهِ نَعْلانِ ، وَقَدْ جَلَسَ مُنْفَرِدًا ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي : هَذَا مِنَ الصُّوفِيَّةِ يُرِيدُ أَنْ يَكُونَ كَلًا عَلَى النَّاسِ ، وَاللهِ لأَمْضِيَنَّ إِلَيْهِ ولأُوَبِّخَنَّهُ ، فَدَنَوْتُ إِلَيْهِ ، فَلَمَّا رَآنِي مُقْبِلاً قَالَ : يَا شَقِيقُ : { اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ } [الحجرات: ١٢] .ثُمَّ مَضَى ، فَقُلْتُ فِي نَفْسِي : قَدْ تَكَلَّمَ عَلَى خَاطِرِي وَمَا هَذَا إِلا عَبْدٌ صَالِحٌ، وَغَابَ عَنْ عَيْنِي ، فَلَمَّا نَزَلْنَا وَاقِصَةَ إِذَا هُوَ يُصَلِّي وَأَعْضَاؤُهُ تَضْطَرِبُ ، وَدُمُوعُهُ تَجْرِي ، قُلْتُ : هَذَا صَاحِبِي ، أَمْضِي إِلَيْهِ وَأَسْتَحِلُّهُ ، فَصَبَرْتُ حَتَّى جَلَسَ ، فَأَقْبَلْتُ ، فَقَالَ: يَا شَقِيقُ ! اتْلُ: {وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ} [طه: ٨٢] ، ثُمَّ مَضَى، فَقُلْتُ: إِنَّ هَذَا لَمِنَ الأَبْدَالِ قَدْ تَكَلَّمَ عَلَى

سِرِّي مَرَّتَيْنِ ، فَلَمَّا نَزَلْنَا زَبَالَةَ، إِذَا بِالْفَتَى قَائِمٌ عَلَى الْبِئْرِ وَبِيَدِهِ رَكْوَةٌ ، يُرِيدُ أَنْ يَسْتَقِيَ مِنَ الْمَاءِ فَسَقَطَتِ الرَّكْوَةُ مِنْ يَدِهِ فِي الْبِئْرِ ، فَرَأَيْتُهُ قَدْ رَمَقَ إِلَى السَّمَاءِ ، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ :

أَنْتَ رَبِّي إِذَا ظَمِئْتُ مِنَ الماءِ وَقُوْتِي إِذَا أَرَدتُ الطَّعَامَا

اللَّهُمَّ يَا سَيِّدِي ! مَا لِي سِوَاهَا فَلا تُعْدِمْنِيهَا . قَالَ شَقِيقٌ : فَوَاللهِ، لَقَدْ رَأَيْتُ الْبِئْرَ وَقَدِ ارْتَفَعَ مَاؤُهَا، فَمَدَّ يَدَهُ فَأَخَذَ الرَّكْوَةَ وَمَلأَهَا مَاءً، وَتَوَضَّأَ وَصَلَّى رَكَعَاتٍ، ثُمَّ مَالَ إِلَى كَثِيبِ رَمْلٍ، فَجَعَلَ يَقْبِضُ بِيَدِهِ وَيَطْرَحُهُ فِي الرَّكْوَةِ وَيُحَرِّكُهُ وَيَشْرَبُ ، فَأَقْبَلْتُ إِلَيْهِ ، وَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ، وَقُلْتُ: أَطْعِمْنِي مِنْ فَضْلِ مَا أَنْعَمَ اللهُ بِهِ عَلَيْكَ . فَقَالَ: يَا شَقِيقُ، لَمْ تَزَلْ نِعْمَةُ اللهِ عَلَيْنَا ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً ، فَأَحْسِنْ ظَنَّكَ بِرَبِّكَ، ثُمَّ نَاوَلَنِي الرَّكْوَةَ ، فَشَرِبْتُ مِنْهَا، فَإِذَا سُوَيْقٌ وَسُكَّرٌ، فَوَاللهِ مَا شَرِبْتُ قَطُّ أَلَذَّ مِنْهُ، فَشَبِعْتُ وَرَوِيتُ ، وَأَقَمْتُ أَيَّامًا لا أَشْتَهِي طَعَامًا، ثُمَّ لَمْ أَرَهُ حَتَّى دَخَلْنَا مَكَّةَ، فَرَأَيْتُهُ لَيْلَةً إِلَى جَنْبِ قُبَّةِ الشَّرَابِ فِي نِصْفِ اللَّيْلِ يُصَلِّي بِخُشُوعٍ وَأَنِينٍ وَبُكَاءٍ، فَلَمْ يَزَلْ كَذَلِكَ حَتَّى ذَهَبَ اللَّيْلُ، فَلَمَّا رَأَى الْفَجْرَ ، جَلَسَ فِي مُصَلاهُ يُسَبِّحُ اللهَ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى الْغَدَاةَ، وَطَافَ بِالْبَيْتِ أُسْبُوعًا وَخَرَجَ ، فَتَبِعْتُهُ ، فَإِذَا لَهُ غَاشِيَتُهُ وَأَمْوَالٌ ، وَهُوَ عَلَى خِلافِ مَا رَأَيْتُهُ فِي الطَّرِيقِ ، وَدَارَ بِهِ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِ يُسَلِّمُونَ عَلَيْهِ ، فَقُلْتُ لِبَعْضِ مَنْ رَأَيْتُهُ بِقُرْبٍ مِنْهُ : مَنْ هَذَا الْفَتَى؟ فَقَالَ: هَذَا مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ.

فَقُلْتُ: قَدْ عَجِبْتُ أَنْ تَكُونَ مِثْلُ هَذِهِ الْعَجَائِبِ إِلا لِمِثْلِ هَذَا السَّيِّدِ. [ل193]

حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

میں حج کے لیے روانہ ہوا[ل194]، دوران سفر قادسیہ کے مقام پر قافلے نے پڑاؤ کیا تو وہاں مختلف لوگ نظر آئے جو خوبصورت کپڑوں میں ملبوس، بڑی تعداد میں موجود تھے، اسی جگہ میں نے خوبصورت چہرے، سرخی مائل رنگت والا نوجوان شخص دیکھا، اس نے کپڑوں کے اُوپر سے اُونی لباس اور پاؤں میں چپل پہن رکھی تھی، یہ تنہا بیٹھا ہوا تھا، میں نے گمان کیا کہ یہ نوجوان صوفیاء کی جماعت میں سے ہے، اور اس کا دوران سفر لوگوں پر بوجھ بننے کا ارادہ لگتا ہے، پس میں ابھی جا کر اسے ڈانٹتا ہوں، جب میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے مجھے آتا دیکھ کر کہا:

اے شقیق! "بہت سے گمانوں سے دور رہا کرو، کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں"۔

ل193 مثير الغرام الساكن ، للجوزي ، ذكر طرف مستحن من اخبار الصالحين ، الصفحة ٤٠٢ ، وصفوة الصفوة ، للجوزي ، باب الطبقة السابعة من اهل المدينة ، ٢/ ١٨٥.١٨٧، رقم الترجمة ١٩١ . و المختار من مناقب الاخيار ، للشيخ مجد الدين ابن الاثير ، ٥/ ٧٦-٧٨ . و الكواكب الدرية في تراجم السادة الصوفية ، للمناوي ، ١/ ٣٦٢ .

ل194 صفوۃ الصفوۃ اور بعض دیگر کتب میں اس سفر حج کا سال ۲۴۹ھ لکھا گیا ہے جو درست نہیں، جبکہ یہاں امام ابن جوزی نے سال کو ذکر نہیں کیا، پس ۲۴۹ھ نہ تو شقیق بلخی کا زمانہ ہے اور نہ ہی امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا، اس لیے یہ سن درست نہیں، امام مجد الدین ابن اثیر نے المختار میں اور دیگر بعض نے ۱۴۹ھ ذکر کیا ہے جو درست ہے۔

اتنا کہہ کر وہ نوجوان چلا گیا، میں نے اپنے دل میں کہا: اس نے تو میرے ساتھ عجیب معاملہ کیا کہ میری اندرونی کیفیت کو بیان کر دیا، پس ضرور یہ کوئی مرد صالح ہے، (میں ضرور مل کر راز دریافت کروں گا، جب میں نے اس کا پیچھا کیا تو اسے نہ پا سکا) اور وہ نوجوان میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

پھر جب قافلے نے واقصہ کے مقام پر پڑاؤ کیا تو میں نے اس نوجوان کو وہاں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ اس کا جسم لرز رہا ہے اور آنسو بہہ رہے ہیں، میں نے کہا: یہی میرا ساتھی ہے، مجھے اسی کی تلاش تھی، میں جلدی سے اس کے قریب گیا تاکہ اس سے دریافت کروں، قریب جا کر نماز ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا، نماز ختم ہوئی تو میں اس کی جانب متوجہ ہوا، اس نوجوان نے مجھے دیکھ کر کہا: اے شقیق! یہ آیت پڑھو، "بے شک میں توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہوں"۔ یہ کہا اور مجھے وہیں چھوڑ کر چل دیا، میں نے کہا: یہ نوجوان لازماً ابدالوں میں سے ہے، اس نے میرے دل کی بات دو مرتبہ ظاہر کر دی۔

پھر جب قافلے نے زبالہ پہنچ کر پڑاؤ کیا تو میں نے اچانک اسی نوجوان کو کنوئیں کے قریب دیکھا، اس کے ہاتھ میں چھوٹا سا برتن تھا، جس سے وہ پانی پینا چاہتا تھا کہ اسی اثناء میں برتن ہاتھ سے کنوئیں میں گر گیا، میں نے اس نوجوان کو دیکھا، اس نے آسمان کی جانب نگاہ کی اور کہنے لگا:

جب مجھے پانی کی پیاس لگتی ہے تب بھی میرا ربّ تو ہی ہے، اور جب میں کھانے کا ارادہ کرتا ہوں تب بھی میری طاقت تو ہی ہے۔ اے میرے ربّ! اے میرے معبود! تو جانتا ہے کہ میرے پاس اس برتن کے علاوہ دوسرا برتن نہیں، پس تو مجھے اس سے محروم نہ کر۔

شقیق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ کنوئیں کا پانی بلند ہوا اور اس نوجوان نے ہاتھ بڑھا کر اپنے برتن کو اُٹھالیا، پھر اس میں پانی بھرا اور وضو کر کے کچھ (چار) رکعت نماز ادا کی، پھر ریت کے ایک ٹیلے کی جانب آیا اور وہاں بیٹھ کر اس برتن میں مٹی بھرنے لگا، پھر ہلایا اور منہ لگا کر پی لیا، اسی دوران میں بھی وہاں پہنچ گیا اور سلام کیا تو اس نے میرے سلام کا جواب دیا، میں نے کہا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے فضل سے تمہیں جو نعمت دی ہے اس میں سے مجھے بھی دو، اس نوجوان نے کہا: اے شقیق! اللہ تعالیٰ عزوجل کی ظاہری و باطنی نعمتوں کا نزول ہوتا ہی رہتا ہے، بس اپنے رب کے بارے میں حسن ظن رکھو، پھر اس نے مجھے برتن دیا، میں نے اس میں سے پیا، اس میں شکر اور ستو تھے، خدا کی قسم! میں آج تک ایسا لذیذ اور خوشبودار کچھ نہیں پایا، پس میں نے سیر ہو کر پیا، اور کئی دن تک مجھے کچھ کھانے پینے کی طلب ہی نہیں ہوئی۔

پھر وہ نوجوان مجھے دکھائی نہ دیا حتی قافلہ مکہ مکرمہ پہنچ گیا تو میں نے اس نوجوان کو آدھی رات کے وقت پانی کی ٹینکی کے قریب دیکھا کہ وہ نہایت خشوع

وخضوع سے روتے ہوئے نماز ادا کر رہا ہے، وہ ساری رات یوں ہی رہا، جب فجر ہوئی تو وہ مصلیٰ پر بیٹھ گیا، تسبیح شروع کی اور پھر نماز فجر ادا کی، جب نماز کا سلام پھیرا تو بیت اللہ کے گرد سات چکر لگا کر طواف مکمل کیا اور خانہ کعبہ سے نکل آیا۔

میں بھی پیچھے ہولیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے بہت سے خادم اور مال واسباب بھی ہیں، اب وہ مجھے اس حال میں دکھائی دیا جسے میں نے راستے میں نہیں دیکھا تھا، پس لوگوں نے اس کے گرد دائرہ بنا رکھا تھا تاکہ اسے سلام کر سکیں، یہ معاملہ دیکھ کر میں نے قریب کھڑے ایک شخص سے پوچھا: یہ نوجوان کون ہے؟ اس نے جواب دیا:

یہ موسیٰ بن جعفر (بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہم) ہیں۔

تو میں نے کہا:

ایسے عجائبات وکرامات کا صدور ایسی شان والے سے ہی ہو سکتا ہے۔

کھیتی سلامت رہی اور دل بدل دیا

امام خطیب بغدادی "تاریخ بغداد" میں لکھتے ہیں:

مدینہ منورہ میں ایک عُمری شخص تھا (جو کسی غلط فہمی کی وجہ سے) آپ رضی اللہ عنہ کو تکلیف دیتا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتا تھا، (اس کی حرکتوں سے تنگ آکر) آپ رضی اللہ عنہ کے کچھ احباب نے عرض کی: ہمیں اجازت دیں کہ اُسے قتل کر دیں، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے سختی کے ساتھ انہیں منع کر دیا اور بہت ڈانٹا، پھر اس شخص عُمری کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے عرض کی: وہ مدینہ کے مضافات میں کھیتی کرتا ہے، پس

آپ رضی اللہ عنہ سوار ہو کر اس کی جانب تشریف لے گئے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ اپنی کھیتی میں بیٹھا ہوا ہے، آپ رضی اللہ عنہ گدھے پر سوار ہی اُس کی کھیتی میں داخل ہو گئے، جسے دیکھ کر وہ عُمری چلّانے لگا: میری کھیتی برباد نہ کرو۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ گدھے پر سوار ہی چلتے ہوئے اُس کے قریب جا پہنچے، وہاں اُتر کر بیٹھے اور مسکرانے لگے، پھر اُس سے پوچھا: کھیتی میں تجھے کتنا نقصان ہوا (یعنی کتنا لگایا تھا جو برباد ہوا)؟ اُس نے کہا: سو دینار۔ آپ نے پوچھا: کتنے ملنے تھے؟ اس نے کہا: میں غیب نہیں جانتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُس سے فرمایا: میں نے پوچھا کہ تمہیں اس کھیتی سے کتنا نفع حاصل ہونے کی اُمید تھی، اُس نے کہا: مجھے امید تھی کہ دو سو دینار تو مل ہی جاتے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اُسے تین سو دینار دیئے اور فرمانے لگے: لو تمہارے کھیتی بھی سلامت ہے، پس عُمری نے کھڑے ہو کر آپ رضی اللہ عنہ کا سر چوم لیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ وہاں سے لوٹ آئے، جب آپ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ عُمری پہلے سے آکر بیٹھا ہوا ہے، جب اُس نے آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو کہنے لگا: "اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔ [195]" [196]

---

[195] سورة الأنعام: ٦/ ١٢٤ .

[196] آیت مبارکہ کے ذریعے اس نے اہل بیت کی فضیلت کا ارادہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں ایسی ہی صفات ہونی چاہیے جیسا کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے اُس کے ساتھ نرمی واحسان کا معاملہ کیا تھا، کہ دشمن کو قتل ہونے سے بھی بچالیا، کھیتی بھی برباد نہ ہونے دی اور پھر احسان کرتے ہوئے گالیاں دینے والے سخت دشمن کو تین سو دیناروں کی خطیر رقم بغیر کسی وجہ کے عنایت کر دی۔

سارے لوگ حیرانی سے جمع ہو کر اُس سے پوچھنے لگے: ماجرا کیا ہے؟ کیونکہ تم تو کچھ اور ہی تھے؟ اُس نے کہا: ہاں میں انہیں گالیاں دیتا اور بُرا کہتا تھا، لیکن اب حال یہ ہے کہ آتے جاتے ابو الحسن موسیٰ کو دعائیں دیتا ہوں۔ اس کیفیت کو دیکھ کر ابو الحسن موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے اُن احباب سے فرمایا جنہوں نے اُسے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا: کون سا معاملہ بہتر ہوا، وہ جس کا تم نے ارادہ کیا تھا یا وہ صلح جس کا میں نے ارادہ کیا؟۔[197]

197 تاريخ بغداد ، للخطيب البغدادي ، ١٥/ ١٥ . و سير أعلام النبلاء ، للذهبي ، ٦/ ٢٧١ .

اہل سنت کی جانب سے ایک ہزار سال کے بعد پہلی مرتبہ
ترتیب دیا جانے والا مجموعہ

مسند

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

جمع و تحقیق
مفتی اعجاز احمد

اہل بیت سے مروی احادیث کو جمع و محفوظ کرنے کا اہتمام اہلسنّت کی جانب سے تاریخ کے صدیوں پر محیط اَدوار میں چند مرتبہ ہی ہوا، اور اُن میں بھی زیادہ تر کام کی نوعیت کتب کے ضمن میں مسانید واَبواب کی صورت میں جمع روایات تھیں، جس میں کثیر الروایہ اصحاب، مثلاً امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی احادیث مرتب کی جاسکیں، لیکن کسی منظم و مستقل کام کی نظیر ہمارے سامنے موجود نہیں، اسی سبب سے اُن حضرات کے تذکار و سیرت کے کچھ پہلو بھی لوگوں کے سامنے زیادہ عیاں نہ رہے اور صرف تقریری یا غیر ثابت شدہ مواد پر مبنی گفتگو نے ماحول میں بازگشت پیدا کرنے کا کام انجام دیا۔

• بہرکیف اہل بیت میں سے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ پر اَب تک کی معلومات کے مطابق صرف ایک ہی مرتبہ جمع روایات کا مختصر سا کام کیا گیا اور اُسے بھی قریباً ایک ہزار برس گزر چکے ہیں، اس کے بعد سے موجود زمانے تک آپ رضی اللہ عنہ کی احادیث پر کوئی کام کسی بھی زبان میں سامنے نہیں آسکا۔

جزء مسند موسیٰ بن جعفر

ہزار سال پہلے ہونے والا کام امام ابو بکر محمد بن عبد اللہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۳۵۴ھ کا ہے، جو "جزء مسند موسیٰ بن جعفر" کے نام سے مرتب ہوا، اسی جزء کو بعد اَزاں اکابر محدثین کرام نے روایت کیا، چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ماقبل تصانیف کے ذیل میں جو سند "المعجم المفہرس" سے منقول ہے، وہ اسی جزء کی

سند ہے جو امام ابو بکر شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ہو کر شیخ موسیٰ بن ابراہیم مروزی رحمۃ اللہ علیہ اور پھر امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے۔ نیز شیخ ابو حفص سراج الدین عمر بن علی قزوینی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی ۷۵۰ھ کی کتاب "مشیخة القزوینی" میں اس جزء مسند کی تین متصل اسانید منقول ہیں، جن میں سماع کی صراحت کے ساتھ اسے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ تک بیان کیا گیا ہے۔ ان میں سے امام ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی امام ابو بکر شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس جزء مسند کے سماع کی سند یوں مذکور ہے:

أرويه أعلى منه عدداً ، عن الشيخ العالم مسند الدنيا ، فخر الدين أبي الحسن علي بن أحمد بن عبد الواحد المقدسي ، إجازةً عامةً إن لم تكن خاصةً ، بإجازته الخاصة من أبي المكارم أحمد بن محمد بن محمد بن عبد الله بن اللبان الأصبهاني ، بروايته كذلك إن لم تكن سماعاً عن مسند وقته ، أبي علي الحسن بن أحمد بن الحسن الحداد ، بروايته كذلك عن الحافظ أبي نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق الأصبهاني ، بروايته عن أبي بكر محمد بن عبد الله بن إبراهيم الشافعي البزاز إجازةً، حدثنا محمد بن خلفٍ ، حدثنا موسى بن إبراهيم ، حدثنا موسى بن جعفرٍ ، عن أبيه ، عن جده ، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، ورضي عنهم أجمعين . [1]

---

[1] مشيخة القزويني ، للشيخ عمر بن علي القزويني ، دار البشائر الاسلامية ، الطبعة الاولى ۲۰۰۵ ء ، ۱/ ۲۳۳ ، الرقم ۷۳ .

تو اس جزء مسند کی جتنی بھی معلوم اسناد ہیں ان سب کا طریق امام ابو بکر شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے محمد بن خلف رحمۃ اللہ علیہ، پھر ان سے شیخ موسیٰ بن ابراہیم مروزی رحمۃ اللہ علیہ اور ان سے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تک جاملتا ہے۔ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے اُوپر کی شخصیات معروف ہیں، لہٰذا ہم انؓ کے احوال درج کرنے کے بجائے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے بعد سے تین راویوں کے مختصر احوال ترتیب وار درج کر رہے ہیں۔

جزء مسند موسیٰ بن جعفر کے راوی

(1) ابو عمران موسى بن إبراهيم المروَزي ، البغدادي

آپ رحمۃ اللہ علیہ عبد اللہ بن لہیعہ، ابراہیم بن سعد، اسماعیل بن جعفر، موسیٰ بن جعفر، ابو جعفر رازی رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر حضرات سے روایت کرتے ہیں، جبکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والوں میں محمد بن خلف بن عبد السلام، محمد بن ادریس شعرانی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ شامل ہیں، آپ پر امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے جرح بھی کی ہے۔[2]

غالب گمان یہ ہے کہ انہوں نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے قید بغداد کے دوران استفادہ کیا، ان کے بارے میں کچھ کلام تلامذہ کے ذیل میں گزر چکا۔

---

2 تاريخ بغداد ، ١٥/ ٢٨ ، رقم الترجمة ٦٩٤٧ .ملخصاً . و ميزان الاعتدال ، ٤/ ١٩٩ .

(2) **أبو عبد الله محمد بن خلف بن عبدالسلام ، الأعور المروزي .**

آپ رحمۃ اللہ علیہ یحییٰ بن ہاشم سمسار، عاصم بن علی، علی بن جعد، موسیٰ بن ابراہیم مروزی اورابو بلال اشعری رحمۃ اللہ علیہم سے روایت کرتے ہیں، نیز ان سے روایت کرنے والوں میں ابو عمرو ابن سماک، محمد بن عباس بن نجیح، عبد الصمد بن علی طستی، ابو بکر شافعی رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر شامل ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ صدوق تھے۔ امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ان میں حرج نہیں۔ عبد الباقی بن قانع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: محمد بن خلف بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۸۱ھ میں وصال کیا۔[3]

(3) **أبوبكر محمد بن عبد الله بن ابراهيم بن عَبْدُوَيْه الشافعي البغدادي .**

آپ امام، محدث، فقیہ وحجۃ اور مسند عراق تھے، انکی "الاجزاء الغیلانیات" مشہور ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش مقام جبل میں ۲۶۰ھ میں ہوئی، آپ نے سماع حدیث صرف چھ سال کی عمر میں سن ۲۶۶ھ میں شروع کر دیا، آپ کے مشائخ میں محمد بن شداد مسمعی، ابن ابی العوام، ابو قلابہ رقاشی، امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہم جیسے اکابر محدثین شامل ہیں، امام مزی رحمۃ اللہ علیہ نے غیلانیات میں مذکور آپ کے شیوخ کا تذکرہ تالیف کیا، آپ نے طویل عمر پائی اور جلالت علمی، علو اسناد، اور بہت سے حضرات سے

---

[3] تاريخ بغداد ، ۳/ ۱۲٤ ، رقم الترجمة ۷٤٥ . ملخصاً

روایت کے تفرد نے طالبان حدیث کو آپ کی جانب متوجہ کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والوں میں امام دار قطنی ، ابو حفص شاہین ، ابو عبد اللہ ابن مندہ، ابو بکر بن مردویہ، اسحاق اسفرائینی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شامل ہیں۔ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ثقہ ، ثبت ، کثیر الحدیث اور عمدہ تالیف کا حامل قرار دیا، جبکہ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ثقہ ، مامون اور ہمہ وقت ہوشیار کہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ذوالحج ۳۵۴ھ میں وصال فرمایا۔[4]

"جزء مسند موسیٰ بن جعفر" کی دستیابی و تبییض

امام ابو بکر شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ جزء کا مخطوط دارالکتب الظاہریہ، دمشق سے حاصل ہو گیا، جس کی تبییض بھی کر لی گئی، اور ارادہ تھا کہ اسے ترجمہ و تخریج کے ساتھ کتاب ہذا میں شامل کر دیا جائے، لیکن اس دوران سعودی عرب کے علمی مراکز میں مزید تین نسخوں کی تفصیلات دیکھنے میں آئیں، جس کے بعد اس کام کو اُن نسخوں کے حصول اور تقابل کی وجہ سے ملتوی کر دیا گیا ہے، کیونکہ دارالکتب الظاہریہ کا مخطوط بعض مقامات سے محو اور بعض پر قابل مطالعہ نہیں تھا لہٰذا اندازے سے کلمات کو پڑھ کر لکھنے کے بجائے بقیہ نسخہ جات کی روشنی میں مرتب کیا جانا زیادہ سود مند گمان ہوا، تو اسی بات کو مد نظر رکھتے ہوئے فی الحال جزء مسند کو کتاب ہذا میں شامل نہیں کیا جا رہا، خدا کرے بقیہ مخطوطات تک رسائی ملے اور یہ مجموعہ بھی آنکھوں کی زینت بنے۔

---

4 سير أعلام النبلاء، للذهبي، ١٦/ ٣٩، الرقم ٢٧ .

راقم الحروف کی مرتب کردہ "مسند امام موسیٰ کاظم" رضی اللہ عنہ

متذکرہ بحث سے واضح ہو گیا کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی احادیث پر اب تک صرف ایک ہی کام ہوا اور وہ امام ابو بکر شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۵۴ھ کا ہے، چنانچہ اس کام کے قریباً ایک ہزار چوراسی ۱۰۸۴ برس بعد ہمیں یہ سعادت نصیب ہوئی کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث جو محدثین کرام کی کتب میں بکھری ہوئی تھیں اُنہیں یکجا کریں، تو اللہ تعالیٰ عزوجل کے فضل و کرم سے ہم نے تلاش و جستجو کے بعد اس مختصر مجموعے کو مرتب کیا، جس میں ہر حدیث کو مع سند و متن اور حوالہ جات کے درج کیا ہے تاکہ اہل علم اور محققین کرام بھی اس سے مستفید ہو سکیں۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ ہماری جمع کردہ مرویات اس جزء مسند کی احادیث کے علاوہ ہیں جسے امام ابو بکر شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیا تھا، البتہ مندرجہ ذیل دو احادیث اور دو اثر یکساں ہیں:

- مَنْ أُذِنَ لَهُ بِالدُّعَاءِ فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ .
- الإِيْمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ، وَإِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ، وَعَمَلٌ بِالأَرْكَانِ .
- قال علي: إِنَّهُ سَيَأْتِي قَوْمٌ يُجَادِلُوْنَكُمْ بِالْقُرْآنِ فَخُذُوْهُمْ بِالسُّنَنِ، فَإِنَّ أَصْحَابَ السُّنَنِ أَعْلَمُ بِكِتَابِ الله .
- أُتِيَ علي عليه السلام بِرَجُلٍ قَدْ سَبَّ الله فَقَالَ: عَلِيٌّ: فَاقْتُلُوْهُ وَمَنْ سَبَّ أَنْبِيَاءَ الله فَاضْرِبُوْهُ .

ہماری مسند میں کل ۷۰ اَحادیث ہیں، جن میں ۵۶ مرفوع، جبکہ ۱۴ آثار و اقوال ہیں، اور اس جزء مسند میں جو امام ابو بکر شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب ہے اس میں قریباً ۶۰ اَحادیث و آثار ذکر کیے گئے ہیں، جن میں سے متذکرہ چار ہمارے مجموعے میں بھی یکساں ہیں، تو یوں دونوں مجموعوں میں احادیث و آثار کی بلا تکرار تعداد ۱۲۶ جبکہ تکرار کے ساتھ ۱۳۰، بنتی ہے۔

ہم نے اپنے مجموعے میں اوّلاً سند کو ذکر کیا اور پھر متن حدیث کو اعراب و ترجمہ کے ساتھ، پھر حواشی میں اس کی مفصل تخریج کر دی ہے اور سند میں جس مقام پر امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کا ذکر تھا اُسے امتیاز دینے کے لیے خط کشیدہ کر دیا ہے۔ بعض اوقات امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے طریق سے ہی ایک روایت کئی کتب میں مذکور ہوئی تو ہم نے تمام حضرات کی اسانید کو ذکر کرنے کے بجائے صرف ایک کی سند کو ذکر کیا ہے، اس کے لیے تخریج میں جس کتاب کا حوالہ سب سے پہلے درج ہے سند و متن اسی کتاب سے ماخوذ ہے، البتہ بقیہ کتب میں یا تو اس کی دوسری سند یا پھر متن و شاہد مذکور ہے۔ اسی طرح ہم نے احادیث مرفوعہ کو اوّلاً الگ ذکر کیا جبکہ آثار و اقوال کو امتیاز دینے کے لیے اخیر میں جمع کیا ہے تاکہ سہولت رہے۔

اس مجموعے میں ہماری کوشش رہی کہ آپ رضی اللہ عنہ کی کسی ایسی روایت کو درج نہ کیا جائے جس کے موضوع ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہوا، اسی لیے ہم نے بہت سی روایات کو عمداً چھوڑ دیا، کیونکہ اُن پر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور امام

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اساطین نے موضوع ہونے کا حکم لگایا تھا، لیکن وہ روایات جنہیں اکابر محدثین نے نقل کیا اور موضوع کا حکم بیان نہیں کیا، البتہ معاصر عرب محققین نے انہیں موضوع قرار دیا ہے تو اُن عرب محققین کے بجائے ہم نے محدثین کی نقل اور عدم جرح کو ترجیح دی ہے، لہٰذا ایسی چند روایات کو لے لیا۔ کیونکہ معاصر محققین میں ایک روش عام ہے کہ ایک مرتبہ جو پیٹرن سیٹ کر لیا بس بلا تحقیق ہر مقام پر اسی کو استعمال کرتے چلے جاتے ہیں۔

اس کی ایک واضح مثال شیخ ناصر الدین البانی ہے، جن کے یہاں احادیث کو موضوع قرار دینے کی شاہراہ کافی آسان ہے، وہ اپنے مقررہ فارمیٹ کے مطابق جہاں کسی راوی کو دیکھتے ہیں وہیں حکم وَضع لگا دیتے ہیں، حالانکہ یہ اصول نا تو علمائے حدیث کے یہاں معتبر اور نہ ہی دیانت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہے، کیونکہ بہت سے راوی ایسے ہوتے ہیں جن کی کسی ایک شیخ سے روایت ضعیف و متروک ہوتی ہے لیکن دیگر شیوخ سے ان کی روایات معتبر و صحیح شمار کی جاتی ہیں۔

پس ایسے میں اس راوی کے نام کو دیکھ کر بس ایک ہی حکم داغتے جانے کسی طرح بھی قابل تعریف نہیں ہے، لیکن افسوس! ہمیں شیخ البانی کے یہاں یہ اسلوب کئی مقامات پر دکھائی دیا۔ نیز ان کی اسی روش نے کئی معاصر محققین کو بھی راہیں ہموار کر دیں اور وہ بھی اسی ڈگر پر چلتے نظر آئے۔ نعوذ باللہ

شیخ البانی کے اس اسلوب پر ان کے معاصرین اہل علم نے علمی گرفتیں بھی کیں، چنانچہ شیخ حسن بن علی السقاف کی "تناقضات الالبانی الواضحات" تین جلدوں میں، اسی طرح شیخ عبد اللہ غماری مغربی کی "جزء فیہ الرد علی الالبانی"، اور شیخ سقاف ہی "قاموس شتائم الالبانی" وغیرہ کتب میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث اور امثال موجود ہیں کہ شیخ البانی کس طرح اپنے مقصد پر پورا نہ اُترنے والی احادیث کو موضوع وضعیف قرار دیتے اور ائمہ متقدمین پر طعن کرتے ہیں۔ شیخ البانی کے تضادات کی ایک مثال قاموس مذکور میں ہے: انہوں نے صحیح ترمذی میں حدیث "السلام قبل الکلام" کی تصحیح کی، لیکن پھر خود ہی ضعیف الجامع میں اس پر موضوع ہونے کا حکم بھی لگا دیا۔

پس شیخ البانی کے ایسے بہت سے نظائر ہیں جن سے ان کی خود ساختہ روش کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اسی وجہ سے ہم نے اپنے مجموعے میں شیخ البانی کی رعایت کو ملحوظ نہیں رکھا، جیسا کہ ان کا حال واضح ہو چکا۔

محمد بن محمد اشعث کوفی، شخصیت اور روایات

امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے طریق سے احادیث روایت کرنے والوں کی فہرست میں ایک نام محمد بن اشعث کوفی کا ہے، ان کا پورا نام محمد بن محمد اشعث کوفی ہے، کنیت ابو الحسن اور ابو علی بیان کی جاتی ہے، مصر کے رہنے والے تھے، انکی "سنن" معروف ہے، ان کے بارے میں محدثین نے جرح کی ہے، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر کلام کرتے ہوئے ذکر کیا:

مُحَمَّد بن مُحَمَّد بن الْأَشْعَث الْكُوفِي أَبُو الْحسن نزيل مصر ، قَالَ ابْن عدي : حمله تشيعه على أَن أخرج إِلَيْنَا نُسْخَة نَحْو ألف حَدِيث عَن مُوسَى بن اسماعيل بن مُوسَى بن جَعْفَر بن مُحَمَّد عَن آبَائِهِ بِخَط طري عامتها مَنَاكِير وَكَانَ مُتَّهمًا ۔[۱]

چنانچہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ تبصرہ معاصرین کے ہاتھ چڑھ گیا، اَب جہاں کہیں محمد بن اشعث کوفی کا نام روایت میں نظر آتا ہے، خاص طور پر شیخ البانی اور ان کے مستفیدین امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ جڑتے اور یک لخت موضوع موضوع کی صدائیں بلند کرنے لگتے ہیں، وہ بچارے اس تبصرے کے آگے کسی غور وفکر اور تحقیق کی چنداں ضرورت محسوس نہیں کرتے ہیں۔

اس طرح کے چند مقامات کا ہمیں بھی سامنا ہوا، چنانچہ ہم نے ارادہ کیا کہ اس راوی پر ذرا تصویر کے رُخ کو واضح کر دیں تاکہ اس مختصر گفتگو میں تشنگی باقی نہ رہے، پس یہ محمد بن اشعث کوفی اگرچہ ثقہ نہیں، لیکن ایسے بھی نہیں کہ ان کی تمام ہی روایات کو پس پشت ڈال دیا جائے، کیونکہ غیر ثقہ اور ضعیف رُواۃ سے بھی بہت سی ایسی روایات مروی ہیں جو صحیح اور دیگر قرائن کی روشنی میں قابل اعتبار ہیں، یہی حال محمد بن اشعث کوفی کا بھی ہے، کہ ان کی وہ روایات جن کا ثبوت کسی اور طریق پر نہیں

---

[۱] المغني في الضعفاء ، للذهبي ، دار الكتب العلمية ، ۲/ ۳٦۸ ، الرقم ٥٩٥٠ ، و لسان الميزان ، للذهبي ، دار البشائر الاسلامية بيروت ، ۷/ ٤٧٦ ، الرقم ٧٣٥٨ .

اور نہ ہی انہیں کسی ثقہ امام و محدث نے نقل کیا ہے تو بلاشبہ ان پر کلام ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر ان کی روایات ثقہ امام بغیر جرح کے نقل کرے، یا پھر دیگر مصادر سے اُن کی تائید ہو جائے تو ایسی صورت میں حکم وضع نہیں لگایا جاسکتا، اس گفتگو کو چند مثالوں کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نقد رجال میں مسلم اور جلالت علمی میں محترم ہے، آپ کی ایک معروف کتاب "سنن کبریٰ" ہے جسے اہل علم کے یہاں اُمہات کتب میں گردانا جاتا ہے، خود امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب کی تالیف پر نازاں تھے، اس کتاب میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے احکام کے باب میں ایک حدیث محمد بن اشعث کے اسی طریق سے لی ہے جو اہل بیت سے مروی ہے اور وہ یہ ہے:

لَيْسَ لِلْعَبْدِ مِنَ الْغَنِيمَةِ شَيْءٌ إِلَّا خُرْثِيَّ الْمَتَاعِ ، وَأَمَانُهُ جَائِزٌ إِذَا هُوَ أَعْطَى الْقَوْمَ الْأَمَانَ .[6]

اس پر امام علی متقی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کنز العمال نے نفیس فائدہ ذکر کیا[7] کہ محمد بن اشعث کی اہل بیت سے مروی اس حدیث کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تو اپنی مایہ

---

6 السنن الكبرى ، للامام البيهقي ، دار الكتب العلمية ، الطبع الثالث ، ٦/ ١٦٠ ، الرقم ١٨١٧٢ . و كنز العمال ، للامام علي المتقي ، موسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الخامسة ، ٤/ ٥٢٨ ، الرقم ١١٥٥٨ و ١٠٩٨٣ .

7 اس عبارت کا اصل متن مع ترجمہ احادیث کے باب میں نقل کیا گیا ہے، یہاں مفہوم درج ہے۔

ناز کتاب سنن کبریٰ میں نقل کیا جس کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ وہ اس میں کسی ایسی حدیث کو نقل نہیں کریں گے جو ان کے علم کے مطابق موضوع ہوگی اور دوسری بات یہ کہ ان سے مروی حدیث کو فضائل کے بجائے احکام کے باب میں نقل کیا، کیونکہ فضائل کے باب میں تو پھر تسامح برت لیا جاتا ہے لیکن احکام کے بارے میں کسی نرمی کو روا نہیں رکھا جاتا۔ پس بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا اس خاص سند سے احکام کے باب میں محمد بن اشعث کوفی کی روایت کو ذکر کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں اور نہ ہی اہل بیت کے طریق سے ان کی تمام مرویات موضوع ہیں۔

امام علی متقی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں شاید یہی ایک حدیث تھی جسے سنن کبریٰ میں نقل کیا گیا، لیکن راقم کو تلاش کے بعد اسی سنن کبریٰ میں ایک اور حدیث بھی مل گئی جسے محمد بن اشعث کے طریق سے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے احکام کے باب میں نقل کیا ہے:

وَجَدْنَا فِي قَائِمِ سَيْفِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّحِيفَةِ : إِنَّ الْأَقْلَفَ لَا يُتْرَكُ فِي الْإِسْلَامِ حَتَّى يُخْتَتَنَ وَلَوْ بَلَغَ ثَمَانِينَ سَنَةً .[8]

8۔ السنن الكبرى، للبيهقي، كتاب الاشربة، باب يكره السلطان على الاختتان ..الخ، ٨/ ٥٦١، الرقم ١٧٥٥٨، و تبيين الامتنان بالأمر بالاختتان، للابن عساكر، الرقم ٦، الصفحة٣١. إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، للامام أبي العباس البوصيري، كتاب الطهارة، باب ٩، ١/ ٢٩٣، الرقم ٤٨٣

اس حدیث کو امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جزء "تبیین الامتنان" میں اہل بیت کے مذکورہ طریق سے ہی نقل کیا ہے، تو ان ائمہ کرام کا محمد بن اشعث کوفی سے خاص احکام کے بارے میں اہل بیت کی احادیث کو ذکر کرنا اس بات پر واضح دلالت کرتا ہے کہ محمد بن اشعث کوفی کی تمام روایات نہ تو موضوع ہیں اور نہ ہی ضعیف، کیونکہ اگر واقعی ایسا ہو تو پھر امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور پھر امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ خود بھی اس جرم میں شامل مانے جائیں گے حالانکہ یہ حضرات اہل علم کے مقتداء اور معتبر ائمہ میں ہیں۔ نیز صرف یہ دو ائمہ ہی نہیں، بلکہ امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ بھی محمد بن اشعث کوفی کی اہل بیت کے طریق سے حدیث کو روایت کرنے والوں میں ہیں کہ انہوں نے موطا امام مالک پر لکھی ہوئی اپنی مشہور شرح "التمہید" میں ان سے یہ روایت لی:

إِنَّ شِرَارَ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ الَّذِينَ يُكْرَمُونَ اتِّقَاءَ شَرِّهِمْ.[9]

اور امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنی بہت سی کتب مثلاً الموضح لاوہام الجمع والتفریق، الکفایہ فی علم الروایہ، اقتضاء العلم، الجامع لاخلاق الراوی وغیرہ میں خاص محمد بن اشعث کوفی سے کئی احادیث لی ہیں، جس سے واضح نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ محمد بن اشعث کی ہر روایت نہ تو اہل بیت سے منسوب نسخہ موضوعہ سے نقل شدہ ہے، جس کا

9. التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد ، للامام ابن عبد البر ، حديث تاسع عشر من البلاغات ، ٢٤/ ٢٦٢ .

عرب محققین جگہ جگہ حواشی وتحقیقات میں ماتم کرتے پھرتے ہیں، اور نہ ہی ان کی ہر روایت پر امام ذہبی، امام دار قطنی اور امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہم کا تبصرہ جڑا جا سکتا ہے۔

تو اس طرح اہل بیت کرام کی وہ روایات جو محمد بن اشعث کوفی سے مروی تھیں، اوّلاً تو ان کی موضوعیت کی کیفیت اور راوی کے بارے میں ہم نے مختصر کلام کر دیا ہے، نیز ہم نے انہیں اپنے مجموعے میں نقل کرنے کے بعد کم از کم اس متن کے شاہد وتابع کو دیگر احادیث اور ائمہ کی کتب سے بھی مبرہن کرنے کی سعی کی ہے تاکہ اس طریق کو مزید تقویت مل سکے۔ اس کے لیے تخریج میں مفصل حوالہ جات کو ذکر کر دیا ہے کیونکہ متن کتاب میں تمام عبارات کو درج کرنے سے ضخامت اور عوام کی عدم دلچسپی درپیش تھی، اہل علم مراجع سے استفادہ کرتے ہوئے مزید تحقیق کرنا چاہیں تو ان کے لیے راہیں ہموار ہیں۔

لہٰذا اب احادیث کو ملاحظہ کرنے والے اس بات کا خیال ضرور رکھیں کہ کسی راوی پر چند ائمہ کرام کی جرح من کل الوجوہ نقصان نہیں دیتی، کیونکہ شاید ہی کوئی ایسا محدث دنیا میں پیدا ہوا ہو جس پر کسی نہ کسی قول وجہت سے جرح نہ کی گئی ہو، خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جن کی ذات شرق تا غرب مسلم ہے، لیکن انکے معاصرین اور بعد کے ائمہ کرام نے علمی اصولوں پر نا صرف ان سے اختلاف کیا بلکہ جرح بھی کی ہے، تو صرف جرح کا پایا جانا ہر گز انہیں نقصان دہ نہیں، جب تک کے دیگر اصول وقرائن بھی اس کی تائید نہ کرتے ہوں۔ یہاں اسی قدر پر اکتفاء ہے۔

(1) حَدَّثَنَا عَبْدُ الله ، حَدَّثَنِي نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْأَزْدِيُّ ، أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ، حَدَّثَنِي أَخِي مُوسَى بْنُ جَعْفَر ، عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ رَضِيَ الله عَنْهُ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ :

أَنَّ رَسُولَ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ حَسَنٍ وَحُسَيْنٍ فَقَالَ : مَنْ أَحَبَّنِي وَأَحَبَّ هَذَيْنِ وَأَبَاهُمَا وَأُمَّهُمَا كَانَ مَعِي فِي دَرَجَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ .[1]

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ تھام کر ارشاد فرمایا: جس نے مجھ سے محبت کی، اوران دونوں سے محبت کی، اوران دونوں کے ماں باپ (سیدنا علی مرتضیٰ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما) سے محبت رکھی، وہ

---

[1] سنن الترمذي ، للامام محمد بن عيسى الترمذي ، مكتبة المعارف الرياض ، الطبعة الاولى ، كتاب المناقب ٤٦ ، باب ٢١ ، الرقم٣٧٣٣ ، الصفحة ٨٤٦ . و فضائل الصحابة ، للامام احمد بن حنبل ، طبع مركز البحث العلمي جامعة ام القرى بمكة المكرمة ، الطبعة الاولى ، الرقم ١١٨٥ ، الصفحة ٦٩٤ .و مسند الامام احمد ، طبع موسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الاولى ، ٢/ ١٧، الرقم ٥٧٦ .و كتاب الشريعة ، للامام أبي بكر الآجري ، دار الوطن الرياض ، الطبعة الاولى ، باب ١٩٢، الرقم ١٦٣٨، الصفحة ٢١٥١ . المعجم الصغير، للامام الطبراني ، المكتب الاسلامي بيروت ، الطبعة الاولى ، الرقم ٩٦٠ ، الصفحة ١٦٣ . و المعجم الكبير ، للطبراني ، مكتبة ابن تيمة بالقاهرة ، الطبعة الثانية ، ٣/ ٤٣، الرقم ٢٦٥٤ . و المتحابين في الله ، للامام ابن قدامة المقدسي ، مكتبة القرآن ، الرقم ٧٣ ، الصفحة ٧٤ .

قیامت کے دن میرے ساتھ (جنت میں) میرے درجے میں (سکونت پذیر) ہوگا۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے "سیر اعلام النبلاء، ج ۱۲، ص ۱۳۵" میں اس حدیث پر کلام کیا ہے جس کا خلاصہ ہے، کہ اس حدیث کے تمام روای ثقہ ہیں سوائے علی بن جعفر کے، اوراُن کی جرح وتعدیل کا حال معلوم نہیں ہے، انہوں نے جن الفاظ سے حدیث روایت کی ہے اُن پر اختلاف ہے، ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے: شاید راوی نے الفاظ حدیث کو صحیح طور پر محفوظ نہ رکھا، اس لیے "اس نے میرے ساتھ میرے درجے" کے الفاظ روایت کردیئے، حالانکہ الفاظ "میرے ساتھ جنت میں ہوگا" کے ہوں گے، جیسا کہ حدیث "المرء مع من احب" بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔ نیز کسی اُمتی کو صرف محبت رسول اور محبت حسنین کی بنیاد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عظیم درجے میں سکونت مل جانا قابل غوراَمر ہے۔ الخ

محدثین کرام نے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اس حدیث کو حسن کہنے اور نہ کہنے پر بھی کلام کیا، بعض مطبوعہ نسخوں میں صرف غریب کے الفاظ ہیں، جبکہ دیگر میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی جانب سے "حدیث حسن غریب" کی صراحت موجود ہے، محقق سنن، شیخ بشار عواد کے علاوہ سب نے ہی "حسن" کی صراحت کی ہے، لیکن انہوں نے "حدیث غریب" کے الفاظ پر اصرار کیا اور یہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے متذکرہ کلام کی بنیاد پر ہے، لیکن درحقیقت یہ حدیث "حسن غریب" ہی ہے۔

(2) أَخبرَنَا أَبُو عَبدِ الله الحَافِظُ ، لَفظًا وَقِرَاءَةً عَلَيهِ وَقَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ الحَسَنِ بْنِ جَعفَرِ بْنِ عُبَيدِ الله بْنِ الحُسَينِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الحُسَينِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبِ العَقِيقِيُّ صَاحِبُ كِتَابِ النَّسَبِ بِبَغْدَادَ قَالَ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ جَعفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الحُسَينِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، أَبُو مُحَمَّدٍ بِالمَدِينَةِ ، سَنَةَ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ وَمِائَتَيْنِ ، قَالَ : حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ جَعفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَخِيهِ مُوسَى بْنِ جَعفَرٍ ، عَنْ جَعفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الحُسَيْنِ ، قَالَ : قَالَ الحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ :

سَأَلْتُ خَالِي هِنْدَ بْنَ أَبِي هَالَةَ التَّمِيمِيَّ ، وَكَانَ وَصَّافًا ، عَنْ حِلْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَأَنَا أَشْتَهِي أَنْ يَصِفَ لِي مِنْهَا شَيْئًا أَتَعَلَّقُ بِهِ ، فَقَالَ : كَانَ رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا ، يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهُ تَلَأْلُؤَ القَمَرِ لَيْلَةَ البَدْرِ ، أَطْوَلَ مِنَ المَرْبُوعِ ، وَأَقْصَرَ مِنَ المُشَذَّبِ ، عَظِيمَ الهَامَةِ ، رَجِلَ الشَّعْرِ ، إِنِ انفَرَقَتْ عَقِيقَتُهُ فَرَقَ- وَفِي رِوَايَةِ العَلَوِيِّ : إِنِ انفَرَقَتْ عَقِيصَتُهُ فَرَقَ- وَإِلَّا فَلَا يُجَاوِزُ شَعْرُهُ شَحْمَةَ أُذُنِهِ إِذَا هُوَ وَفَّرَهُ ، أَزْهَرَ اللَّوْنِ ، وَاسِعَ الجَبِينِ ، أَزَجَّ الحَوَاجِبِ ، سَوَابِغَ فِي غَيْرِ قَرَنٍ ، بَيْنَهُمَا عِرْقٌ يُدِرُّهُ الغَضَبُ ، أَقْنَى العِرْنِينِ ، لَهُ نُورٌ يَعْلُوهُ ، يَحْسَبُهُ مَنْ لَمْ يَتَأَمَّلْهُ أَشَمَّ . كَثَّ اللِّحْيَةِ ، سَهْلَ الخَدَّيْنِ - وَفِي رِوَايَةِ العَلَوِيِّ : المَسْرُبَةِ- كَأَنَّ عُنُقَهُ جِيدُ دُمْيَةٍ ، فِي صَفَاءِ الفِضَّةِ ، مُعْتَدِلَ الخَلْقِ ، بَادِنًا مُتَمَاسِكًا ، سَوِيَّ البَطْنِ وَالصَّدْرِ ، عَرِيضَ الصَّدْرِ ، -وَفِي رِوَايَةِ العَلَوِيِّ: فَسِيحَ الصَّدْرِ - بَعِيدَ مَا بَيْنَ المَنْكِبَيْنِ ، ضَخْمَ

الْكَرَادِيسِ ، أَنْوَرَ الْمُتَجَرَّدِ ، مَوْصُولَ مَا بَيْنَ اللَّبَّةِ وَالسُّرَّةِ بِشَعْرٍ يَجْرِي كَالْخَطِّ . عَارِي الثَّدْيَيْنِ وَالْبَطْنِ ، مِمَّا سِوَى ذَلِكَ . أَشْعَرَ الذِّرَاعَيْنِ وَالْمَنْكِبَيْنِ وَأَعَالِي الصَّدْرِ ، طَوِيلَ الزَّنْدَيْنِ ، رَحْبَ الرَّاحَةِ - وَفِي رِوَايَةِ الْعَلَوِيِّ: رَحْبَ الْجَبْهَةِ - سَبْطَ الْقَصَبِ ، شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ - لَمْ يَذْكُرِ الْعَلَوِيُّ - الْقَدَمَيْنِ ، سَائِلَ الْأَطْرَافِ ، خَمْصَانَ الْأَخْمَصَيْنِ ، مَسِيحَ الْقَدَمَيْنِ يَنْبُو عَنْهُمَا الْمَاءُ ، إِذَا زَالَ زَالَ قَلْعًا ، يَخْطُو تَكَفِّيًا وَيَمْشِي هَوْنًا ، ذَرِيعَ الْمِشْيَةِ إِذَا مَشَى ، كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ ، وَإِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ جَمْعًا - وَفِي رِوَايَةِ الْعَلَوِيِّ: جَمِيعًا - خَافِضَ الطَّرْفِ ، نَظَرُهُ إِلَى الْأَرْضِ أَطْوَلُ مِنْ نَظَرِهِ إِلَى السَّمَاءِ . جُلُّ نَظَرِهِ الْمُلَاحَظَةُ ، يَسُوقُ أَصْحَابَهُ يَبْدُرُ - وَفِي رَاوِيَةِ الْعَلَوِيِّ: يَبْدَأُ مَنْ لَقِيَ بِالسَّلَامِ -.

قُلْتُ : صِفْ لِي مِنْطَقَهُ ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، مُتَوَاصِلَ الْأَحْزَانِ ، دَائِمَ الْفِكْرَةِ - وَفِي رِوَايَةِ الْعَلَوِيِّ : الْفِكْرِ - لَيْسَتْ لَهُ رَاحَةٌ ، لَا يَتَكَلَّمُ فِي غَيْرِ حَاجَةٍ ، طَوِيلَ السَّكْتَةِ - وَفِي رِوَايَةِ الْعَلَوِيِّ : السُّكُوتِ - يَفْتَتِحُ الْكَلَامَ وَيَخْتِمُهُ بِأَشْدَاقِهِ ، وَيَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ - وَفِي رِوَايَةِ الْعَلَوِيِّ : الْكَلَامِ - فَصْلٌ : لَا فُضُولَ وَلَا تَقْصِيرَ. دَمِثٌ : لَيْسَ بِالْجَافِي وَلَا الْمُهِينِ . يُعَظِّمُ النِّعْمَةَ وَإِنْ دَقَّتْ ، لَا يَذُمُّ مِنْهَا شَيْئًا . لَا يَذُمُّ ذَوَاقًا وَلَا

يَمْدَحُهُ - وَفِي رِوَايَةِ الْعَلَوِيِّ : لَمْ يَكُنْ ذَوَّاقًا وَلَا مُدَحَةً ، لَا يَقُومُ لِغَضَبِهِ إِذَا تَعَرَّضَ الْحَقَّ شَيْءٌ حَتَّى يَنْتَصِرَ لَهُ - وَفِي الرِّوَايَةِ الْأُخْرَى: لَا تُغْضِبُهُ الدُّنْيَا وَمَا كَانَ لَهَا، فَإِذَا تُعُوطِيَ الْحَقَّ لَمْ يَعْرِفْهُ أَحَدٌ ، وَلَمْ يَقُمْ لِغَضَبِهِ شَيْءٌ حَتَّى يَنْتَصِرَ لَهُ ، لَا يَغْضَبُ لِنَفْسِهِ وَلَا يَنْتَصِرُ لَهَا . إِذَا أَشَارَ أَشَارَ بِكَفِّهِ كُلِّهَا ، وَإِذَا تَعَجَّبَ قَلَبَهَا ، وَإِذَا تَحَدَّثَ اتَّصَلَ بِهَا ، يَضْرِبُ بِرَاحَتِهِ الْيُمْنَى بَطْنَ إِبْهَامِهِ الْيُسْرَى- وَفِي رِوَايَةِ الْعَلَوِيِّ ، فَيَضْرِبُ بِإِبْهَامِهِ الْيُمْنَى بَاطِنَ رَاحَتِهِ الْيُسْرَى- وَإِذَا غَضِبَ أَعْرَضَ وَأَشَاحَ ، وَإِذَا فَرِحَ غَضَّ طَرْفَهُ ،جُلُّ ضَحِكِهِ التَّبَسُّمُ ، وَيَفْتَرُّ عَنْ مِثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ .[2]

ترجمہ: میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ تمیمی رضی اللہ عنہ [3] سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ دریافت کیا، کیونکہ وہ "وصّاف رسول" کہلاتے تھے، اور میری خواہش تھی کہ وہ مجھ سے کچھ بیان کریں تو میں اسے اپنالوں، چنانچہ انہوں نے فرمایا:

---

2 دلائل النبوة ، للامام البيهقي ، دار الكتب العلمية بيروت ، ١/ ٢٨٦-٢٨٨ .

3 آپ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہے، اُم المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سابقہ شوہر سے پیدا ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں پرورش پائی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ماں شریک بھائی ہیں، اس لحاظ سے انہیں ماموں کہا گیا۔

رسول اللہ ﷺ فربہ جسم اور صاحب وجاہت تھے، آپ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن تھا، میانہ قد سے بلند، اور شاخ نُما لمبائی سے کم (یعنی معتدل) تھے، سر بڑا، بال (قدرے) گھنگھریالے، بالوں کی لٹ جدا ہوتی تو مانگ نکل آتی، جب بال بڑھتے تو کانوں کی لَو سے تجاوز نہیں کرتے تھے۔ رنگت گلاب جیسی، پیشانی کشادہ، بھنویں باریک، دراز اور کمان کی طرح خمدار، لیکن ملی ہوئی نہیں تھیں، ان بھنوؤں کے درمیان رَگ کی مثل باریک سی لکیر جو غصہ کے وقت اُبھر آتی، بینی بلند وروشن جس سے نور پھوٹتا تھا، جو اچانک دیکھتا تو بینی کو بڑا خیال کرتا، گھنی داڑھی، رُخسار نازک، سینے سے ناف تک بالوں کی لکیر، گردن ایسی گویا تراشی گئی مُورت، اور رنگت میں چاندی کی مثل، جسمانی ساخت میں اعتدال، صحت مند وتوانا جسم، پیٹ وسینہ ہموار، البتہ سینہ کشادہ، کندھوں کے درمیان کشادگی، کلائیوں کی ہڈیاں پُر گوشت، جسم روشن اور بالوں سے صاف، صرف سینے سے ناف تک خط کی طرح بالوں کی باریک لکیر، باقی سینے اور پیٹ پر بال نہیں تھے، البتہ کلائیوں، کندھوں اور سینے کے بالائی حصے پر (ہلکے) بال تھے، ہاتھوں اور گھٹنوں کے جوڑ وسیع (ومضبوط)، ہتھیلیاں نرم، جبیں کشادہ، قامت دراز، ہتھیلیاں اور قدم بھرے ہوئے، انگلیاں درازو

کشادہ، تلوے درمیان سے بلند (حضرت ابو ہریرہ نے تلووں میں بلندی کے خلاف ذکر کیا ہے)، قدمین زمین سے ملے ہوئے کہ پانی بہہ جائے، جب کسی مقام سے ہٹتے تو وقار کے ساتھ، جب قدم جماتے تو مضبوطی کے ساتھ، نرمی سے چلتے مگر رفتار ذرا تیز ہوتی، جب چلتے تو محسوس ہوتا کہ اُونچائی سے اُتر رہے ہیں، جب کسی طرف متوجہ ہوتے تو پورے پہلو کو بدل کر متوجہ ہوتے۔ نگاہیں جھکی رہتیں، آسمان پر دیکھنے سے زیادہ زمین کی جانب نگاہیں رکھتے، جب کسی چیز کو ملاحظہ کرتے تو بغور کرتے (یعنی عجلت والی نگاہ نہیں ڈالتے)، اپنے اصحاب کو چلنے میں آگے رکھتے، ملنے والوں کو آپ ہی سلام میں پہل کرتے۔

میں نے (اپنے ماموں سے) کہا: میرے لیے آپ ﷺ کے کلام کرنے کی کیفیت بیان کریں تو انہوں نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ (اُمت کے معاملات میں) زیادہ تر غمگین و فکرمند رہتے، یعنی ایسی فکر جو بے چین رکھتی تھی، بغیر ضرورت کلام نہیں فرماتے، خاموشی طویل ہوتی، جب گفتگو شروع اور ختم کرتے تو اپنے دہن سے جامع کلمات ادا فرماتے (یعنی گفتگو جامع اور ضرورت کے مطابق ہوتی)، کلام واضح ہوتا، نہ ضرورت سے زیادہ اور نہ حاجت سے کم، نرم خُو تھے، ترش رُو اور خوفزدہ کرنے والے نہیں تھے، چھوٹی سی نعمت کی

بھی قدر کرتے تھے (یعنی کوئی معمولی چیز بھی پیش کرتا تو اس کی قدر کرتے تھے)، کسی چیز کی بُرائی نہیں کرتے تھے، کھانے کے ذائقے کی اچھائی برائی بیان نہیں کرتے تھے، یعنی آپ ذائقوں کے شوقین یا عیب نکالنے والے نہیں تھے (جو ہوتا تناول فرمالیتے)، کبھی اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیتے، جب حق کی بات ہوتی تو مدد کیے بنا نہیں بیٹھتے، دنیاوی اُمور کے لیے غضب ناک نہیں ہوتے، جب حق دلوانے کی بات ہوتی تو آپ کسی کی پروا نہیں فرماتے، کبھی بھی اپنے غضب کے لیے نہیں اُٹھے کہ بدلہ لیں، آپ کبھی بھی نہ تو اپنی ذات کے لیے غصہ کرتے اور نہ ہی اس کا بدلہ لیتے، جب اشارہ کرتے تو پوری ہتھیلی سے اشارہ کرتے، جب تعجب کا اظہار کرنا ہوتا تو ہتھیلی پلٹ دیتے، جب کلام کرتے تو انہیں ملا لیتے اور کبھی (دوران کلام) داہنی ہتھیلی کو بائیں انگوٹھے پر مارتے، یا بائیں انگوٹھے کو داہنی ہتھیلی پر مارتے، جب ناراض ہوتے تو رُخ پھیر لیتے، جب خوش ہوتے تو نظریں جھکا دیتے، زیادہ تر تبسم فرماتے، مسکرانے پر برف کی مثل (یعنی موتی جیسے) دندان ظاہر ہوتے (چمکتے) تھے۔

(3) أَخبَرَنَا أَبُو عَبْدِ الله الحَافِظُ ، أَنبَأَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُلَيمَانَ الصُّوفِيُّ قَالَ : قُرِئَ عَلَى أَبِي عَلِيٍّ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ الأَشْعَثِ الْكُوفِيِّ بِمِصْرَ وَأَنَا أَسْمَعُ ، فَأَقَرَّ بِهِ : حَدَّثَنَا أَبُو الحَسَنِ مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فِي مَدِينَةِ رَسُولِ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، حَدَّثَنَا أَبِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ الحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ الحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ الله عَنْهُمْ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

أَهْلُ الجَنَّةِ لَيْسَتْ لَهُمْ كُنًى إِلَّا آدَمُ ؛ فَإِنَّهُ يُكَنَّى بِأَبِي مُحَمَّدٍ تَوْقِيرًا وَتَعْظِيمًا.[4]

ترجمہ: آدم کے علاوہ جنتیوں میں کسی کی کنیت نہیں ہوگی، اور انہیں (آپ ﷺ کی) توقیر و تعظیم کی وجہ سے "ابو محمد" کہا جائے گا۔

اگرچہ اسے ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "موضوعات" میں ذکر کیا، لیکن امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "اللآلی"[5] میں اور پھر شیخ ابن عراق کنانی رحمۃ اللہ علیہ نے "تنزیہ الشریعہ"[6] میں اس پر تحقیقی کلام کرتے ہوئے شاہد پیش کیے ہیں، جس سے مجموعی طور پر اس کی تقویت ہوتی ہے، نیز اسی مفہوم کی دیگر احادیث صحیح سندوں کے ساتھ موجود ہیں، اس تناظر میں امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا اسے موضوع کہنا درست نہیں رہتا۔

---

4 دلائل النبوة ، للامام البيهقي ، دار الكتب العلمية بيروت ، ٥/ ٤٨٩ .

5 اللالي المصنوعة في الاحاديث الموضوعة ، للامام السيوطي ، ٢/ ٤٥٦ .

6 تنزيه الشريعة المرفوعة ، للشيخ ابن عراق الكناني ، ٢/ ٣٨٤ .

(4) حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ ، وَمُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ، قَالَا : حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ صَالِحٍ أَبُو الصَّلْتِ الْهَرَوِيُّ ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا ، عَنْ أَبِيهِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرٍ ، عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

الْإِيمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ وَ تَصْدِيقٌ بِاللِّسَانِ وَ عَمَلٌ بِالْأَرْكَانِ .[7]

ترجمہ: ایمان دل سے ماننے، زبان سے اقرار کرنے اور احکام اسلام پر عمل کرنے کا نام ہے۔

اس حدیث کے الفاظ مختلف طریقوں سے تقدیم و تاخیر کے ساتھ متعدد ائمہ کرام نے نقل فرمائے ہیں، ان تمام الفاظ کا مفہوم یکساں ہے، نیز اس حدیث کے بہت سے متابع و شواہد بھی موجود ہیں، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد اس کے تابع کی بابت اشارہ فرمایا ہے، پس ائمہ کرام کی کتب میں موجود ایسے متعدد متابع و شواہد کی روشنی میں متن حدیث کو تقویت ملتی ہے۔ لیکن اس حدیث پر شیخ ناصر

---

7. السنن ، للامام ابن ماجة ، باب الايمان ٩ ، الرقم ٦٥، الصفحة ٢٦ ، و الكنى و الاسماء ، للامام محمد الدولابي ، دار الكتب العلمية ، الطبعة الاولى ، ١ / ٤٧٨ ، الرقم ١٦٩٨ . والمعجم ، للامام ابن الاعرابي ،دار ابن الجوزي الرياض الطبعة الاولى ، ٢/ ٧٩٢، الرقم ١٦٢١ .و المعجم الاوسط ، للامام الطبراني ، دار الحرمين القاهرة ، ٦/ ٢٢٦ ، و ٨/ ٢٦٢ ، الرقم ٦٢٥٤ . و شعب الايمان ، للامام البيهقي ،مكتبة الرشد الرياض ، الطبعة الاولى ، ١/ ١٠٦ ، الرقم ١٦ .

الدین البانی نے موضوع کا حکم لگایا ہے جیسا کہ ان کی قدیم روش ہے، انہیں اس میں شیخ عبد السلام بن صالح ہروی کا تفرد اور اہل بیت کے حق میں امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کردہ جملہ "اگر اس سند کو کسی مجنون پر پڑھ دیا جائے تو وہ صحیح ہو جائے" کھٹکتا تھا ، اسی لیے انہوں نے سنن ابن ماجہ کی تحقیق میں موضوع لکھا اور اپنے سلسلہ احادیث ضعیفہ کے رقم ۲۲۷۱ پر خوب زور لگا کر جمیع متابع وشواہد کو ضعیف ثابت کیا، جو علمی دیانت اور اصول محدثین کے خلاف ہے، کیونکہ ان تمام تر ابحاث کے پیش نظر حد درجہ حکم ضعف تھا جس پر تنزل کرتے، لیکن موضوع پر اصرار کسی اور بات کی جانب دلالت کرتا ہے، واللہ اعلم، ہم ان تفصیلات کو یہاں ذکر کر کے بحث کو بوجھل نہیں کرنا چاہتے، البتہ اہل علم کے لیے اس مقام پر سامان تحقیق موجود ہے۔

اس حدیث کو ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الموضوعات" میں نقل کیا، لیکن اس پر امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت شاندار تعاقب وگرفت بھی کی ہے، چنانچہ انہوں نے پہلے تو حدیث کے مرکزی روای شیخ ابو صلت عبد السلام ہروی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تحقیقی اقوال نقل کر کے ان کی توثیق وعلمی مقام کو واضح کیا ہے، اس کے بعد متعدد اسانید وطرق جمع کرتے ہوئے اس حدیث کے چھ تابع اور دو شاہد فراہم کیے ہیں، جس سے اس کی تقویت ہوتی ہے۔ اس بحث میں انہوں نے امام مزی، امام صابونی، امام شیرازی، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہم سے استشہاد کیا ہے یہ تفصیلی بحث "اللالی المصنوعۃ

فی احادیث الموضوعۃ"[8] میں کئی صفحات پر محیط ہے، اس کا خلاصہ ہم نے یہاں قارئین کی معلومات کے لیے نقل کر دیا ہے۔

اسی طرح شیخ ابوالحسن علی ابن عراق کنانی رحمۃ اللہ علیہ نے "تنزیہ الشریعہ"[9] میں ابوصلت ہروی رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق پر ائمہ کرام میں سے امام مزی، امام حاکم، امام ابن حجر عسقلانی اور بالخصوص امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کی آراء سے استشہاد کرتے ہوئے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی مثل تحقیق کی ہے۔

نیز اسی حدیث کے مشابہ قول امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور امام سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کی جانب بھی منسوب ہے، عین ممکن ہے کہ وہ اسی حدیث سے اخذ شدہ ہو۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فرقہ جہمیہ کا فساد موجود تھا جس میں ایمان، اسلام، قضاء وقدر وغیرہ ابحاث پر اسلامی احکامات میں تشکیک پیدا کی جاتی تھی، ایسے میں جلیل القدر ائمہ نے دلائل عقلیہ ونقلیہ سے انکی خوب سرکوبی فرمائی، جس کی بہت سی مثالیں کتب علم کلام کی زینت ہیں۔ فرقہ جہمیہ کی ایسی ہی چال کو دفع کرنے کے لیے امام اعظم رضی اللہ عنہ اور امام سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے یہ قول مروی ہے۔

---

8. اللالي المصنوعة في الاحاديث الموضوعة، للامام السيوطي، دار المعرفة بيروت، كتاب الايمان، ١/ ٣٣-٣٦.

9. تنزيه الشريعة المرفوعة عن أخبار الشنيعة الموضوعة، للشيخ الكناني، دار الكتب العلمية، الطبعة الثانية، كتاب الايمان، ١/ ١٥١.

چنانچہ معجم ابن الاعرابی میں متذکرہ حدیث سے ایک رقم پہلے یہ قول موجود ہے، کہ جہمیہ کے ایک شخص نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے کہا: ایمان صرف قلبی تصدیق کا نام ہے، جس کے جواب میں امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ایمان دل سے ماننے اور زبان سے اقرار کرنے کا نام ہے۔

جبکہ فرقہ جہمیہ کی سرکوبی اور ان کے فتنوں کو کچلنے کے لیے امام سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں فرمایا:

ایمان دل سے ماننے، زبان سے اقرار کرنے اور فرائض کو ادا کرنے کا نام ہے۔

(5) حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو طَالِبِ الْعَبَّاسُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ مُقَاتِلِ بْنِ صَالِحٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهِ وَنِيَّةُ الْفَاجِرِ شَرٌّ مِنْ عَمَلِهِ وَكُلٌّ يَعْمَلُ عَلَى نِيَّتِه .[1]

ترجمہ: مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اور فاسق کی نیت اس کے عمل سے بدتر ہے، اور ہر ایک اپنی نیت پر عمل کرتا ہے۔

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ "الاستذکار" میں اس کی شرح میں لکھتے ہیں: نیت تو بغیر عمل کے بھی قبول ہو جاتی ہے جبکہ عمل بغیر نیت کے مقبول نہیں ہوتا، کیونکہ نیت عمل کیے بغیر بھی ثواب کا سبب بن جاتی ہے جبکہ عمل کو قابل ثواب ہونے کے لیے نیت کی ضرورت ہوتی ہے، نیز مومن شخص کی اچھے اعمال کے بارے میں نیتیں تو زیادہ ہوتی ہیں لیکن وہ ساری نیتوں پر عمل نہیں کر پاتا اس لیے اسے نیتوں کا ثواب بھی دیا جاتا ہے، لیکن فاسق شخص برائی کے جتنے ارادے کرتا ہے اُن سب کو کر نہیں پاتا، کہ اگر وہ اپنی ساری نیتوں پر عمل کر سکے تو دنیا میں فساد پھیل جائے۔ ملخصاً

---

[1] التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد ، للامام ابن عبد البر ، طبع وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية، المغرب ، حديث رابع لمحمد بن المكندر ، ١٢/ ٢٦٥.

(6) حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ الْقَاسِمِ ، حَدَّثَنَا أَبُو طَالِبِ الْعَبَّاسُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ مُقَاتِلِ بْنِ صَالِحٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الأشعث الكوفي قال : حدثني موسى ابن إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

إِنَّ شِرَارَ النَّاسِ عِنْدَ اللهِ الَّذِينَ يُكْرَمُونَ اتِّقَاءَ شَرِّهِمْ .[1]

ترجمہ: اللہ کے نزدیک بدترین لوگ وہ ہیں جن کے فتنے سے بچنے کے لیے (لوگوں کو) اُن کی عزت کرنی پڑے۔

اس کی وضاحت "صحیح بخاری" کی اس حدیث سے ہوتی ہے، جس میں ایک شخص نے آپ ﷺ سے آنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے آنے دو یہ بُرا بھائی ہے، پس وہ شخص جب اندر آیا تو آپ ﷺ نے اس سے نرمی سے بات کی، جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہ نے عرض کی، آپ نے تو اس کے بارے میں یہ فرمایا تھا لیکن پھر نرمی سے کلام کیا، تب آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! لوگوں میں سے اللہ کے نزدیک مرتبے میں بدترین شخص وہ ہے جسے لوگ اس کی بدزبانی کی وجہ سے چھوڑ دیں۔ (کتاب الادب، باب مداراۃ الناس)

[1] التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد ، للامام ابن عبد البر ، حديث تاسع عشر من البلاغات ، ٢٤/ ٢٦٢ .

(7) أَخبَرَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بُنْدَارِ الْقَزْوِينِيُّ بِمَكَّةَ ، ثنا أَبُو مُحَمَّدٍ سَهْلُ بْنُ أَحْمَدَ الدِّيبَاجِيُّ ، ثنا أَبُو عَلِيٍّ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْأَشْعَثِ ح وَأَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ ، أنبأ أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُلَيْمَانَ الصُّوفِيُّ قَالَ : قُرِئَ عَلَى أَبِي عَلِيٍّ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْأَشْعَثِ الْكُوفِيِّ : حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، ثنا أَبِي ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ :

وَجَدْنَا فِي قَائِمِ سَيْفِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّحِيفَةِ : إِنَّ الْأَقْلَفَ لَا يُتْرَكُ فِي الْإِسْلَامِ حَتَّى يُخْتَنَ وَلَوْ بَلَغَ ثَمَانِينَ سَنَةً .[12]

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے دستے میں جو صحیفہ پایا اس میں لکھا تھا: بغیر ختنے والے شخص کو اسلام میں یوں ہی نہیں چھوڑا جائے گا، بلکہ اس کا ختنہ کیا جائے گا اگرچہ اسی سال کا ہی کیوں نہ ہو۔

---

[12] السنن الکبری ، للامام البیهقي ، دار الکتب العلمیة ،الطبعة الثالثة ،کتاب الاشربة ، باب یکره السلطان علی الاختنان ..الخ ، ۸/ ۵۶۱ ، الرقم ۱۷۵۵۸، و تبیین الامتنان بالأمر بالاختتان ، للامام ابن عساکر ، دار الصحابة بطنطا ، الطبعة الاولی ، الرقم ٦ ، الصفحة۳۱ ۔ إتحاف الخیرة المهرة بزوائد المسانید العشرة ، للامام أبي العباس البوصیري ، دار الوطن الریاض ، الطبعة الاولی ، کتاب الطهارة ، باب ۹، ۱/ ۲۹۳ ، الرقم ٤۸۳

ختنہ اسلامی احکامات و شعائر میں سے ہے، اسی لیے اس پر زور دیا گیا ہے، سنن ابی داود، مسند امام احمد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ایک نوجوان شخص نے اسلام قبول کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَلْقِ عَنْكَ شَعَرَ الْكُفْرِ، وَاخْتَتِنْ.[13]

ترجمہ: خود سے زمانہ کفر کے بال اُتارو (یعنی حلق کراؤ) اور ختنہ کرو۔

اس حدیث سے ختنے کی اہمیت واضح ہو رہی ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص ایسی عمر میں اسلام لائے کہ ختنہ کرنے سے اُسے جسمانی اذیت یا کسی مرض کا اندیشہ ہو تو اُسے ختنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، لیکن اگر اس میں جسمانی طاقت و قوت موجود ہو تو ختنہ کرایا جائے گا، یہ جو بات مشہور ہے کہ یا تو خود ختنہ کرے یا پھر کسی ایسی خاتون سے شادی کرے جو ختنہ کر سکتی ہو۔ پس یہ بات حدیث مذکور کے خلاف ہے کیونکہ ختنہ اسلام میں سنت ہونے کے ساتھ فطری ضرورت بھی ہے لہٰذا جس طرح کسی مرض کی وجہ سے طبیب ستر دیکھ سکتا ہے، اُسی طرح ختنہ کرنے کے لیے بھی اس کی اجازت ہے، تو ختنے میں عمر ملحوظ نہیں رکھی جائے گی، بلکہ طاقت و قوت کا لحاظ ہو گا، اگر قوت موجود ہے تو چاہے خود ختنہ کرے، بیوی سے کرائے یا پھر طبیب سے ہر صورت اجازت ہے، لیکن اگر قوت موجود نہیں تو حکم ساقط ہو جائے گا اور اسے ختنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ واللہ اعلم

[13] المسند لاحمد، موسسة الرسالة بیروت، الطبعة الاولی، ٢٤/ ١٦٣، الرقم ١٥٤٣٢.

(8) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَنِي أَبِي الْحُسَيْنُ بْنُ مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:

أَرْبَعُ خِصَالٍ مِنْ سَعَادَةِ الْعَبْدِ، أَنْ تَكُونَ زَوْجَتُهُ صَالِحَةً، وَوَلَدُهُ أَبْرَاراً، وَخُلَطَاؤُهُ صَالِحِينَ، وَمَعِيشَتُهُ فِي بَلَدِهِ. [4]

ترجمہ: چار چیزوں کا ہونا کسی شخص کے لیے سعادت کی نشانی ہے: اس کی بیوی نیک ہو، اولاد نیک ہو، ملنے والے (دوست واحباب) بھلے ہوں اور اس شخص کا معاش (روزگار) اسی کے شہر میں ہو۔

امام دینوری رحمۃ اللہ علیہ نے ”المجالسہ وجواہر العلم“ میں اس حدیث کو دو سندوں سے نقل کیا، ایک میں اپنے شیخ احمد سے، انہوں نے محمد بن حسین سے، انہوں نے حسین بن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے، اس طرح امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے حسین آپ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے ہیں، جبکہ دوسری سند عالی ہے کہ اس میں ابتدائی راوی احمد نہیں، بلکہ ان کے بھی شیخ محمد بن حسین ہیں، جن سے امام دینوری نے براہ

4 المجالسة وجواهر العلم، للامام الدينوري المالكي، دار ابن حزم، الطبعة الاولى، ٢/ ٣٧٣، الرقم ٥٤١ و ٦/ ٦٥، الرقم ٢٣٨١. و كتاب الاخوان، للامام ابن أبي الدنيا، دار الكتب العلمية بيروت، الطبعة الاولى، الرقم ٥٣، الصفحة ١٠٥. و التدوين في اخبار قزوين، للامام الرافعي القزويني، دار الكتب العلمية، ٢/ ٣٨٩.

راست روایت لی ہے۔ پہلی روایت میں امام دینوری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد تین جبکہ دوسری روایت میں دوراوی موجود ہیں۔ امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے "الاخوان" میں عبد اللہ بن حسن بن علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہم سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا:

أَرْبَعٌ مِنْ سَعَادَةِ الْمَرْءِ أَنْ تَكُونَ زَوْجَتُهُ صَالِحَةً وَأَنْ يَكُونَ وَلَدُهُ أَبْرَارًا وَأَنْ تَكُونَ مَعِيشَتُهُ فِي بَلَدِهِ وَإِخْوَانُهُ صَالِحِيْنَ . [15]

نیز آپ ہی نے دوسری سند سے عبد اللہ بن حسن رضی اللہ عنہ کے طریق سے مرفوعاً بھی روایت کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث انسانی زندگی کے معاشرتی نظام کا جامع و مفید نصاب بیان کر رہی ہے، کیونکہ انسان نیک بیوی اور اولاد کے سبب گھریلو زندگی میں پُر سکون رہتا ہے اور اچھے دوستوں کی وجہ سے باہر کے تعلقات اور امور حیات میں آسانی رہتی ہے، جبکہ اپنے ہی شہر میں روزگار میسر ہو تو بندہ دن کی مشقت کے بعد رات کو اہل عیال کے ساتھ اطمینان محسوس کرتا ہے، اس آخری بات کی افادیت آج پردیس جاکر کمانے والے بخوبی جانتے ہیں کہ نوکری اور رہائش کتنی ہی آرام دہ کیوں نہ ہو، اہل وعیال کی کمی ضرور محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ان امور کو صدیوں پہلے ہی بیان فرمادیا گیا کہ اگر کسی شخص کو یہ چار چیزیں مل جائے تو وہ سعادت مند اور خوش نصیب ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

---

15 كتاب الاخوان ، للامام ابن أبي الدنيا ، دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الاولى ، الرقم ٥٣ ، الصفحة ١٠٥ .

(9) أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ ، أنبأ أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُلَيْمَانَ الصُّوفِيُّ ، قَالَ : قُرِئَ عَلَى أَبِي عَلِيٍّ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْأَشْعَثِ الْكُوفِيِّ بِمِصْرَ وَأَنَا أَسْمَعُ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو الْحَسَنِ مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، ثنا أَبِي إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

لَيْسَ لِلْعَبْدِ مِنَ الْغَنِيمَةِ شَيْءٌ إِلَّا خُرْثِيَّ الْمَتَاعِ ، وَأَمَانُهُ جَائِزٌ إِذَا هُوَ أَعْطَى الْقَوْمَ الْأَمَانَ . [6]

ترجمہ: غلام کیلئے مال غنیمت میں معمولی سامان کے علاوہ کچھ نہیں، البتہ اگر وہ کسی قوم کو امان دے تو اسکی امان جائز (معتبر) ہے۔

اس حدیث میں جہاد اور مال غنیمت سے متعلق احکام کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے، کہ جو مال غنیمت جمع ہو گا اس میں غلاموں کا حصہ نہیں ہو گا بلکہ آزاد مجاہدین اس میں شریک ہوں گے، بایں ہمہ غلام اس مال میں سے معمولی نوعیت کا سامان لے سکتا ہے بیش قیمت نہیں۔ البتہ اگر اس نے دوران جنگ یا ویسے بھی کسی کو امان دی تو اس کی دی گئی امان کو معتبر جانتے ہوئے نافذ کیا جائے گا۔

---

6 السنن الكبرى ، للامام البيهقي ، دار الكتب العلمية ، الطبع الثالث ، ٦/ ١٦٠ ، الرقم ١٨١٧٢ . و كنز العمال ، للامام علي المتقي ، موسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الخامسة ، ٤/ ٥٢٨ ، الرقم ١١٥٥٨ و ١٠٩٨٣ .

امام علی متقی رحمۃ اللہ علیہ اسے "کنز العمال" میں نقل کر کے نفیس فائدہ بھی ذکر کیا ہے :

قلت : إيراد "هق" لهذا الحديث من ابن الاشعث عن أهل البيت ، فيه فائدة جليلة ، فإن "هق" التزم أن لا يخرج في تصانيفه حديثاً يعلمه موضوعاً ، خصوصاً أنه أورده في السنن الكبرى التي هي من أجل كتبه وهي على أبواب الاحكام التي لا يتساهل في أحاديثها وقد كنت أتوقى الاحاديث التي في سنن ابن الاشعث ، لانهم تكلموا فيه وفيها . [7]

ترجمہ: میں کہتا ہوں: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل بیت کی اس حدیث کو محمد بن اشعث کوفی کے طریق سے لیا، جس میں فائدہ جلیلہ ہے، کیونکہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کا التزام کر رکھا ہے کہ وہ اپنی تصانیف میں کسی بھی ایسی حدیث کو نہیں لائیں گے جو انکی معلومات کے مطابق موضوع ہو گی، تو خاص طور پر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا اس روایت کو "سنن کبری" میں جو ان کی بلند پایہ کتابوں میں سے ہے، ذکر کرنا اور وہ بھی احکام کے باب میں، جس میں احادیث کو پرکھنے میں سستی نہیں کی جاتی (اسکے موضوع نہ ہونے پر واضح دلالت کرتا ہے، ورنہ آپ احکام کے باب میں خاص طور اسے ذکر نہیں کرتے)، میں سنن ابن اشعث کی احادیث سے احتراز کرتا ہوں کیونکہ اسکے اور اسکی کتاب کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔

---

[7] كنز العمال ، للامام علي المتقي ، موسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الخامسة ، ٤/ ٥٢٨ ، الرقم ١١٥٥٨ و ١٠٩٨٣ .

(10) حدثنا أَبُو الحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ دُلَيلِ الإِخْبَارِيُّ ، حدثنا أَحْمَدُ بْنُ الحَسَنِ المُقرِئُ ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، حَدَّثَنِي عَمُّ أَبِي الحُسَيْنِ بْنِ مُوسَى ، حَدَّثَنِي أَبِي مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ الحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ الحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ:

كَيْفَ تَقْرَأُ إِذْ قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ ؟ قُلْتُ: الحَمْدُ لله رَبِّ العَالَمِينَ ،

فَقَالَ: قُلْ: بِسْمِ الله الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ . [18]

ترجمہ: تم نماز میں تلاوت کیسے کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: "الحمد للہ ربّ العالمین" پڑھتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بسم اللہ الرحمن الرحیم" بھی پڑھا کرو۔

خواہ فرض نماز ہو یا نفل، سورۃ الفاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے میں احناف کی اکثریت کا موقف "سنت" جبکہ بعض نے "واجب" بھی لکھا ہے، لیکن فرض نمازوں میں اسے جہری طور پر قرآت کی طرح نہیں، بلکہ آہستہ آواز میں پڑھا جائے گا، مذاہب فقہ میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسے سورۃ الفاتحہ کا جز قرار دیتے ہیں، جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا موقف مختلف ہے۔ نمازوں میں اس کی قرآت کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے۔

---

18 ۔ السنن لامام الدارقطني ، موسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الاولى ، باب في الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم ، ۲/ ٦٦ ، الرقم ۱۱۵۷ .

(11) أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيُّ ، حدثنا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ جَعْفَرٍ الْحَافِظُ بِبَغْدَادَ ، حدثنا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ دُبَيْسٌ الْمُقْرِئُ ، حدثنا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْكِسَائِيُّ الْمُقْرِئُ ، حدثنا هِشَامٌ البربري ، حدثنا عَلِيُّ بْنُ حَمْزَةَ الْكِسَائِيُّ ، حدثنا مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

لِكُلِّ شَيْءٍ عَرُوسٌ، وَعَرُوسُ الْقُرْآنِ الرَّحْمَنُ . [19]

ترجمہ: ہر چیز کی زینت ہوتی ہے اور قرآن کی زینت (سورہ) رحمن ہے۔

یہ سورت ترتیب قرآنی کے لحاظ سے ۵۵ نمبر پر اور نزول کے اعتبار سے ۴۳ نمبر پر ہے، اکثر مفسرین کے نزدیک یہ "مکی" ہے۔ اس سورت میں مکی سورتوں کی طرح مختصر آیات، توحید، علامات قدرت، قیامت کی ہولناکیاں، اللہ کی نعمتیں، جنت وجہنم اور اختتام کائنات جیسے اہم واعتقادی اُمور کو بیان فرمایا گیا ہے۔ اسے سورۃ الرحمن اس لیے کہتے ہیں کہ اس سورت کا آغاز "الرحمن" سے ہو رہا ہے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اسے صحابہ کے سامنے تلاوت کیا تو وہ خاموش رہے، آپ نے فرمایا: میں نے یہ سورت جنات کے سامنے تلاوت کی تو وہ کہتے تھے: اے ہمارے ربّ! ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلائیں گے پس تیرے لیے حمد ہے۔ (سنن ترمذی)

[19] شعب الایمان ، للامام البیهقي ، مکتبة الرشد الریاض ، الطبعة الاولی ، ٤/ ١١٧ ، الرقم ٢٢٦٥ .و الدر المنثور ، للامام السیوطي ، مرکز هجر للبحوث مصر ، ١٤/ ١٠١ ،

(12) أَخبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الحَافِظُ ، حَدَّثَنِي أَبُو مَنْصُورٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْعَنْبَرِيُّ الصُّوفِيُّ النَّيسَابُورِيُّ نَزِيلُ بَغْدَادَ ، نا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَامِرٍ ، نا أَبِي ، نا عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا ، نا مُوسَى بْنُ جَعْفرٍ المُرْتَضَى ، حَدَّثَنِي أَبِي جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ، نا أَبِي ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَلِيٍّ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

رَأْسُ الْعَقْلِ بَعْدَ الدِّينِ التَّوَدُّدُ إِلَى النَّاسِ ، واصْطِنَاعُ الخَيْرِ إِلَى كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ .[20]

ترجمہ: دین کے بعد سب سے بڑی دانائی کی بات لوگوں سے محبت کا اظہار کرنا اور ہر نیک و بد سے بھلائی کرنا ہے۔

یعنی سب سے بڑی دانشمندی تو دین میں ہے، پس اگر کسی کو دین کی سعادت مل جائے تو اسے چاہیے کہ پھر ایسے اعمال بجالائے جس سے لوگوں کے قلوب میں اسکی محبت پیدا ہو، مثلاً محبت، خندہ پیشانی سے ملنا، حقوق کا خیال رکھنا، تحائف دینا اور اس کی غیبت و چغلی سے بچنا۔ چنانچہ اس طرح کے کاموں سے بندہ نا صرف دوسرے شخص کی عزت کو محفوظ رکھتا بلکہ اس کی اپنی عزت میں بھی اضافہ اور باہمی تعلقات میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔ نیز یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ بھلائی کرنے میں نیک و بد کا امتیاز نہ رکھا جائے، بلکہ سب کو نفع پہنچانے کی کوشش کی جائے۔

---

20 شعب الایمان ، للامام البیهقي ، فصل في طلاقة الوجه ، ١٠/ ٤٠٦ ، الرقم ٧٧٠٥ . و حلية الاولياء ، للامام ابي نعيم الاصفهاني ،دار الكتب العلمية ، ٣/ ٢٠٣.

(13) أَخبَرَنَا أَبُو القَاسِمِ الحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَبِيبٍ المُفَسِّرُ ، أَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الحَفِيدُ ، أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَامِرٍ الطَّائِيُّ ، حَدَّثَنِي أَبِي ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُوسَى ، حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ ، قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ، حَدَّثَنِي أَبِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ ، حَدَّثَنِي أَبِي عَلِيُّ بْنُ الحُسَيْنِ ، حَدَّثَنِي أَبِي الحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ ، قَالَ :

كُنَّا عَلَى مَائِدَةٍ أَنَا وَأَخِي مُحَمَّدُ ابْنُ الحَنَفِيَّةِ ، وَبَنُو عَمِّي عَبْدُ اللهِ بْنُ العَبَّاسِ ، وَقُثَمُ ، وَالفَضلُ عَلَى مَائِدَةٍ نَأْكُلُ فَوَقَعَتْ جَرَادَةٌ عَلَى المَائِدَةِ فَأَخَذَهَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ ، فَقَالَ لِلْحُسَيْنِ : يَا سَيِّدِي ! تَعْلَمُ مَا مَكْتُوبٌ عَلَى جَنَاحِ الجَرَادَةِ : قَالَ : سَأَلْتُ أَبِي أَمِيرَ المُؤْمِنِينَ فَقَالَ : إِنِّي سَأَلْتُ جَدَّكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ لِي: عَلَى جَنَاحِ الجَرَادَةِ مَكْتُوبٌ : إِنِّي أَنَا اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا ، رَبُّ الجَرَادَةِ وَرَازِقُهَا ، إِذَا شِئْتُ بَعَثْتُهَا رِزْقًا لِقَوْمٍ ، وَإِنْ شِئْتُ عَلَى قَوْمٍ بَلَاءً . قَالَ: فَقَامَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ فَضَمَّ الحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ إِلَيْهِ ، ثُمَّ قَالَ : وَاحِدَةٌ مِنْ مَكْنُونِ العِلْمِ .[21]

ترجمہ: میں (حسین)، میرا بھائی محمد بن حنفیہ، میرے چچا کے بیٹے عبد اللہ بن عباس، قثم اور فضل دستر خوان پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک

21 شعب الایمان ، فصل في محنة الجراد والصبر عليها ، ١٢/ ٤١٢ ، الرقم ٩٦٥٨ . و حياة الحيوان للدميري ، باب الجراد ، ١/ ٦١٢ .

ایک ٹڈی دستر خوان پر گر گئی، تو عبد اللہ بن عباس نے اسے پکڑ لیا اور حسین سے پوچھنے لگے، اے میرے سردار! آپ کو معلوم ہے کہ ٹڈی کے پروں پر کیا لکھا ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے والد امیر المومنین (علی مرتضیٰ) سے اسکے بارے میں پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا: بیشک میں نے یہی بات آپ کے نانا (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے دریافت کی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ٹڈی کے پروں پر لکھا ہوتا ہے: بیشک میں ہی خدا ہوں، میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں ہی ٹڈی کا رب اور اسے رزق دینے والا ہوں، جب میں چاہتا ہوں تو انہیں کسی قوم کا رزق بنا بھیجتا ہوں اور جب میں چاہتا ہوں تو انہیں کسی قوم پر مصیبت بنا بھیجتا ہوں۔ یہ سن کر عبد اللہ بن عباس نے کھڑے ہو کر حسین بن علی کو اپنے سینے سے لگا لیا اور کہا: بیشک یہ علم کے پوشیدہ رازوں میں سے ایک بات ہے۔

ٹڈیوں کو حدیث میں اللہ تعالیٰ کا لشکر کہا گیا ہے، سابقہ اقوام پر ان کا عذاب بھی آیا جس کا ذکر قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ ٹڈی کے حلال ہونے پر مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے، حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے سات غزوات میں ٹڈیاں کھائی۔ ٹڈیوں کی مختلف اقسام ہیں جن میں زمینی اور سمندری ہونے کے علاوہ چھوٹی، بڑی، سرخ، زرد اور سفید اقسام شامل ہیں۔ مزید حیاۃ الحیوان میں دیکھیں۔

(14) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْفَضْلِ بِمِصْرَ قَالَ : نا مُحَمَّدُ بْنُ وَكِيعٍ قَالَ : ثنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمُّ أَبِي الْحُسَيْنُ بْنُ مُوسَى ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْزِلُ فِي كُلِّ لَيْلَةِ جُمُعَةٍ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ إِلَى آخِرِهِ السَّمَاءَ الدُّنْيَا، وَفِي سَائِرِ اللَّيَالِي فِي الثُّلُثِ الْآخِرِ مِنَ اللَّيْلِ ، فَيَأْمُرُ مَلَكًا يُنَادِي : هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَأُعْطِيَهُ ، هَلْ مِنْ تَائِبٍ فَأَتُوبَ عَلَيْهِ ، هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرَ لَهُ ، يَا طَالِبَ الْخَيْرِ ! أَقْبِلْ ، وَيَا طَالِبَ الشَّرِّ ! أَقْصِرْ .[22]

ترجمہ: بیشک اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر جمعہ کی رات کے آغاز سے لے کر رات کے آخری وقت تک آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے، جبکہ بقیہ راتوں کے آخری تہائی حصے میں، پھر فرشتے کو حکم ہوتا ہے، وہ ندا کرتا ہے: کوئی سوالی ہے جسے دیا جائے، کوئی توبہ کرنے والا ہے جسکی توبہ قبول کی جائے، کوئی بخشش کا خواستگار ہے جسکی بخشش کی جائے، اے خیر مانگنے والے! توجہ کر، اور اے شر پھیلانے والے! باز آجا۔

22 كتاب النزول ، للامام الدارقطني ، طبع بيروت بتحقيق الدكتور علي الفقيهي ، الرقم ٣ ، الصفحة ٩٢ .

(15) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْبَصْرِيُّ ، نَا أَبِي ، نَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُوسَى ، عَنْ أَبِيهِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؛ قَالَ: وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْحُنَيْنِيُّ ، حَدَّثَنِي أَبِي الْحُسَيْنُ بْنُ مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ ، عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؛ أَنَّهُ قَالَ :

الدُّنْيَا دُوَلٌ، مَا كَانَ مِنْهَا لَكَ أَتَاكَ عَلَى ضَعْفِكَ، وَمَا كَانَ مِنْهَا عَلَيْكَ لَمْ تَدْفَعْهُ بِقُوَّتِكَ، وَمَنِ انْقَطَعَ رَجَاؤُهُ مِمَّا فَاتَ اسْتَرَاحَ بَدَنُهُ، وَمَنْ رَضِيَ بِمَا رَزَقَهُ اللهُ قَرَّتْ عَيْنُهُ . [23]

ترجمہ: دنیا عارضی ہے، اس میں جو تیرے مقدر میں ہے، وہ تیری کمزوری کے باوجود تجھے مل کر رہے گا اور جو تیرے خلاف ہے پس اسے تو پوری طاقت لگا کر بھی دُور نہیں کر سکتا، جو اپنی امیدوں کو حاصل نہ ہونے والی چیزوں سے توڑ لے اس کا بدن سکون پائے گا اور جو اللہ عزوجل کے دیئے ہوئے رزق پر راضی رہے، اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔

---

23 المجالسة وجواهر العلم ، للامام الدينوري المالكي ، دار ابن حزم ، الطبعة الاولى ، ٢/ ٣٨٦ ، الرقم ٥٦١ ، و ٦/ ٦٠ ، الرقم ٢٣٦٩. و الفردوس بمأثور الخطاب للديلمي ، دار الكتب العلمية ، ٢/ ٢٣١، الرقم ٣١١٣ .

حدیث میں انسان کو مقدر کے ذریعے ملنے والی نعمتوں کے مطابق زندگی گزارنے کی ترغیب دی گئی ہے، یعنی بندے کو اس بات پر یقین رکھنا چاہیے کہ اس دنیا میں جو نعمت اللہ تعالیٰ عزوجل نے اسکے مقدر میں لکھی ہے وہ مل کر ہی رہے گی، چاہے وہ بظاہر کتنی ناممکن کیوں نہ ہو، اور جو دُکھ پریشانی اس کے مقدر میں لکھی جاچکی تو بندہ چاہتے ہوئے بھی اُس سے بچ نہیں سکتا، لہٰذا بندے کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل پر یقین رکھتے ہوئے اپنے معمولات کو انجام دیتا رہے اور خیالی دنیا کو حقیقت کرنے کی کوشش میں نہ لگے، بلکہ حقائق پر اعمال کی بنیاد اُستوار کرے۔ اسی طرح جب بندہ اپنے مقدر میں ملنے والے رزق پر شاکر بن جاتا ہے تو اس کا جسم بیجا سوچ و بچار، اور بھاگ دوڑ سے محفوظ رہتا ہے، اور زندگی و جسم دونوں ہی پُر سکون رہتے ہیں۔

اس روایت کو امام دینوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں دو مقامات پر مختلف سندوں سے نقل کیا ہے، ایک روایت کے مطابق امام دینوری نے اپنے شیخ احمد سے، انہوں نے محمد بن اسماعیل بصری سے، انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے حسین بن موسیٰ سے اور انہوں نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

جبکہ دوسری روایت کے مطابق امام دینوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ محمد بن حسین حنینی، انہوں نے حسین بن موسیٰ سے اور انہوں نے اپنے والد امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ پہلی سند میں امام دینوری کے بعد امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ تک چار، جبکہ دوسری سند میں صرف دو راوی موجود ہیں۔

(16) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ مُوسَى ، نا أَبِي الْحُسَيْنِ بْنُ مُوسَى ، عَنْ أَبِيهِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؛ قَالَ :

عَلَمُ الإِسْلامِ الصَّلاةُ ، فَمَنْ فَرَغَ لَهَا قَلْبَهُ وَحَادَ عَلَيْهَا حُدُودَهَا وَوَقْتَهَا؛ فَهُوَ مُؤْمِنٌ .[24]

ترجمہ: اسلام کا پرچم "نماز" ہے، پس جو قلبی طور پر خود کو اسکے لیے تیار رکھے اور بر وقت ادا کرنے کی سعی کرتا ہے، وہ مؤمن ہے۔

اسلام کے احکامات و فرائض میں سب سے اہم ترین نماز ہے، اسی لیے قرآن مجید میں قریباً سات سو مرتبہ اس کا حکم دیا گیا نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سینکڑوں احادیث اس بارے میں موجود ہیں، جس میں اس کی فضیلت و اہمیت بیان فرمائی گئی ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک اور مؤمن کی معراج فرمایا ہے۔ قرون اولیٰ میں ترک نماز کو کفر تصور کیا جاتا تھا، اسی لیے بے نمازی سے لوگ قطع تعلقی اختیار کر لیتے تھے۔ آج کے زمانے میں نمازوں کا ترک اور انہیں سستی سے ادا کرنا بہت عام ہو چلا ہے، متذکرہ حدیث میں ایسے لوگوں کے لیے خوب نصیحت ہے کہ کامل مومن وہی ہے جو نماز کو بر وقت اور اس کی شرائط کے مطابق ادا کرے۔

---

24 المجالسة وجواهر العلم ، للامام الدينوري المالكي ، دار ابن حزم ، الطبعة الاولى ، ٦/ ٦٤ ، الرقم ٢٣٨٠.

(17) أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّوَيْهِ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الْعَلَوِيُّ بِنَيْسَابُورَ ح وَأَخْبَرَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بِطُوسٍ أَخْبَرَنَا مَيْمُونُ بْنُ حَمْزَةَ بِمِصْرَ قَالَا : أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مَهْدِيِّ بْنِ صَدَقَةَ ، أَخْبَرَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَلِيُّ بن مُوسَى الرضى ، حدثني أَبِي مُوسَى بْنُ جعفر ، حَدَّثَنِي أَبِي جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ، حَدَّثَنِي أَبِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ ، حَدَّثَنِي أَبِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ، حَدَّثَنِي أَبِي الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ :

ثَلَاثٌ أَخَافُهُنَّ عَلَى أُمَّتِي مِنْ بَعْدِي، الضَّلَالَةُ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ ابْتِغَاءَ الرِّئَاسَةِ ، وَمُضِلَّاتُ الْفِتَنِ ، وَشَهْوَةُ الْبَطْنِ وَالْفَرجِ .[25]

ترجمہ: مجھے اپنے بعد اپنی اُمت پر تین باتوں خوف ہے، حکومت پانے کی خاطر ہدایت کے بعد گمراہی میں مبتلا ہونا، گمراہ کرنے والے فتنے، اور پیٹ و شرمگاہ کی شہوت۔

اس حدیث میں محبوب کریم ﷺ نے اُمت کو پیش آنے والے تین ہلاکت خیز اُمور کے بارے میں آگاہ فرمایا۔ اگر آج ہم دیکھیں تو اکثریت ایسی ہی اُمور میں منہمک ہو کر دنیا و آخرت برباد کر رہی ہے، حکومت اور اقتدار کی خاطر ہر ظلم ڈھایا جارہا ہے۔ ایسے ایسے فتنے نمودار ہو رہے ہیں جن کی وجہ سے انسان اپنے دین، اپنے رب جَلَّ جَلَالُہٗ سے دور ہوتا چلا جارہا ہے، نیز پیٹ کو بھرنے اور نفسانی خواہش کے لیے ہر اس حد کو پار کیا جارہا ہے جسے ایک مسلمان کبھی پامال کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

25۔ ذم الكلام و اهله ، للهروي ، مكتبة الغرباء الاثرية ، ۱/ ۳۹۰، الرقم ۸۹ .

(18) حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ مُحَمَّدُ بْنُ مَخْلَدٍ الْعَطَّارُ ، قَالَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ بْنِ أَبِي مَعْمَرٍ قَالَ : حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ الْفَضْلِ الْعُمَرِيُّ قَالَ : حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ يَزِيدَ ، عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لِي : إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ زَوَّجَكَ ابْنَةَ أَبِي بَكْرٍ وَمَعَهُ صُورَةُ عَائِشَةَ ، قَالَ : فَنَهَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ : يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَتَانِي وَقَالَ : إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ زَوَّجَنِي ابْنَتَكَ فَأَرِنِيهَا ، قَالَ : فَأَخْرَجَ إِلَيْهِ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ فَأَرَاهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَيْسَتْ هَذِهِ الصُّورَةُ الَّتِي أَرَانِيهَا جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، قَالَ : إِنَّ لِي ابْنَةً صَغِيرَةً لَمْ تَبْلُغْ ، قَالَ : أَرِنِيهَا ، فَأَخْرَجَ إِلَيْهِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالَ : هَذِهِ الصُّورَةُ الَّتِي أَتَانِي بِهَا جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ قَالَ : إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ زَوَّجَنِيهَا ، قَالَ : زَوَّجْتُكَ بِهَا يَا رَسُولَ اللهِ .[26]

---

26 كتاب الشريعة ، للامام أبي بكر الآجري ، دار الوطن الرياض ، الطبعة الاولى ، ٥/ ٢٣٩٧ ، الرقم ١٨٧٧ .

ترجمہ: جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہنے لگے: بیشک اللہ عزوجل نے ابو بکر کی بیٹی کو میری زوجیت میں دے دیا ہے اور ان کے پاس عائشہ کی تصویر بھی تھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر کے پاس تشریف لے گئے اور اُن سے فرمایا: اے ابو بکر! جبرائیل عزوجل میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا: اللہ عزوجل نے آپ کی بیٹی میری زوجیت میں دے دی ہے، پس آپ مجھے دکھائیں (تاکہ میں شناخت کروں)، اس پر انہوں نے اسماء بنت ابو بکر کو دکھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ نہیں ہے جس کی صورت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے دکھائی تھی، عرض کی میری ایک نابالغ بیٹی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انہیں دکھائیں، پس انہوں نے عائشہ کو سامنے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل اسی کی تصویر لے کر میرے پاس آئے اور کہہ رہے تھے: اللہ عزوجل نے اسے میری زوجیت میں دیا ہے، اس پر انہوں (ابو بکر رضی اللہ عنہ) نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں نے اسے آپ کی زوجیت میں دیا۔

اس حدیث میں اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں دیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حکم ربانی کو بسر و چشم تسلیم کرتے ہوئے انہیں حرم نبوی کے لیے منظور فرمالیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے ایسے بے شمار فضائل احادیث میں وارد ہوئے ہیں۔ حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام ازواج میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد ان سے زیادہ محبت فرماتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا علوم نبوت سے فیض یاب اور ذہین وفطین شخصیت کی مالک تھیں، صحابہ کرام آپ رضی اللہ عنہا سے مسائل کے جوابات اور اکتساب علم کیا کرتے تھے۔ آپ سے دو ہزار سے زائد احادیث مروی ہیں، مدینہ منورہ میں ۵۸ھ میں وصال فرمایا اور حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد ازاں روضہ رسول کے سامنے جنت البقیع میں تدفین کی گئی۔

(19) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيُّ الْقَاضِي قَالَ : نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ : حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

مَنْ شَتَمَ الْأَنْبِيَاءَ قُتِلَ ، وَمَنْ شَتَمَ أَصْحَابِي جُلِدَ .[27]

ترجمہ: جس نے انبیاء (میں کسی بھی نبی) کو گالی دی، اُسے قتل کیا جائے اور جس نے میرے صحابہ کو گالی دی، اُسے کوڑے مارے جائیں۔

(20) ثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيُّ الْقَاضِي بِمَدِينَةِ طَبَرِيَّةَ سَنَةَ سَبْعٍ وَسَبْعِينَ وَمِائَتَيْنِ ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ، عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ :

مَنْ سَبَّ الْأَنْبِيَاءَ قُتِلَ ، وَمَنْ سَبَّ أَصْحَابِي جُلِدَ .[28]

ترجمہ: جس نے انبیاء (میں کسی بھی نبی) کی توہین کی، اُسے قتل کیا جائے اور جس نے میرے صحابہ کی توہین کی، اُسے کوڑے مارے جائیں۔

---

27 المعجم الاوسط ، للامام الطبراني ، دار الحرمين القاهرة ، ٥/ ٣٥ ، الرقم ٤٦٠٢ .

28 المعجم الصغير ، للطبراني ، المكتب الاسلامي ، الطبعة الاولى ، ١/ ٣٩٣ ، الرقم ٦٥٩ .

(21) حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ مُزَاحِمُ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ الْبَصْرِيُّ ، ثنا الْحُسَيْنُ بْنُ حُمَيْدِ بْنِ الرَّبِيعِ اللَّخْمِيُّ ، حَدَّثَنِي عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ صَالِحِ الْهَرَوِيُّ ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا ، حَدَّثَنِي أَبِي مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

مَنْ سَبَّ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَاقْتُلُوهُ، وَمَنْ سَبَّ وَاحِدًا مِنْ أَصْحَابِي فَاجْلِدُوهُ .[29]

ترجمہ: جس نے انبیاء میں سے کسی بھی نبی کی توہین کی، اُسے قتل کر دو، اور جس نے میرے صحابہ میں سے کسی بھی صحابی کی توہین کی، اُسے کوڑے مارو۔

(22) حَدَّثَنَا الشَّيْخُ أَبُو عَبْدِ اللهِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ غَلْبُونٍ ، عَنِ الشَّيْخِ أَبِي ذَرٍّ الْهَرَوِيِّ إِجَازَةً ، قَالَ أَبُو الْحَسَنِ الدَّارَقُطْنِيُّ وَأَبُو عُمَرَ بْنُ حَيْوَةَ ، قَالَا : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ نُوحٍ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ زَبَالَةَ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُوسَى ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ :

مَنْ سَبَّ نَبِيًّا فَاقْتُلُوهُ وَمَنْ سَبَّ أَصْحَابِي فَاضْرِبُوهُ .[30]

---

29 الفوائد ، للامام ابي القاسم تمام الرازي ، مكتبة الرشد الرياض ، الطبعة الاولى ، ١/ ٢٩٥ ، الرقم ٧٤٠ .

ترجمہ: جس نے کسی نبی کی توہین کی، اُسے قتل کردو، اور جس نے میرے صحابی کی توہین کی، اُسے (کوڑے) مارو۔

رقم ۱۹ تا ۲۲ کی احادیث کا مفہوم یکساں ہے، البتہ ان کی اسانید والفاظ الگ ہیں ،اسی لیے ہم نے انہیں ذکر کردیا ہے تاکہ مجموعی طور پر تقویت ہو جائے، ان احادیث میں گستاخی کرنے والے شخص کی سزا کے احکام بیان ہوئے ہیں، کہ اگر وہ کسی بھی نبی علیہ السلام کی گستاخی کرے تو اسلامی حکومت میں اسے قتل کیا جائے گا، لیکن اگر کوئی بد بخت صحابہ کرام میں سے کسی کی گستاخی واہانت کرے تو اُسے کوڑے مارے جائیں گے۔ اس بارے میں کچھ جزوی اور اجتہادی نوعیت کے اختلافات بھی ہیں جن کا ذکر امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الصارم المسلول علی شاتم الرسول"، امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی "السیف المسلول علی من سب الرسول" اور متاخرین فقہاء میں مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ کی "السیف الجلی" میں موجود ہے، البتہ ان سے جامع اور معلوماتی نوعیت کی بحث خاتم الفقہاء امام ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کی مفید کتاب "تنبیہ الولاۃ والحکام" میں ہے، جس میں بالخصوص احناف کی قدیم وجدید آراء پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔

=

30 الشفاء للقاضي العياض ، طبع جائزة دبي الدولية للقرآن الكريم ، الطبعة الاولى ، فصل في الحجة في ايجاب قتل من سبه ..الخ ، الصفحة ٧٧٣ ، الرقم ١٧٦٢ ، و الفتاوى للسبكي ، دار المعرفة بيروت ، ٢/ ٥٨٢ .

(23) ح أَبُو مُحَمَّدٍ ، أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْهَرَوِيُّ ، ح أَبُو الْحَسَنِ ، عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَهْرَوَيْهِ الْقَزْوِينِيُّ بِالْكُوفَةِ قَدِمَهَا حَاجًّا ، ح دَاوُدُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ وَهْبٍ أَبُو أَحْمَدَ الْفَرِيُّ الْقُرَيْشِيُّ ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضِيُّ ، حَدَّثَنِي أَبُو مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

إِنَّ مُوسَى بْنَ عِمْرَانَ سَأَلَ رَبَّهُ ، وَرَفَعَ يَدَيْهِ ، فَقَالَ : يَا رَبِّ ! أَبَعِيدٌ أَنْتَ فَأُنَادِيكَ ، أَمْ قَرِيبٌ فَأُنَاجِيكَ ؟ فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ يَا مُوسَى بْنَ عِمْرَانَ ! أَنَا جَلِيسُ مَنْ ذَكَرَنِي .[31]

ترجمہ: موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے ہاتھ اُٹھا کر سوال کیا: اے میرے ربّ! کیا تو بعید ہے کہ میں تجھے پکاروں؟ یا تو قریب ہی ہے کہ میں تجھ سے سرگوشی کروں؟ تو اللہ عزوجل نے وحی فرمائی: اے موسیٰ بن عمران! جو مجھے یاد کرے، میں اس کے قریب ہوں۔

حدیث میں اللہ عزوجل کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے کہ انہوں نے آداب دعا کے بارے میں دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا۔ اس بارے میں قرآن مجید کی آیت میں بھی بیان ہے: چنانچہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے:

---

31 بحر الفوائد ، للامام ابي بكر الكلاباذي ، دار السلام القاهرة ، الطبعة الاولى ، باب من آداب الدعاء ، ١/ ٤٣٥ ، الرقم ٤٥٢ .

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾ .[32]

ترجمہ: اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں، تو میں نزدیک ہوں، دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے، تو انہیں چاہیے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔

اللہ تعالیٰ عزوجل نے قرآن مجید میں دعا مانگنے کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے، نیز احادیث کریمہ میں اس کی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے، چنانچہ ایک حدیث کا مفہوم ہے جو بندہ اپنے رب جل جلالہ سے دعا نہیں مانگتا تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ اس پر غضب فرماتا ہے، لہٰذا بندے کو ہمیشہ دعا کے ذریعے بارگاہ خداوندی سے وابستہ رہنا چاہیے۔ دعا کرتے وقت ہاتھوں کو بلند کرنا سنت نبوی بلکہ سنت انبیاء ہے۔ عام مقامات یعنی مساجد وغیرہ میں جہاں دیگر لوگ اپنی عبادات میں مشغول ہوں وہاں آہستہ دعا مانگی جائے تا کہ کسی کے معمولات یا آرام میں خلل نہ آئے، لیکن اگر کوئی شخص تنہائی میں خشوع حاصل کرنے یا عجز کا اظہار کرنے کے لیے آواز بلند بھی کرلے تو حرج نہیں، لیکن حد سے زیادہ آواز بلند کرنے کو علمائے کرام نے خلاف ادب لکھا ہے۔

---

32 سورۃ البقرۃ: ٢/ ١٨٦.

(24) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَهْرَوَيْهِ الْقَزْوِينِيُّ ، ثنا دَاوُدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْقَزْوِينِيُّ ، ثنا عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا ، ثنا مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

مَا كَانَ وَلَا يَكُونُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مُؤْمِنٌ إِلَّا وَلَهُ جَارٌ يُؤْذِيهِ .[33]

ترجمہ: اپنے پڑوسی کو اذیت دینے والا، نہ ہی آج اور نہ ہی قیامت تک (کامل) مؤمن ہو سکتا ہے۔

اسلام میں پڑوسیوں کے بہت سے حقوق مقرر کیے گئے ہیں، پڑوسیوں کے حقوق کی اہمیت کے بارے میں ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام مجھے پڑوسیوں کے بارے میں برابر آگاہ کرتے رہے حتی کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ انہیں وارثت میں بھی حصے دار کیا جائے گا۔ چنانچہ اپنے ہمسایہ کے حقوق کا خیال رکھنا، اس کی مدد کرنا، تکالیف میں اس کی معاونت کرنا، خوشی میں ساتھ دینا اور مرنے پر جنازے اور تدفین کے مراحل میں شامل ہونا بھی انہی حقوق میں شامل ہے۔ آج کے دور میں جہاں ہر ایک اپنی زندگی میں منہمک ہے، ایسے میں پڑوسی کے لیے ذرا سا وقت نکال لینا اور اس کے حقوق کی ادائیگی کرنا بڑی سعادت ہے۔

---

33 الترغيب في فضائل الاعمال ، للامام ابن شاهين ، دار ابن الجوزي ، الطبعة الاولى ، الصفحة ٢٧١ ، الرقم ٢٨١ .

(25) حَدَّثَنَا ابْنُ مَخْلَدٍ ، قَالَ : حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَارُودِيُّ ، قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو مَالِكٍ سَلَّامُ بْنُ سَالِمٍ مَوْلَى خُزَاعَةَ قَالَ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْوَرَّاقُ ، قَالَ : حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ :

أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا يَتَكَلَّمُ فِي اللهِ بِشَيْءٍ لَا يَنْبَغِي ، فَأَمَرَ بِضَرْبِ عُنُقِهِ ، فَضُرِبَتْ عُنُقُهُ، وَقَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ تَكَلَّمَ فِي اللهِ فَاقْتُلُوهُ ، وَمَنْ تَكَلَّمَ فِي الْقُرْآنِ فَاقْتُلُوهُ .[34]

ترجمہ: آپ نے کسی شخص کو اللہ عزوجل کے بارے میں ایسی بات کرتے ہوئے سنا جو اس کے شایاں نہیں (یعنی توہین آمیز کلمات تھے) تو آپ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا، پس اُسے قتل کر دیا گیا تو فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا: جو اللہ عزوجل کے بارے میں بدکلامی کرے، اُسے قتل کر دو، اور جو قرآن کے بارے میں گستاخی کرے، اُسے بھی قتل کر دو۔

---

34 فی الابانة الكبرى لابن بطة الحنبلي ، دار الراية الرياض ، الطبعة الثانية ، الكتاب الثالث الرد على الجهمية ، المجلد الثاني ، باب بيان كفرهم وضلالهم و خروجهم عن الملة ، الصفحة ٤٢ ، الرقم ٢٣٤ .

(26) حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُلَيْمَانَ الزَّاهِدُ ، ثنا أَبُو عَلِيٍّ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَشْعَثُ الْكُوفِيُّ بِمِصْرَ ، حَدَّثَنِي أَبُو الْحَسَنِ مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ ، عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ :

أَنَّ يَهُودِيًّا ، كَانَ يُقَالُ لَهُ جُرَيْجِرَةَ كَانَ لَهُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَنَانِيرُ ، فَتَقَاضَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ : يَا يَهُودِيُّ ! مَا عِنْدِي مَا أُعْطِيكَ ، قَالَ : فَإِنِّي لَا أُفَارِقُكَ يَا مُحَمَّدُ حَتَّى تُعْطِيَنِي ، فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذًا أَجْلِسُ مَعَكَ ، فَجَلَسَ مَعَهُ فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ الْمَوْضِعِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ الْآخِرَةَ وَالْغَدَاةَ ، وَكَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَدَّدُونَهُ ، وَيَتَوَعَّدُونَهُ ، فَفَطِنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : مَا الَّذِي تَصْنَعُونَ بِهِ ؟ فَقَالُوا : يَا رَسُولَ اللهِ ! يَهُودِيٌّ يَحْبِسُكَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنَعَنِي رَبِّي أَنْ أَظْلِمَ مُعَاهَدًا وَلَا غَيْرَهُ ، فَلَمَّا تَرَحَّلَ النَّهَارُ ، قَالَ الْيَهُودِيُّ : أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ، وَقَالَ : شَطْرُ مَالِي فِي سَبِيلِ اللهِ ، أَمَا وَاللهِ ! مَا فَعَلْتُ الَّذِي فَعَلْتُ بِكَ إِلَّا لِأَنْظُرَ إِلَى نَعْتِكَ فِي التَّوْرَاةِ : مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ مَوْلِدُهُ بِمَكَّةَ ، وَمُهَاجَرُهُ

بِطَيْبَةَ ، وَمُلْكُهُ بِالشَّامِ ، لَيْسَ بِفَظٍّ ، وَلَا غَلِيظٍ ، وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ ، وَلَا مُتَزَيٍّ بِالْفُحْشِ ، وَلَا قَوْلِ الْخَنَا ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللهِ ، هَذَا مَالِي فَاحْكُمْ فِيهِ بِمَا أَرَاكَ اللهُ ، وَكَانَ الْيَهُودِيُّ كَثِيرَ الْمَالِ .[35]

ترجمہ: ایک یہودی جس کا نام جریجرۃ تھا اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ دیناروں کا قرض تھا، پس اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے قرض کا تقاضہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے یہودی! ابھی میری پاس کچھ نہیں جو تمہیں دوں، اس نے کہا: اے محمد! میں اس وقت تک آپ کو نہیں چھوڑوں گا جب تک آپ مجھے قرضہ واپس نہ کر دیں، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے میرے ساتھ بیٹھ جاؤ، پس وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مقام پر ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور دوسرے دن صبح کی نماز ادا فرمائی، جبکہ صحابہ کرام اس یہودی کو ڈرا رہے تھے، دھمکیاں دے رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے کو بھانپ لیا تو فرمایا: یہ تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے عرض کی

35. المستدرك ، للامام الحاكم ، دار الكتب العلمية ، الطبعة الثانية ، كتاب تواريخ المتقدمين من الانبياء والمرسلين ، ٢/ ٦٧٨ ، الرقم ٤٢٤٢ .ودلائل النبوة ، للامام البيهقي ، دار الكتب العلمية بيروت ، ٦/ ٢٨٠ .

: یارسول اللہ! اس یہودی نے آپ کو محبوس کر رکھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے رب نے مجھے معاہدہ کرنے والے، بلکہ کسی بھی فرد پر ظلم کرنے سے منع کیا ہے، جب دن گزر گیا تو اس یہودی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے بندے اور رسول ہیں، نیز اس نے کہا: میرے مال کا اتنا حصہ اللہ عزوجل کی راہ میں وقف ہے، خدا کی قسم! میں نے آپ کے ساتھ یہ سب صرف اس لیے کیا تاکہ تورات میں لکھی اس نشانی کو دیکھ لوں: کہ محمد بن عبد اللہ ان کی پیدائش مکہ میں ہوگی اور وہ طیبہ کی طرف ہجرت کریں گے، ان کی سلطنت شام میں ہوگی، آپ بد خلق اور سخت دل نہیں ہوں گے، نہ ہی بازاروں میں شور مچانے والے، اور نہ ہی فحش گو اور بدزبان ہوں گے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور بیشک آپ اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔ پس یہ میرا مال ہے اس میں اللہ عزوجل کی مرضی کے مطابق جو چاہیں حکم کریں، اور یہ یہودی بہت مالدار تھا۔

(27) أَخبَرَنَا أَبُو المُكَارِمِ المُبَارَكُ بْنُ مُحَمَّد بن المعمر الباذرائي ، أَنبَأَ أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الحُسَيْنِ بْنِ زَكَرِيَّا الصُّوفِيُّ الطُّرَيْثِيْثِيُّ ، أَنبَأَ أَبُو عَبْدِ الله الحُسَيْنُ بْنُ شُجَاعِ المَوْصِلِيُّ الصُّوفِيُّ ، أَنبَأَ أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الله الشَّافِعِيُّ ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَف ، ثَنَا مُوسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ ، ثَنَا مُوسَى بْنُ جَعفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :

مَنْ أُذِنَ لَهُ بِالدُّعَاءِ فُتِحَ لَهُ أَبْوَابُ الرَّحْمَة .[36]

ترجمہ: جسے دعا کی توفیق مل گئی، اس کے لیے رحمت کے دروازے بھی کھول دیے جاتے ہیں۔

بندے کا اپنے رب سے تعلق دو عبادتوں میں زیادہ مقرب ہوتا ہے، ایک نماز اور دوسرا دعا۔ قرآن مجید اور احادیث نبوی میں دعا مانگنے کے بہت سے فرامین اور آداب ذکر کیے گئے، چنانچہ اللہ تعالی عزوجل کا فرمان ہے "جب دعا کرنے والا مجھ سے مانگے، تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں"، اسی طرح "مجھ سے دعا مانگو، میں قبول کروں گا"۔ لہٰذا بندے کو اپنے رب کریم عزوجل سے دعاؤں کے ذریعے بھی تعلق قائم رکھنا چاہیے، اور جب بندے کو دعا مانگنے کی توفیق مل جائے تو اس یقین کے ساتھ مانگے کہ توفیق بخشنے والے کی جانب سے قبولیت بھی ملے گی، ناامیدی نہیں ہونی چاہیے۔

---

36 هواتف الجنان ، للامام ابن ابي الدنيا ، موسسة الكتب الثقافية بيروت ، الطبعة الاولى ، باب هواتف الجن ، الصفحة ٥٨ ، الرقم ٧٣ .

(28) أَخْبَرَنَا أَبُو الْفَتْحِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْعَطَّارُ الْبَغْدَادِيُّ قَدِمَ عَلَيْنَا ، ثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُخْلَدِيُّ بِبَغْدَادَ ، ثنا عُمَرُ بْنُ حَسَنٍ الشَّيْبَانِيُّ ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفِ بْنِ عَبْدِ السَّلَامِ ، ثنا مُوسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَرْوَزِيُّ ، ثنا مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

الْعَمَائِمُ تِيجَانُ الْعَرَبِ ، وَالِاحْتِبَاءُ حِيطَانُهَا ، وَجُلُوسُ الْمُؤْمِنِ فِي الْمَسْجِدِ رِبَاطُهُ . [37]

ترجمہ: عمامے عرب کا تاج، دوزانوں بیٹھ کر باندھنا ان کی دیواریں، اور مؤمن کا مسجد میں بیٹھنا اس کی قیام گاہ ہے۔

اس حدیث کے بہت سے تابع وشاہد ہیں، جن میں سے کچھ کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "شعب الایمان" میں، امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے "مسند الفردوس" میں، امام رامہرمزی رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الامثال" میں اور دیگر محدثین نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے، چنانچہ ان کی روشنی میں حدیث مذکور کو تقویت ملتی ہے۔

اس حدیث میں عربوں کے چند خصائص اور عادات کا ذکر کیا گیا ہے کہ ان کی عزت و وقار میں ان امور کا دخل ہے جس میں عمامہ باندھنا سب سے اہم ہے، چنانچہ

---

37 مسند الشهاب ، للامام ابو سلامة القضاعي ، موسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الاولى ، باب العمائم تيجان العرب ، ١/ ٧٥ ، الرقم ٦٨ . و شعب الايمان ، للبيهقي ، مكتبة الرشد الرياض ، ٨/ ٢٩٦ ، الرقم ٥٨٥٢ . و أدب الاملاء والاستملاء ، للعبد الكريم السمعاني المروزي ، دار الكتب العلمية ، الطبعة الاولى ، الصفحة ٤٢ .

آپ ﷺ نے خاص طور پر عربوں کو اس کی ترغیب ارشاد فرمائی، لیکن آج عرب میں بالعموم اس امر کو چھوڑ کر رومال رکھنے کا رواج ہو چلا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے مسجد میں بیٹھنے کو بیان فرمایا جو عادت کے ساتھ ساتھ مسجدوں کی آبادی کی علامت ہے، کیونکہ انسان جب مسجد میں اپنے معمولات رکھے گا تو وہ نماز کی ادائیگی اور احکام خداوندی کی پاسداری بھی اچھے طور پر کر سکے گا اسی لیے نبی کریم ﷺ نے حیات اقدس میں نماز کے علاوہ نکاح، اہم فیصلے، وفود سے ملاقات، باہمی مشاورت اور جنگی اہداف کی تکمیل و ترتیب کو مسجد نبوی میں ہی طے فرمایا۔ لیکن آج مساجد کی حیثیت صرف جمعہ و عیدین کے اجتماعات کے لیے ہی رہ گئی ہے۔ اس لیے امت مسلمہ کو آج پھر سے مساجد کی جانب توجہ کرنے اور انہیں معاشرے میں مرکزی حیثیت سے پیش کرانے کی ضرورت ہے تاکہ مسلمانوں کے اکثر معاملات اس سے وابستہ ہو کر مذہبی تقدس کے ساتھ ساتھ دیانت و خلوص سے بھی مزین ہو جائیں، کیونکہ عام طور پر مسلمانوں کی اکثریت بحمد اللہ ایسی ہے کہ اگرچہ وہ کتنے ہی گناہ گار کیوں نہ ہوں لیکن مساجد میں ہمیشہ راست گوئی سے کام لیتے اور اس کے تقدس کا خیال رکھتے ہیں۔ پس مساجد مسلمانوں کے درمیان ایک ایسا ہمہ جہتی ادارہ ہے جو پورے علاقے کو اپنے ساتھ بخوبی منسلک کر کے چلانے اور سنوارنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

(29) أَخْبَرَنَا أَبُو الْفَتْحِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ الْعَطَّارُ ، ثنا عَلِيُّ بْنُ عُمَرَ الْخُتُلِّيُّ ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَبَّاسِ بْنِ الْفَضْلِ الْمَرْوَزِيُّ ، ثنا الْقَاسِمُ بْنُ الْحَسَنِ الزُّبَيْدِيُّ ، ثنا سَهْلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَرْوَزِيُّ ، عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ مُتَّصِلًا قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

اَلْوُضُوءُ قَبْلَ الطَّعَامِ يَنْفِي الْفَقْرَ وَبَعْدَهُ يَنْفِي اللَّمَمَ، وَيُصِحُّ الْبَصَرَ .[38]

ترجمہ: کھانے سے پہلے وضو کرنا محتاجی کو، اور کھانے کے بعد وضو کرنا وساوس کو دُور اور نظر کو تیز کرتا ہے۔

یہاں کھانے سے پہلے وضو سے نماز والا وضو مراد نہیں بلکہ صرف ہاتھوں کا دھونا ہے، چنانچہ اس حدیث کی مثل امام ابوداود اور امام ترمذی کی روایت ہے "کھانے کی برکت اس سے پہلے اور بعد میں وضو کرنا ہے"، امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی "سنن" میں روایت کرتے ہیں: "جو اپنے گھر میں برکت چاہتا ہے تو اُسے چاہیے کہ کھانے سے پہلے اور بعد میں وضو کرے"۔ ان احادیث کے اُخروی فوائد کے علاوہ ظاہری اور جسمانی فوائد آج کسی ذی شعور پر پوشیدہ نہیں ہے، چنانچہ یہ حدیث حفظانِ صحت کے زرّیں اصولوں میں سے ہے۔ اس حدیث کے متعدد طرق اور شاہد مل کر مجموعی طور پر اس کی تقویت کرتے ہیں، جن میں سے تین مذکور ہو چکے۔

---

38 مسند الشهاب ، للامام ابو سلامة القضاعي ، باب الوضو قبل الطعام..الخ ، ١/ ٢٠٥ ، الرقم ٣١٠ .

(30) أَخبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضلِ بْنِ نَظِيفِ الْفَرَّاءُ ، ثنا الْحُسَيْنُ بْنُ غِيَاثِ الْخُرَاسَانِيُّ ، قَالَ : ثنا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ ، ثنا أَبِي ، ثنا عَلِيُّ بْنُ مُوسَى ، حَدَّثَنِي أَبِي مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ ، قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ، حَدَّثَنِي أَبِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ، قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ ، قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ :

مَنْ عَامَلَ النَّاسَ فَلَمْ يَظْلِمْهُمْ ، وَحَدَّثَهُمْ فَلَمْ يَكْذِبْهُمْ ، وَوَعَدَهُمْ فَلَمْ يُخْلِفْهُمْ ، فَهُوَ مِمَّنْ كَمُلَتْ مُرُوءَتُهُ ، وَظَهَرَتْ عَدَالَتُهُ ، وَوَجَبَتْ أُخُوَّتُهُ ، وَحَرُمَتْ غِيبَتُهُ .[39]

ترجمہ: جو لوگوں پر حاکم ہوں اور اُن پر ظلم نہ کرے، جب بات کرے تو اُن سے جھوٹ نہ بولے، اور جب وعدہ کرے تو اُن سے وعدہ خلافی نہ کرے، تو ایسا شخص اُن لوگوں میں سے ہے جس نے اپنے انسانی کمالات کی تکمیل کرلی، عدل کو ظاہر، اُخوّت کا لازم اور اپنی غیبت کو حرام کرلیا۔

آپ ﷺ نے اس حدیث میں انسانی خوبیوں کی معراج اور بہترین مسلمان کا کردار ذکر فرمایا۔ چنانچہ اگر آج ہم میں یہ تین اوصاف پیدا ہو جائیں تو نا صرف ہمارے اندر مثبت تبدیلی رُونما ہوگی، بلکہ معاشرے بھی اس سے مستفید ہو سکے گا۔

---

39 مسند الشهاب ، للقضاعي ، باب من عامل الناس فلم يظلمهم.. الخ ، ١/ ٣٢٢ ، الرقم ٥٤٣ . و الكفاية ، للخطيب البغدادي ، باب الكلام في العدالة ، الصفة ٧٨ .

(31) أَخبَرَنَا أَبُو الحُسَيْنِ ، مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ يَحْيَى ، أبنا عَبْدُ الله بْنُ أَحْمَدَ بْنِ طَالِبِ الْبَغْدَادِيُّ ، أبنا الحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ خَلَّادٍ ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدِ الله الجُشَمِيُّ ، ثنا عَلِيُّ بْنُ الْمُؤَمَّلِ مِنْ أَهْلِ وَادِي الْقُرَى قَالَ : سَمِعْتُ مُوسَى بْنَ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ الله عَنْهُ يَقُولُ : حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ آبَائِهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

نِعْمَ الْمَالُ النَّخْلُ ، الرَّاسِخَاتُ فِي الْوَحْلِ ، الْمُطْعِمَاتُ فِي الْمَحْلِ .[40]

ترجمہ: کھجور کا درخت کیا ہی بہترین مال ہے، جو کیچڑ (نرم زمین) میں لگ جاتا (پروان چڑھتا) ہے اور قحط سالی میں خوراک بنتا ہے۔

آج کی سائنسی و نباتاتی ترقی نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ کھجور کے درخت میں بقیہ نباتات سے زیادہ پروان چڑھنے اور معمولی قدرتی ماحول میں بھی نشو ونما پانے کی صلاحیت ہوتی ہے، لیکن آپ ﷺ کا یہ فرمان نباتاتی عروج سے صدیوں پہلے اس امر کی نشاندہی فرما چکا ہے۔ اور قحط سالی کے زمانے میں اس کا مفید ہونا تاریخ کے کئی واقعات میں محفوظ ہے، کیونکہ اس پر قحط سالی دیر سے اثر انداز ہوتی ہے، نیز اس کے پھل کو خشک کر کے سالوں تک استعمال کیا جا سکتا ہے جو قحط میں بقائے حیات کیلئے نعمت خداوندی ہے۔

---

40 مسند الشهاب ، للامام ابو سلامة القضاعي ، باب نعم المال النخل الراسخات.. الخ ، ٢/ ٢٥٨ ، الرقم ١٣١٢ . و امثال الحديث للرامهرمزي ، الدار السلفية ، الهند ، الصفحة ١١٠ ، الرقم ٣٤ .

(32) أخبرني القاضي أبو القاسم علي بن المحَسِّن بن علي التَّنُوْخي، حدثنا أبو محمد سهل بن أحمد بن عبد الله الدِّيباجي ، حدثنا أبو علي محمد بن محمد بن الأشعث بمصر، حدثنا أبو الحسن موسى بن إسماعيل بن موسى بن جعفر بن محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب ، قال: حدثني أبي ، عن أبيه ، عن جدّه جعفر ، عن أبيه ، عن جدّه علي بن الحسين ، عن أبيه ، عن علي بن أبي طالب:

تَلَقَّاهُ رَسُوْلُ الله - صلى الله عليه وسلم - فَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ، فَلَمَّا جَلَسَا ، قَالَ لَهُ - رَسُوْلُ الله صلى الله عليه وسلم - : أَلَا أُعْطِيْكَ ؟ أَلَا أَمْنَحُكَ ؟ أَلَا أَحبُوْكَ ؟ قَالَ : بَلَى يَا رَسُوْلَ الله ! قَالَ : تُصَلِّي أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ : تَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ : اَلْحَمْدَ ، وَسُوْرَةً ، ثُمَّ تَقُوْلُ : سُبْحَانَ الله ، وَالْحَمْدُ لله ، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ، وَاللهُ أَكْبَرُ خَمْسَ عَشَرَةَ مَرَّةٍ ، ثُمَّ تَرْكَعُ ، فَتَقُوْلُ عَشْراً ، ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ ، فَتَقُوْلُ عَشْراً ، ثُمَّ تَسْجُدُ ، فَتَقُوْلُ عَشْراً ، ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ ، فَتَقُوْلُ عَشْراً ، ثُمَّ تَسْجُدُ ، فَتَقُوْلُ عَشْراً ، ثُمَّ تَرْفَعُ ، فَتَقُوْلُ عَشْراً ، فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ مَرَّةً ، فِي كُلِّ رَكْعَةٍ. فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تُصَلِّيَهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ ، فَافْعَلْ، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فِي كُلِّ يَوْمٍ ، فَفِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ ، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ ، فَفِيْ كُلِّ شَهْرٍ ، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ ، فَفِيْ كُلِّ سَنَةٍ ، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فِي كُلِّ سَنَةٍ ، فَفِي

عُمُرِكَ مَرَّةً ، فَإِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ ، غَفَرَ اللهُ ذَنْبَكَ : كَبِيْرَهُ وَصَغِيْرَهُ ، خَطَأَهُ وَعَمَدَهُ ، قَدِيْمَهُ وَحَدِيْثَهُ .[41]

ترجمہ: آپ کی رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، پس جب دونوں حضرات تشریف فرما ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں کچھ دے نہ دوں، کیا تمہیں کچھ عطا نہ کردوں، کیا تمہیں محبوب بات نہ بتاؤں؟ آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ضرور بتائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: چار رکعات یوں پڑھو، کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھو اور پھر پندرہ مرتبہ کہو "سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ، واللہ اکبر" پھر رکوع کرو اور اسے دس مرتبہ پڑھو، پھر سر اُٹھا کر دس مرتبہ پڑھو، پھر سجدے میں جاکر دس مرتبہ پڑھو، پھر سر اُٹھا کر دس مرتبہ پڑھو، پھر سجدے میں جاکر دس مرتبہ پڑھو، پھر اُٹھ کر دس مرتبہ پڑھو، تو یہ ہر رکعت میں ۷۵ مرتبہ ہو جائے گا۔

اگر تم میں طاقت ہو تو یہ نماز ہر روز پڑھ لیا کرو، اور اگر ہر روز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو ہر جمعہ کو، اور اگر ہر جمعہ پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو ہر مہینے

41 ذكر صلاة التسبيح للخطيب ، للامام الخطيب البغدادي ، الدار الاثرية ، الطبعة الاولى ، الصفحة ٤٦ ، الرقم ٢ .

میں ،اور اگر اس کی طاقت بھی نہ ہو تو سال میں ،اور اگر سال بھر میں بھی پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو ساری زندگی میں ایک بار ضرور پڑھ لو،پس اگر تم نے اسے پڑھ لیا تو اللہ عزوجل تمہارے چھوٹے بڑے، جان بوجھ کر یا انجانے میں، اگلے پچھلے گناہوں کو معاف فرمادے گا۔

(33) قَرَأْتُ عَلَى أَبِي مَرْوَانَ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ زِيَادَةِ اللهِ الطِّبْنِيِّ رَحِمَهُ اللهُ ، أَخْبَرَنِي أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ النَّقَّاشِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِالْأَسْكَنْدَرِيَّةِ سنة خمسين وأربع مئة ، قَالَ : أنا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبُخَارِيُّ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ سَنَةَ خَمْسٍ وَعِشْرِينَ وأربعمائة قَالَ : أنا أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الله بن علي بن داود الرَّازِيُّ بِبُخَارَى قَالَ: نا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَهْدُوَيْهِ الْقَزْوِينِيُّ بِهَا قَالَ : نا عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا قَالَ : ني أَبِي مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: ني أَبِي جعفرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ قَالَ أَبِي الحسينُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

عَلَيْكُمْ بِالْعَدَسِ ؛ فَإِنَّهُ مُبَارَكٌ مُقَدَّسٌ ؛ وَإِنَّهُ يُرِقُّ الْقَلْبَ وَيُكْثِرُ الدَّمْعَةَ ، وَقَدْ بَارَكَ فِيهِ سَبْعُونَ نَبِيًّا أَحَدُهُمْ عِيسَى بن مَرْيَمَ.[42]

ترجمہ: تم لوگ مسور کھایا کرو، کیونکہ یہ برکت والا ہے، اور یہ دل میں نرمی اور خون میں اضافہ پیدا کرتا ہے، اور اسے ستر (۷۰) نبیوں نے برکت کی دعا دی ہے، ان میں سے ایک عیسیٰ بن مریم ہیں۔

اس حدیث پر دو طرح سے اعتراض ہے، ایک سند کے لحاظ سے اور دوسرا متن کے اعتبار سے، چنانچہ اس کی وہ سند جسے امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "الموضوعات"

42 الآثار المروية في الاطعمة لابن بشكوال ، مكتبة اضواء السلف الرياض ، الطبعة الاولى ، باب ما جاء في العدس ، الرقم ٤٢ ، الصفحة ١٧٦،١٧٧ .

میں نقل کیا اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے طرق پر "اللالی" میں تحقیقی کلام کرتے ہوئے موضوع ہونے کی صراحت کی ہے، وہ یوں ہے:

أَنبَأَنَا هِبَةُ الله بْنُ أَحْمَدَ الجَرِيرِيُّ ، أَنبَأَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُمَرَ البرمكی ، أَنبأَنَا أَبُو بكر ابن بخيت ، أَنبأَنَا أَبُو القَاسِم عبد الله بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَامِرٍ ، حَدَّثَنِي أَبِي ،حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا، حَدَّثَنِي أَبِي مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ..الخ .[43]

لیکن ہماری درج کردہ سند اُس موضوع سند کے علاوہ امام ابن بشکوال رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے ہے، اسی لیے ہم نے اسے یہاں نقل کر کے برقرار رکھا ہے، پس سند کے بدل جانے سے موضوع ہونے کا وہ حکم بھی باقی نہیں رہے گا، جسے ائمہ کرام نے خاص اس سند کے لحاظ سے بیان کیا تھا۔ اور متن کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اس حدیث کو تقویت دینے والے شاہد امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن السنّی رحمۃ اللہ علیہ ، امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں موجود ہیں۔ انہی اسباب کی بنیاد پر ہم نے اس حدیث کو یہاں نقل کیا ہے ورنہ نباتات وطبی امور سے متعلق امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی بہت سی احادیث کتب میں موجود ہیں لیکن ان میں اکثر موضوع و من گھڑت ہیں، جن کی نسبت آپ کی طرف ثابت نہیں، لیکن اس حدیث کو اجلہ ائمہ نے آپ کی نسبت سے نا صرف نقل کیا بلکہ اسی مفہوم کی احادیث دیگر ائمہ سے بھی مروی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ اس کی اصل ضرور ہے، اگرچہ مجموعی طور پر حدیث ضعیف ہے لیکن موضوع نہیں۔

---

43 الموضوعات ، للامام ابن الجوزي ، دار اضواء السلف ، ٣/ ١١٢ ، الرقم ١٣٢٥ .

(34) أخرج ابن النجار في تاريخه قال: أشهد بالله ، لقد أخبرني أبو عبد الله الاديب مشافهة باصبهان ، عن أبي طاهر بن أبي نصر التاجر ، أن عبد الرحمن بن محمد ابن إسحاق بن منده أخبره قال : أشهد بالله لقد أنبانا أبو عبد الله الحسين بن محمد ابن الحسين الدينوري قال : أشهد بالله لقد أنبانا أبو القاسم عبد الله بن إبراهيم الجرجاني قال : أشهد بالله لقد أخبرني أبو الحسن محمد بن علي بن الحسين بن القاسم بن الحسن بن زيد بن علي بن الحسين بن علي بن أبى طالب قال: أشهد بالله لقد حدثني أحمد ابن عبد الله الشعبي البغدادى قال: أشهد بالله لقد حدثني الحسن بن علي العسكري قال: أشهد بالله لقد حدثني أبى علي بن محمد قال: أشهد بالله لقد حدثني أبي محمد بن علي بن موسى قال: أشهد بالله لقد حدثني أبى علي بن موسى قال: أشهد بالله لقد حدثني أبى موسى بن جعفر قال: أشهد بالله لقد حدثني أبي جعفر بن محمد قال: أشهد بالله لقد حدثني أبي محمد بن علي قال: أشهد بالله لقد حدثني أبي علي بن الحسين قال: أشهد بالله لقد حدثني أبي الحسين بن علي قال: أشهد بالله لقد حدثني أبي علي بن أبي طالب قال:

أَشْهَدُ بِاللهِ لَقَدْ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: أَشْهَدُ بِاللهِ لَقَدْ حَدَّثَنِيْ مِيْكَائِيْلُ وَقَالَ : أَشْهَدُ بِاللهِ لَقَدْ حَدَّثَنِيْ إِسْرَافِيْلُ عَنِ اللَّوْحِ المحْفُوْظِ ، أَنَّهُ يَقُوْلُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى : شَارِبُ الخَمْرِ كَعَابِدِ وَثَنٍ .[44]

---

44 الحبائك في أخبار الملائك ، للامام جلال الدين السيوطي ، دار الكتب العلمية ، الطبعة الثانية ، ما جاء في ملك الموت عليه السلام ، الرقم ٨٤ ، الصفحة ٣٠ .

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں، اللہ عزوجل کی قسم! مجھ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں، اللہ عزوجل کی قسم! مجھ سے میکائیل نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: میں گواہی دیتا ہوں، اللہ عزوجل کی قسم! مجھ سے اسرافیل نے لوح محفوظ سے یہ بات بیان کی: اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "شراب نوش بُت پرست کی طرح ہے"۔

اس حدیث کی خصوصیت یہ ہے کہ اسے روایت کرنے والا ہر شخص "اشہد باللہ" کے کلمات ذکر کرنے کے بعد حدیث بیان کرتا ہے، اس طرح یہ حدیث مسلسل آخری سند تک انہی کلمات سے نقل ہوتی چلی آئی ہے، یہ ان چند مسلسل احادیث میں سے ایک ہے جسے شیوخ حدیث اجازت دیتے وقت پڑھا کرتے ہیں، اسی طرح حدیث مسلسل بالمصافحہ، مسلسل بالمعانقہ، مسلسل بالعید وغیرہ اور دیگر احادیث موجود ہیں، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں اگرچہ ابن نجار رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ سے نقل کیا، لیکن "جیاد المسلسلات" مخطوط، صفحہ ۶، رقم ۱۴ پر اپنی سند متصل سے نقل کیا ہے، البتہ وہاں "ان مدمن الخمر کعابد وثن" کے الفاظ ہیں جو اگلے رقم کے تحت آرہے ہیں، نیز اس حدیث کو امام علی متقی رحمۃ اللہ علیہ نے "کنز العمال" میں، امام نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے "مجمع الزوائد" اور "کشف الاستار" میں بھی ذکر کیا ہے۔ اگلی حدیث میں شہادت کے الفاظ دو مرتبہ مذکور ہیں اور اس میں پینے کے بجائے، بنانے والے کا ذکر ہے۔

(35) أخرج ابن النجار في تاريخه ، أخبرنا يوسف بن المبارك بن الحامل الخفاف قال : أشهد بالله وأشهد لله لقد أخبرني محمد بن عبد الباقي الانصاری قال : أشهد بالله وأشهد لله لقد حدثني ابو بكر احمد بن علي بن ثابت الخطيب و قال : أشهد بالله وأشهد لله لقد حدثني القاضي أبو العلاء محمد بن علي الواسطی وقال: أشهد بالله وأشهد لله لقد حدثني ابو محمد عبد الله بن احمد بن عبد الله بن المليح السجزي وقال : أشهد بالله وأشهد لله لقد حدثني علي بن محمد الهروي وقال: أشهد بالله وأشهد لله لقد حدثني عبد السلام بن صالح وقال: أشهد بالله وأشهد لله لقد حدثني علي بن موسى الرضى وقال: أشهد بالله وأشهد لله لقد حدثني أبي موسى بن جعفر وقال: أشهد بالله وأشهد لله لقد حدثني أبي جعفر بن محمد وقال : أشهد بالله وأشهد لله لقد حدثني أبي محمد بن علي و قال : أشهد بالله وأشهد لله لقد حدثني أبي علي بن الحسين ، وقال : أشهد بالله وأشهد لله لقد حدثني الحسين بن علي وقال : أشهد بالله وأشهد لله لقد حدثني أبي علي بن أبي طالب وقال:

أَشْهَدُ بِاللهِ وَأَشْهَدُ لله لَقَدْ حَدَّثَنِيْ رَسُوْلُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : أَشْهَدُ بِالله وَأَشْهَدُ لله لَقَدْ حَدَّثَنِيْ جِبْرِيْلُ وَقَالَ : أَشْهَدُ بِالله وَأَشْهَدُ لله لَقَدْ حَدَّثَنِيْ مِيْكَائِيْلُ وَقَالَ: أَشْهَدُ بِالله وَأَشْهَدُ لله لَقَدْ حَدَّثَنِيْ عِزْرَائِيْلُ وَقَالَ : أَشْهَدُ بِالله وَأَشْهَدُ لله، إِنَّ اللهَ تَعَالٰى قَالَ : مُدْمِنُ خَمرٍ كَعَابِدِ وَثَنٍ . [45]

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: "شراب بنانے والا بت پرست کی طرح ہے"۔

45 الحبائك للسيوطي ، ما جاء في ملك الموت عليه السلام ، الرقم ١٧١، الصفحة ٥٣ . و التدوين في اخبار القزوين ، للامام الرافعي ، ٣/ ٤٠٨-٤٠٩ .

(36) حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ إِسْحَاقَ الْمُعَدِّلُ ، ثَنَا أَبُو عَلِيٍّ أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ الْأَنْصَارِيُّ بِنَيْسَابُورَ ، ثَنَا أَبُو الصَّلْتِ عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ صَالِحٍ الْهَرَوِيُّ ، ثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا ، حَدَّثَنِي أَبِي مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ ، حَدَّثَنِي أَبِي جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ، حَدَّثَنِي أَبِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنِي أَبِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ، حَدَّثَنِي أَبِي الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ ، حَدَّثَنِي أَبِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ ، حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، قَالَ : قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ:

إِنِّي أَنَا اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِي ، مَنْ جَاءَنِي مِنْكُمْ بِشَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ بِالْإِخْلَاصِ دَخَلَ فِي حِصْنِي ، وَمَنْ دَخَلَ فِي حِصْنِي أَمِنَ مِنْ عَذَابِي .[46]

ترجمہ: بیشک میں ہی خدا ہوں، میرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، پس میری ہی عبادت کرو، جو میرے پاس اخلاص کے ساتھ "لا الہ الا اللہ" کی گواہی دیتا ہوا آیا، میرے قلعے میں داخل ہو گا اور جو میرے قلعے میں داخل ہوا، میرے عذاب سے محفوظ رہے گا۔

46 حلية الاولياء وطبقات الاصفياء ، للامام ابي نعيم الاصفهاني ، دار الكتب العلمية ، باب محمد بن علي الباقر ، ٣/ ١٩٢ .

(37) أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ الْإِمَامُ ، إِمَامُ مَسْجِدِ عَبْدِ اللهِ ، ثنا الْحُسَيْنُ بْنُ غِيَاثٍ ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ ، ثنا عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ ، حَدَّثَنِي أَبِي جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ، حَدَّثَنِي أَبِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ ، حَدَّثَنِي أَبِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ، حَدَّثَنِي أَبِي الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللهُ تَعَالَى :

لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ حِصْنِي فَمَنْ دَخَلَهُ أَمِنَ عَذَابِي .[47]

ترجمہ: (کلمہ) لاالہ الااللہ میرا قلعہ ہے، جو اس میں داخل ہوا (یعنی جس نے کلمہ پڑھ لیا)، میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔

ان دونوں احادیث میں کلمہ طیبہ کو خلوص دل کے ساتھ قبول کرنے کی فضیلت کا بیان ہے کہ یہ کلمہ بندے کو اللہ تعالیٰ عزوجل کی بارگاہ میں کامیاب کرنے اور اس کے عذاب سے بچانے والا ہے، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ شخص دنیا میں صمیم قلب سے اس کی گواہی دینے والا ہو۔ یہاں پڑھنے سے مراد قبول کرنا ہے صرف زبانی ادائیگی مراد نہیں، ورنہ تو بہت سے جوگی وراہب زندگی بھر جنگلات میں اس کا ورد کرتے اور اللہ اللہ کی ضربیں لگاتے رہتے ہیں لیکن عملی اور اعتقادی لحاظ سے اللہ تعالیٰ عزوجل کی وحدانیت کے قائل نہیں ہیں، تو ایسے میں ان کا کلمہ پڑھنا آخرت میں انہیں عذاب خداوندی سے محفوظ نہیں رکھے گا۔

47 مسند الشهاب ، للقضاعي ، باب لا اله الا الله حصني.. الخ ، ٢/ ٣٢٣، الرقم ١٣٥١.

(38) حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُوسَى السَّهْمِيُّ الْجُرْجَانِيُّ ، ثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَزْوِينِيُّ ، ثَنَا دَاوُدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْقَزَّازُ ، ثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا، حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرٍ ، عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

الْعِلْمُ خَزَائِنُ وَمِفْتَاحُهَا السُّؤَالُ ، فَاسْأَلُوا يَرْحَمُكُمُ اللهُ ، فَإِنَّهُ يُؤْجَرُ فِيهِ أَرْبَعَةٌ : السَّائِلُ وَالْمُعَلِّمُ وَالْمُسْتَمِعُ وَالْمُجِيبُ لَهُمْ.[48]

ترجمہ: علم ایک مقفل خزانہ اور سوال اسکی کنجی ہے، تو سوال کرو ، اللہ تم پر رحم فرمائے، کیونکہ اس سے چار لوگ اجر پاتے ہیں، سوال کرنے والا، تعلیم دینے والا، سننے والا اور ان (تینوں) سے محبت رکھنے والا۔

علم کا تعلق انسان کے باطن سے ہے اور یہ اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ کے انوار میں سے ہے، لیکن باطنی جہت کے اثرات ظاہری تشخص پر بھی دلالت کرتے ہیں، چنانچہ حدیث میں مقفل خزانہ کہہ کر اسی جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ اس خزانے سے مستفید ہونے کے لیے یہ چار ذرائع ہیں جن کی بدولت صاحب علم کے ساتھ ساتھ دیگر تین افراد بھی اس کے علم سے فیضیاب ہو کر اجر کے حق دار بن سکتے ہیں۔

---

48 الفقيه والمتفقه ، للخطيب البغدادي ، دار ابن الجوزي الرياض ، الطبعة الاولى ، باب في السوال والجواب ، ٢/ ٦١ ، الرقم ٦٩٣. وحلية الاولياء وطبقات الاصفياء ، لابي نعيم الاصفهاني ، باب محمد بن علي الباقر ، ٣/ ١٩٢ .

(39) حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُوْسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي عَمَّةُ أَبِي أُمّ أَبِيْهَا بِنْتِ مُوْسَى ، عَنْ أَبِيْهَا مُوْسَى بْن جَعْفَر ، عَنْ أَبِيْهِ ، عَنْ جَدِّهِ ، عَنْ عَلِيّ بْنِ الْحُسَيْنِ ، عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ؛ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

لا يَقْضِي أَحَدٌ وَهُوَ غَضبَانٌ .[49]

ترجمہ: کوئی شخص (حاکم) غصے کی حالت میں فیصلہ صادر نہ کرے۔

غصہ ایسی کیفیت سے عبارت ہے جس میں انسانی شخصیت اپنی رذالت وکمتری کی جانب عود کرنے لگتی ہے اور بندہ اپنے حواس وجذبات کی لگاموں کو تھامنے سے عاجز ہوتا چلا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اپنے نیک بندوں کی ایک صفت "غصہ پی جانے والے" بیان کی گئی ہے۔ غصہ دراصل شیطانی محرک کا نتیجہ ہے، اسی لیے احادیث میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی کو غصہ آئے تو اسے چاہیے کہ شیطان سے اللہ عزوجل کی پناہ مانگے، ایسا کرنے سے شیطان کا تسلط زائل اور آدمی کے حواس بحال ہو جائیں گے جس کی وجہ سے وہ حق وباطل کو پرکھنے کی کیفیت استعمال کر سکے گا۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "صحیح" میں ذکر کیا:

"دو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑ رہے تھے اور ہم سب بھی ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ان دونوں میں سے ایک اپنے ساتھی کو غصہ میں برا بھلا کہہ

49 اخبار القضاۃ، للامام ابن حیان المعروف بالوکیع، عالم الکتب بیروت، ۱/ ۸۳.

رہا تھا، نیز غصہ کی وجہ سے اس کا چہرہ لال ہو رہا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں، اگر وہ کہہ لے تو اس کا غصہ ختم ہو جائے، کاش وہ کہہ لے: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ (بخاری، کتاب الادب، مسلم، کتاب البر والصلہ)

غصہ انسانی صحت کے لیے بھی شدید مضر ہے، غصہ کی حالت میں انسانی اعصاب وقوی پر اچانک دباؤ پڑتا ہے، ذہن اس ہنگامی اُفتاد کو کنٹرول کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وقت کی قلت اور دباؤ کی زیادتی اسے کسی حد تک مفلوج بنا دیتی ہے چنانچہ ایسے کئی مریض موجود ہیں جو غصہ کی حالت میں دماغ کی رگ پھٹنے سے یا تو ہلاک ہو گئے یا پھر دماغی توازن کی خرابی اور اعصاب کی کمزوری کا شکار ہو چکے ہیں۔

حدیث میں وراد الفاظ اگرچہ ہر فیصلہ کرنے والے کے لیے عام ہیں پر اس کا خاص تعلق قاضی و حاکم سے ہے، چونکہ انہیں روزمرہ فیصلوں کو صادر کرنا ہوتا ہے اسی لیے ان سے خطاب فرمایا گیا ہے کہ وہ اگر کسی سبب سے غصہ کی حالت میں ہوں تو ہرگز فیصلہ نہ کریں کیونکہ ایسی حالت میں غلطی اور عدم انصاف کا پہلو غالب ہو گا، بلکہ انہیں چاہیے کہ معتدل حالت میں آنے تک فیصلے کو ملتوی کر دیں اور پھر اطمینان سے امور کا جائزہ لے کر حق کے مطابق فیصلہ کریں۔ اس حدیث میں ہر شخص کے لیے سامان نصیحت موجود ہے کہ وہ زندگی کے کسی بھی مرحلے پر خواہ وہ گھریلو معاملات ہی کیوں نہ ہوں، غصہ و عجلت میں فیصلہ نہ کرے، آج ہم دیکھتے ہیں کہ معمولی باتوں پر طلاق، قتال ایسے مسائل اسی غصے کی پیداوار ہیں جن سے بعد میں پچھتانا پڑتا ہے۔

(40) وَقَدْ أَسْنَدَهُ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ فَقَالَ :حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ النَّسَائِيُّ ، حدَّثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْهَاشِمِيُّ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَشْعَثُ ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ جَدِّي ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ علي قال :

أَتَى النَّبِيَّ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِامْرَأَةٍ لَهُ ، فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللهِ ! إِنَّ زَوْجَهَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ الْأَنْصَارِيُّ ، وَإِنَّهُ ضَرَبَهَا فَأَثَّرَ فِي وَجْهِهَا ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَيْسَ ذَلِكَ لَه . فَأَنْزَلَ الله :{ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ.(النساء ٤/ ٣٤)}- أَيْ : قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ فِي الْأَدَبِ - فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَدْتُ أَمْرًا وأَرَادَ الله غَيْرَه .[50]

ترجمہ:ایک انصاری شخص کسی خاتون کو لے کر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس خاتون نے عرض کی ،یارسول اللہ!اس کا شوہر فلاں بن فلاں انصاری ہے،اوراس نے چہرے پر اس زور سے مارا ہے کہ اس کا نشان پڑگیا ہے ،تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا ،پس اللہ تعالی عَزَّوَجَلَّ نے یہ آیت نازل فرمائی:

50 تفسير القرآن ، للامام ابن كثير ، دار طيبة السعودية ، الطبعة الثانية ، سورة النساء ، الآية ٣٤ ، ٢/ ٢٩٣ .

"مرد عورتوں پر نگہبان ہیں" یعنی عورتوں کو ادب سکھانے میں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ایک بات کا ارادہ کیا اور اللہ نے اس کے علاوہ کو ظاہر فرمادیا۔

بیوی کے حقوق وآداب کو اسلامی تعلیمات میں بے شمار مواقع پر شرح وبسط سے ذکر کیا گیا ہے، نیز اسلام میں انہیں سب سے زیادہ حقوق تفویض کیے گئے ہیں، اس حدیث میں دراصل ایک آیت کی تفسیر ہے، جس میں مردوں کی خواتین پر فضیلت کا ذکر کیا گیا ہے، چنانچہ مردوں کو خواتین پر جو مرتبت بخشی گئی ہے وہ صرف مارپیٹ اور حاکمیت جتانے کے لیے نہیں، بلکہ آداب وتعلیمات کے بارے میں آگاہی دینے کے لیے ہے کہ اگر تمہاری بیوی سمجھانے کے باوجود نصیحت ماننے کو تیار نہیں ہوتی تو بقدر ضرورت مارنے کی اجازت ہے، لیکن وہ مار ایسی ہو جس میں درد دینے کے بجائے تعلیم دینے اور اصلاح کا پہلو غالب رہے، تشدد کی اجازت نہیں، چنانچہ اس آیت کا خود ساختہ مفہوم نکال کر ظالمانہ تشدد کرنا کسی طرح بھی روا نہیں رکھا جا سکتا۔

اور یہ مارنا بھی اس تعلیمی وتادیبی سلسلے کی آخری کڑی ہے اس سے پہلے کے مراحل نظر انداز کرتے ہوئے صرف مار پر ہی اکتفاء کرنا اسلامی تعلیمات کا غیر ذمہ دارانہ استعمال ہے، لہٰذا طرفین کو چاہیے کہ محبت ومشاورت سے اپنے معاملات کو طے کریں اور امن وسکون کی زندگی گزاریں۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی موقع پر منقول نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کو مارا ہو، ہمیشہ نصیحت وگفتگو سے ہی کام لیا کرتے تھے۔

(41) أخبرني أبو القاسم عبيد الله بن عبد الله التاجر السرخسي ببخاري ، أخبرنا إسماعيل بن عبد الوهاب بقزوين ، حدثنا داود بن سليمان الغازي قال : سمعت علي بن موسى الرضا ، حدثني أبي موسى بن جعفر ، عن أبيه جعفر بن محمد ، عن أبيه محمد بن علي ، عن أبيه علي بن الحسين ، عن أبيه الحسين بن علي ، عن أبيه علي بن أبي طالب رضوان الله عليهم أجمعين قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

مَنْ مَرَّ عَلَى المَقَابِرِ فَقَرَأَ{ قُلْ هُوَ الله أَحَدٌ } عَشَرَ مَرَّاتٍ ، ثُمَّ وَهَبَ أَجْرَهُ لِلأَمْوَاتِ أُعْطِيَ مِنَ الأَجْرِ بِعَدَدِ الأَمْوَاتِ .[51]

ترجمہ: جو قبرستان سے گزرے اور سورہ اخلاص دس مرتبہ پڑھے اور پھر اس کا ثواب مُردوں کو ایصال کردے، تو اُسے تمام مرنے والوں کی تعداد کے برابر ثواب ملے گا۔

(42) إسْمَاعِيل بْن عَبْدِ الوهاب أَبُو سهل ، حدث بِقَزْوِينَ عن داوُد بْن سليمان الغازي وحدث عنْهُ أَبُو بكر بْن المعزل ، قرأت عَلَى والدي رحمه الله ليلة الخميس التاسع عشر من ذي الحجة سنة خمس وستين وخمسمائة ، أَخْبَرَكُمْ أَبُو الْفَضْلِ عَبْدُ الْمَلِكِ بْن سعد بْن عنتر التميمي ، أنبأ أبو عثمان إسماعيل ابن مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَد الْوَاعِظُ ، أَنْبَأَ الْخَطِيبُ أَبُو مَنْصُورٍ عَبْدُ الرَّزَّاقِ بن أحمد ابن عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، ثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ الْغَزَّالُ ، ثَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ ابن مُحَمَّدِ بْنِ مَهْرَوَيْهِ ، وَأَبُو سَهْلٍ إِسْمَاعِيل بْنُ عَبْدِ الْوَهَّاب بِقَزْوِينَ سنة ثلاثين وثلاثمائة ، ثنا داود بْنُ سُلَيْمَانَ الْغَازِيُّ ، أَنْبَأَ عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا ، حَدَّثَنِي أَبُو مُوسَى بْن

[51] في فضائل القرآن ، للامام المستغفري ، دار ابن حزم بيروت ، الطبعة الاولى ، ٢/ ٧١٨ ، الرقم ١٠٧٥ .

جَعْفَرٍ ،عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ:

مَنْ مَرَّ عَلَى الْمَقَابِرِ فَقَرَأَ فِيهَا إِحْدَى عَشَرَ مَرَّةٍ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ ثُمَّ وَهَبَ أَجْرَهُ الْأَمْوَاتَ أُعْطِيَ مِنَ الْأَجْرِ بِعَدَدِ الْأَمْوَاتِ .[52]

ترجمہ: جو قبرستان سے گزرے اور سورہ اخلاص گیاراں مرتبہ پڑھے اور پھر اس کا ثواب مُردوں کو ایصال کردے، تو اُسے تمام مرنے والوں کی تعداد کے برابر ثواب ملے گا۔

ان دونوں احادیث میں ایصال ثواب کی ایک نوعیت کا بیان ہوا ہے، پہلی حدیث میں دس مرتبہ پڑھنے کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں گیاراں مرتبہ پڑھنے کا ذکر ہے، چنانچہ ایصال ثواب کرنا ایک مستحسن امر ہے اور اس کے جائز ہونے پر بہت سی احادیث موجود ہیں، اس دنیا سے چلے جانے کے بعد جو اعمال مردے کے لیے فائدہ مند اور قابل اجر ہوتے ہیں، ان میں سے ایک ایصال ثواب بھی ہے جیساکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی فوت شدہ والدہ کے لیے کنواں کھدوا کر ثواب ایصال کیا، اسی طرح حدیث میں قبرستان سے گزرتے وقت ایک آسان سے عمل کی جانب رغبت دلائی گئی ہے جس کے کرنے سے مُردوں کو اور خود اسے بھی اجر ملے گا۔

---

52. التدوين في اخبار قزوين ، للامام الرافعي القزويني ، ٢/ ٢٩٧ .

(43) أخبرتنا به رقية وإسمها ستيك ابنة الحافظ أبي أحمد معمر بن عبد الواحد بن الفاخر بأصبهان ، قالت : أخبرتنا فاطمة بنت محمد بن أحمد البغدادي ، قالت : أنا أبو عثمان سعيد بن أبي سعيد العيار الصوفي ، أنا أبو بكر محمد بن عبد الله بن زكريا الجوزقي ، أنا محمد بن الحسن بن يحيى بن الأشعث إملاءً ببخارا ، أنا أبو إسحاق إبراهيم بن محمد البغدادي ، ثنا عبد الله بن أحمد بن عامر الطائي ، حدثني أبي ، حدثني علي بن موسى بن جعفر ، حدثني أبي موسى بن جعفر، حدثني أبي جعفر بن محمد ، حدثني أبي محمد بن علي ، حدثني أبي علي بن الحسين ، حدثني أبي الحسين بن علي ، حدثني أبي علي بن أبي طالب- رضي الله عنهم أجمعين- قال : قال رسول الله - صلى الله عليه وسلم - :

مَنْ حَفِظَ عَلَى أُمَّتِي أَرْبَعِيْنَ حَدِيْثاً يَنْتَفِعُوْنَ بِهَا بَعَثَهُ الله عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقِيْهاً عَالماً .[53]

ترجمہ: جس نے میرے اُمتی پر چالیس احادیث بیان کیں (ان کی تعلیم دی)، جس وہ نفع حاصل کریں، تو اللہ عَزَّوَجَلَّ ایسے شخص کو بروز قیامت فقیہ و عالم اُٹھائے گا۔

یہاں حفظ کا معنی یاد رکھنا نہیں جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح اربعین" میں ذکر کیا ہے، بلکہ مطلق بیان کرنا مراد ہے، کیونکہ عمل کیلئے الفاظوں کا حفظ کرنا ضروری نہیں، البتہ چالیس احادیث حفظ کرنے کی فضیلت دیگر میں مذکور ہے۔

---

53 كتاب الاربعين حديثاً ، للامام صدر الدين البكري ، دار الغرب الاسلامي ، الطبعة الاولى ، الجزء الاول ، الصفحة ٢٩ ،

(44) حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ...الْفَقِيهُ ، ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَسَنِ الْبَغْدَادِيُّ ، ثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَامِرٍ الطَّائِيُّ ، ثَنَا أَبِي ، ثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الْعَلَوِيُّ ، ثَنَا أَبُو مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ مُحَمَّدِ الْبَاقِرِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

مَا مِنْ قَوْمٍ كَانَتْ لَهُمْ مَشْوَرَةٌ فَحَضَرَ مَعَهُمْ مَنِ اسْمُهُ أَحْمَدُ أَوْ مُحَمَّدٌ فَأَدْخَلُوا مَشُورَتَهُ إِلَّا خُيِّرَ لَهُمْ فِيهَا .[54]

ترجمہ: کسی قوم کے مشورے کے دوران "احمد یا محمد" نام کا کوئی شخص آجائے اور یہ لوگ اُسے بھی اپنے مشورے میں شامل کرلیں تو انہیں بہتری کی توفیق ملے گی۔

(45) حَدَّثَنَا أَبُو يَعْقُوبَ يُوسُفُ بْنُ عَلِيِّ الْفَقِيهُ ، ثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ شَاذَانَ بِبَغْدَادَ ، ثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ الطَّائِيُّ ، ثَنَا أَبِي ، ثَنَا أَبُو الْحَسَنِ الرِّضِيُّ ، عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ الصَّادِقِ ، عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ الْبَاقِرِ ، عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ زَيْنِ الْعَابِدِينَ ، عَنْ أَبِيهِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

مَا مِنْ مَائِدَةٍ وُضِعَتْ فَحَضَرَ عَلَيْهَا مَنِ اسْمُهُ مُحَمَّدٌ أَوْ أَحْمَدُ إِلَّا قُدِّسَ ذَلِكَ الْمَنْزِلُ فِي كُلِّ يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ .[55]

---

54 فضائل التسمية بأحمد و محمد ، للامام ابن بكير الصيرفي ، الصفحة ١٨ ، الرقم ٤ .

55 فضائل التسمية بأحمد و محمد ، للامام ابن بكير الصيرفي ، الصفحة ٣٢ ، الرقم ٢٤ .

ترجمہ: جب دستر خوان بچھایا جائے اور اس پر "محمد یا احمد" نام کے افراد آجائیں، تو اس گھر کو ہر روز دو مرتبہ برکت ملے گی۔

ناموں کی تاثیر ایک قدرتی اَمر ہے جسے آج کی ترقی یافتہ سائنس نے بھی تسلیم کیا ہے، چنانچہ اسم و مسمّی کے تعلق اور اَثرات سے بحث کرنے والا باقاعدہ علم موجود ہے۔ ناموں کی ایسی ہی تاثیر کے پیش نظر آپ ﷺ نے اَولاد کے اچھے نام رکھنے کی تعلیم ارشاد فرمائی ہے۔ آپ ﷺ کی عادت تھی کہ جب کسی نام میں کوئی عیب محسوس کرتے تو اُسے کسی مفید نام سے تبدیل فرمادیتے تھے، اسلامی تعلیمات کی روشنی میں والدین کی ذمہ داری اور اَولاد کا اپنے والدین پر حق ہے کہ وہ اُن کے با معنی اور برکت والے نام رکھیں۔

اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ کے پسندیدہ ناموں میں عبد اللہ، عبد الرحمن ذکر کیے گئے ہیں، اسی طرح "محمد واحمد" بھی اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ کے پسندیدہ نام ہیں، جنہیں حبیب کریم ﷺ کے لیے منتخب فرمایا۔ چنانچہ حدیث مذکور میں مسمّی کے بجائے اسم کی افادیت کا ذکر کیا گیا ہے، کہ مسمّی کو اسم کی برکت سے اَثرات نصیب ہوئے ہیں، تو یہ نام بذات خود بھی مفید و برکت والے ہیں اور ان کا مسمّی بھی خیر و رحمت والا ہوگا، لیکن اگر بالفرض کوئی ایسے نام کے باوجود بھی بدنصیب رہے تو قصور اُس کا اپنا ہے، ناموں کا نہیں۔

(46) حَدَّثَ الْخَلِيلُ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْقَاضِي، وَمُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ قَالا : ثنا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا الْقَاضِي إِمْلاءً فِي الجامع سنة سبع وثلاثين وثلاثمائة، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفِ بْنِ حَيَّانَ الْقَاضِي، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنِي عَمُّ أَبِي إِسْحَاقَ بْنِ مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَلِيِّ ابن أَبِي طَالِبٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ:

الْمُتَّقُونَ سَادَةٌ، وَالْفُقَهَاءُ قَادَةٌ، وَالْجُلُوسُ إِلَيْهِمْ زِيَادَةٌ، وَعَالِمٌ يُنْتَفَعُ بِعِلْمِهِ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ.[56]

ترجمہ: متقی (حضرات) سردار اور فقہاء (لوگوں کے) رہنما ہیں، انکی صحبت اختیار کرنا (خیر میں) زیادتی کا سبب ہے، اور ایسا عالم جس کے علم سے استفادہ کیا جائے وہ ایک ہزار عبادت کرنے والوں سے افضل ہے۔

اس حدیث کا پہلا حصہ دیگر اسناد سے بھی مروی ہے مثلاً عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا طریق امام ابو داود رحمۃ اللہ علیہ کی "الزہد" امام ابن بطہ رحمۃ اللہ علیہ کی "الابانہ" امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی "معجم کبیر" امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی "الزہد" اور امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی "الفقیہ والمتفقہ" میں مذکور ہے، جبکہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے امام ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ کی "کلام اللیالی" اور عبد اللہ بن بسر مازنی رضی اللہ عنہ سے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی "الزہد الکبیر" میں مروی ہے۔ البتہ عالم کے بعد والا حصہ رافعی رحمۃ اللہ علیہ کی "اخبار قزوین" میں منقول ہے۔

---

56 التدوين في اخبار قزوين، للامام الرافعي القزويني، دار الكتب العلمية، ۲/ ۴۷. و المعجم الكبير للطبراني، مكتبة ابن تيمية، القاهرة، ۹/ ۱۱۰، الرقم ۸۵۵۳.

(47) رَأَيْتُ فِي أَمَالِي أَبِي بَكْرٍ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ مُحَمَّدِ الْبُخَارِيِّ ، أَنْبَأَ الشيخ أبو إسحاق إبراهيم بْن مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الله الرَّازِيُّ ، أَنْبَأَ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَهْرَوَيْهِ الْقَزْوِينِيُّ بِهَا ، أَنْبَأَ أَبُو أحمد داوُد بْنُ سُلَيْمَانَ ، ثَنَا عَلِيُّ بْنُ موسى الرضا ، ثنا أَبِي مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ:

لا يَزَالُ الشَّيْطَانُ ذَعِرًا مِنَ المؤمِنِ مَا حَافَظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ الخَمْسِ فَإِذَا ضَيَّعَهُنَّ تَجَرَّأَ عَلَيْهِ وَأَوْقَعَهُ فِي الْعَظَائِمِ .[57]

ترجمہ: جب تک مؤمن پنجگانہ نمازوں کی حفاظت کرتا ہے تو شیطان اس سے خوف زدہ رہتا ہے، لیکن جب یہ انہیں ضائع کر (یعنی چھوڑ) دیتا ہے تو یہ (شیطان) اُس پر حاوی ہو جاتا ہے اور اسے گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

حدیث میں نماز کی فضیلت اور شیطان کے نمازی سے دُور رہنے کا ذکر ہے، کیونکہ نمازوں سے بندہ اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ کے قریب اور اسکے فرشتوں کی حفاظت میں رہتا ہے اس لیے شیطان اس پر حاوی نہیں ہو پاتا، لیکن جب وہ نماز چھوڑ دیتا ہے تو فرشتے اُس سے دور ہو جاتے ہیں اور یوں شیطان اسے گناہوں میں مشغول کر دیتا ہے۔

---

57 التدوين في اخبار قزوين ، للامام الرافعي القزويني ، ٢/ ١٢٥ .

(48) أَنبَأَ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مهروية (بسند) ، ثنا داود بْنُ سُلَيْمَانَ الْغَازِيُّ ، ثنا عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا ، عَنْ أَبِيهِ مُوسَى بْن جَعْفَرٍ ، عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله صَلَّى الله عليه وآله وَسَلَّمَ:

خَيْرُ الأَعْمَالِ عِنْدَ الله تَعَالَى : إِيمَانٌ لا شَكَا فِيهِ ، وَغَزْوٌ لا غُلُولَ فِيهِ ، وَحَجٌّ مَبْرُورٌ ، أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ شَهِيدٌ ، وَعَبْدٌ مَمْلُوكٌ عَبَدَ رَبَّهُ وَنَصَعَ لِسَيِّدِهِ ، وَرَجُلٌ عَفِيفٌ مُتَعَفِّفٌ ذُو عِبَادَةٍ ، وَأَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ النَّارَ أَمِيرٌ مُسَلَّطٌ لا يَعْدِلُ بَيْنَ النَّاسِ ، وَذُو ثَرْوَةٍ مِنَ الْمَالِ لا يُعْطِي حَقَّهُ ، وَفَقِيرٌ فَخُورٌ .[58]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک بہترین اعمال میں سے یہ ہے: ایمان ایسا ہو جس میں شکایت نہ ہو، غزوہ ایسا ہو جس میں خیانت نہ ہو، اور حج مبرور۔ سب سے پہلے جنت میں انہیں داخل کیا جائے گا: شہید، ایسا غلام جس نے اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی عبادت بھی کی اور اپنے آقا کی صحیح خدمت بھی، ایسا شخص جو پاک باز و عبادت گزر رہا، اور سب سے پہلے جہنم میں انہیں ڈالا جائے گا: ایسا حاکم جو لوگوں کے درمیان عدل

58۔ التدوين في اخبار قزوين ، للامام الرافعي القزويني ، ٢/ ٢١٦ .

نہ کرتا ہوں، ایسا مالدار جو اس کا حق ادا نہ کرتا ہوں (زکوۃ)، اور تکبر

کرنے والا فقیر۔

اس حدیث کے متن کا شاہد "المنتخب من مسند عبد بن حمید" میں مذکور ہے جسے سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے قدرے مختلف الفاظ سے روایت کیا گیا ہے، نیز اس مضمون کی دیگر احادیث بھی ہیں جو اس کی تقویت کرتی ہے۔

(49) أَخبَرَنَا أَبُو عَبْدِ الله الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُثْمَانَ النَّصِيبِيُّ قَالَ : قَرَأْنَا عَلَى الْقَاضِي أَبِي عَبْدِ الله الْحُسَيْنِ بْنِ هَارُونَ الضَّبِّيُّ ، عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ أَحْمَدُ بن مُحَمَّد بن سعيد قَالَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الله بْنُ عَبْدِ الله ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ قَالَ ابْنُ سَعِيدِ : وَأَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بن مُحَمَّدُ بْنُ الأَشْعَثِ فِي كِتَابِهِ إِلَيَّ قَالَ : حَدَّثَنِي مُوسَى يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ ، حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ ، عَنْ جَعْفَرِ بْنُ مُحَمَّدِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ الله عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ مِنْ اِمْرَأَةٍ حَتَّى تُوَارِيَ أُذُنَيْهَا وَنَحْرَهَا فِي الصَّلَاةِ .[59]

ترجمہ: کسی عورت کی نماز اس وقت تک قبول نہیں ہوتی، جب تک وہ اپنے کانوں اور سینے کے بالائی حصے کو نماز میں ڈھانپ نہ لے۔

---

59 الموضح لاوهام الجمع والتفريق ، للامام الخطيب البغدادي، باب الميم ، ذكر موسى بن جعفر ، ٢/ ٢١٥.

(50) أنبا غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ أَبِي القاسم الشحامي ، أنبا أَبُو الْقَاسِمِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ فَوْرَانَ الإِمَامُ ، ثَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ الطَّيْسَفُونِيُّ ، ثَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحِيمِ ، ثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَهْرَوَيْهِ الْقَزْوِينِيُّ بِنَهَاوَنْدَ ، ثَنَا أبو أحمد داوُد بْنُ سُلَيْمَانَ الْقَزْوِينِيُّ ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بن موسى الرضا ، حَدَّثَنِي أَبِي مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ : يَقُولُ اللهُ تَعَالَى :

عَبْدِيْ، مَا تُنْصِفُنِي ، أَتَحَبَّبُ إِلَيْكَ بِالنِّعَمِ وَتَتَمَقَّتُ إِلَيَّ بِالْمَعَاصِي ، خَيْرِي عَلَيْكَ مُنْزَلٌ ، وَشَرُّكَ إِلَيَّ صَاعِدٌ ، وَلا يَزَالُ مَلَكٌ كَرِيمٌ يَأْتِينِي مِنْكَ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ بِعَمَلٍ قَبِيحٍ ، عَبْدِيْ ! لَوْ سَمِعْتَ وَصْفَكَ مِنْ غَيْرِكَ وَأَنْتَ لا تَدْرِيْ مَنِ الْمَوْصُوْفُ ، لَتَسَارَعْتَ إِلَى مَقْتِهِ .[60]

ترجمہ: اے میرے بندے! میرے معاملے میں تیرا کیا انصاف ہے؟ کیا تو اپنی ذات کے لیے نعمتیں پسند کرتا ہے اور میری جانب گناہ لے کر آتا ہے، میری خیر تجھ پر نازل ہوتی ہے، لیکن تیرے گناہ میرے

60. معجم الشيوخ ، للامام ابن عساكر ، دار البشائر دمشق ، الصفحة ٩٩٤، الرقم ١٢٧٠ . التدوين في اخبار قزوين ، للامام الرافعي القزويني ، ٣/ ٤ . و الفردوس بمأثور الخطاب ، للامام الديلمي ، دار الكتب العلمية ، ٥/ ٢٣٣ ، الرقم ٨٠٤٣ .

سامنے پیش ہوتے ہیں، ایک فرشتہ ہر روز تیرے گناہ میرے سامنے پیش کرتا رہتا ہے، اے میرے بندے! اگر کوئی شخص تجھ سے تیرے گناہ اس طرح بیان کرے کہ تجھے معلوم نہ ہو کس کی بات کی جارہی ہے، تو ضرور تو اس سے نفرت کرنے میں جلدی کرے گا۔

اس حدیث کو امام رافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "اخبار قزوین" میں، امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے "الفردوس" میں سلیمان بن داود غازی رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے روایت کیا ہے، جبکہ اسی مقام پر محشی نے امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی "تسدید القوس" سے ایک اور سند جو احمد بن علی بن مہدی الرقی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے اس کا ذکر کیا ہے جس میں سلیمان بن داود موجود نہیں، لیکن شیخ البانی کو اس سے بھی قرار نہ ملا اور انہوں نے سلسلہ ضعیفہ میں ۳۲۸۷ پر نقل کر کے موضوع قرار دے دیا، حالانکہ ان کے پاس صرف سلیمان غازی کی مذمت کا سامان تھا لیکن انہوں نے الرقی کو بھی اسی میں یوں سمیٹ لیا کہ مجھے ان کا حال معلوم نہیں، انہوں نے بھی سلیمان غازی سے ہی حدیث چوری کی ہوگی۔ نعوذ باللہ

شیخ البانی کو منتخب افراد جہاں اور جس روایت میں نظر آتے ہیں وہ ایک ہی حکم فٹ کرتے چلے جاتے ہیں، بہر حال اس حدیث کی ایک اور سند جس میں نہ تو سلیمان غازی ہیں اور نہ الرقی، وہ "معجم الشیوخ لابن عساکر" میں ابوالصلت ہروی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے جسے امام عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی متصل سند سے روایت کیا ہے۔ اس طرح حدیث کے متن وسند دونوں کے تابع وشاہد موجود ہیں، اور یہ وہ سند ہے جس پر شیخ

البانی کی توجہ نہیں گئی، ورنہ اسے بھی موضوع کہہ دیتے، اگرچہ انہیں شیخ ہروی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ضد ہے۔ بہر کیف اس حدیث پر موضوع ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ البتہ نہ ماننے کا علاج نہیں۔ واللہ اعلم

(51) كَتَبَ إِلَيَّ أَبُو الطَّيِّبِ أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ الْجَعْفَرِيُّ مِنَ الْكُوفَةِ ، وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ الصُّورِيُّ عَنْهُ قَالَ : حَدَّثَنَا أَبُو الْمُفَضَّلِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْخَالِقِ (الشيباني) لَفظًا ، حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَلَوِيُّ الْحَسَنِيُّ بِبَغْدَادَ ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَمْزَةَ الْعَلَوِيُّ ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا ، عَنْ أَبِيهِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ وَ عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ آبَائِهِ عَنْ عَلِيِّ بن أبي طَالب رَضِيَ الله عَنْهُ عَنْ رَسُول الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :

تَعَلَّمُوا مِنْ أَنْسَابِكُمْ مَا تَصِلُونَ بِهِ أَرْحَامَكُمْ فَإِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ مَنْسَأَةٌ فِي الأَجَلِ مَثْرَاةٌ لِلْمَالِ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ تَعَالَى .[61]

ترجمہ: اپنے نسب کی اتنی معلومات ضرور حاصل کرو، جس سے صلہ رحمی کر سکو، کیونکہ صلہ رحمی موت میں تاخیر (یعنی عمر میں برکت)، مال میں اضافے اور رب تعالیٰ عزوجل کی رضا کا سبب ہے۔

---

61. الموضح لاوهام الجمع والتفريق ، للامام الخطيب البغدادي ، دار الفكر الاسلامي ، الطبعة الثانية ، باب الميم ، ذكر ابو المفضل محمد الشيباني ، ٢/ ٣٩٤ .

صلہ رحمی سے مراد اپنے نسبی قرابت کے داروں کے ساتھ بہتر تعلقات اُستوار کرنا ہے، قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں صلہ رحمی کی بہت تاکید بیان فرمائی گئی ہے، ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ جو تجھ سے تعلق جوڑے تو بھی اس کے ساتھ جوڑ، اور جو تعلق توڑے تو اس سے بھی جوڑنے کی کوشش کر۔ یہ صلہ رحمی کی اصل بنیاد ہے پس حدیث مذکور میں اس بات کی جانب توجہ دلائی گئی ہے کہ اپنے نسب ورشتے داروں کی اتنی معرفت ضرور حاصل کرلو جس سے ان پر احسان کرنے اور شرعی احکامات کو بَرلانے میں سہولت رہے، کیونکہ اگر ہمیں اپنے رشتے داروں کا علم ہی نہیں ہو گا تو ان کے حقوق کی ادائیگی میں دشواری ہو گی۔

(52)　أنا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْفَتْحِ ، أنا سَهْلُ بْنُ أَحْمَدَ الدِّيبَاجِيُّ ، نا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْأَشْعَثِ الْكُوفِيُّ ، بِمِصْرَ ، نا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، نا أَبِي ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

مَنْ أَحْزَنَ وَالِدَيْهِ فَقَدْ عَقَّهُمَا.[62]

ترجمہ: جس نے اپنے والدین کو غمگین کیا، تو اُس نے ان کی نافرمانی کی۔

62 الجامع لاخلاق الراوي وآداب السامع ، للخطيب البغدادي ، مكتبة المعارف الرياض ، ٢/ ٢٣١ ، الرقم ١٦٩٩ .

(53) أَخبَرَنَا الحَاكِمُ أَبُو بَكرٍ مُحَمَّدُ بنُ إِبرَاهِيمَ الفَارِسِيُّ ، أَخبَرَنَا أَبُو عُمَرَ بنُ مَطَرٍ ، حَدَّثَنَا آدَمُ بنُ مُوسَى بنِ عِمرَانَ الولاهِيجِيُّ ، حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ جَعفَرُ بنُ عَلِيٍّ الحَوَارِيُّ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ إِسمَاعِيلَ العَلَوِيُّ ، حَدَّثَنِي عَمِّي مُوسَى بنُ جَعفَرٍ ، عَن مَالِكِ بنِ أَنَسٍ ، عَن أَبِي سَهلِ بنِ مَالِكٍ ، عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ :

دُورُوا مَعَ القُرآنِ حَيثُمَا دَارَ ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللهِ ! أَرَأَيتَ إِن لَم نُطِق ذَلِكَ؟ قَالَ : كُونُوا كَحَوَارِيِّ عِيسَى ابنِ مَريَمَ شُقُّوا بِالمَنَاشِيرِ فِي اللهِ ، وَصُلِّبُوا فِي جُذُوعِ النَّخلِ فِي اللهِ ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللهِ ! أَرَأَيتَ إِن لَم نُطِق ذَلِكَ؟ قَالَ: قَتلٌ فِي طَاعَةِ اللهِ خَيرٌ مِن حَيَاةٍ فِي مَعصِيَةِ اللهِ ، إِنَّ بَنِي إِسرَائِيلَ مَلَكَتهُم مُلُوكٌ بَعدَ أَنبِيَائِهِم فَغَيَّرُوا سُنَنَهُم ، وَعَمِلُوا فِيهِم بِغَيرِ الحَقِّ ، فَلَم يَمنَعهُم ذَلِكَ مِن جَورِهِم أَن حَابَوهُم وَضَاحَكُوهُم وَآكَلُوهُم وَشَارَبُوهُم ، فَلَمَّا رَأَى اللهُ ذَلِكَ مِنهُم ضَرَبَ بِقُلُوبِ بَعضِهِم عَلَى بَعضٍ ، وَلُعِنُوا عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابنِ مَريَمَ ، ذَلِكَ بِمَا عَصَوا وَكَانُوا يَعتَدُونَ ، لَتَأمُرُنَّ بِالمَعرُوفِ وَلَتَنهَوُنَّ عَنِ المُنكَرِ أَو لَيُسَلِّطَنَّ اللهُ عَلَيكُم شِرَارَكُم فَيَدعُوا عَلَيهِم خِيَارُكُم فَلا يُستَجَابُ لَهُم .[63]

63 التفسير الوسيط ،للامام الواحدي النيشابوري ، دار الكتب العلمية ، الطبعة الاولى ، سورة المائدة ، الآية ٧٨-٨١ ، ٢/ ٢١٥ .

ترجمہ: قرآن کے ساتھ ساتھ چلتے رہو(یعنی جیسا کہ قرآن حکم دے اس پر عمل کرو اور جس سے روکے اس سے باز آجاؤ)، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کو تو معلوم ہی ہے، پس اگر ہم اسکی طاقت نہ رکھیں (تو کیا کریں)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر عیسیٰ بن مریم کے اصحاب کی طرح ہو جاؤ، جنہیں آریوں سے چیرا گیا اور کھجور کے درختوں پر پھانسی لگائی گئی، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کو تو معلوم ہی ہے، پس اگر ہم اس کی طاقت نہ رکھیں (تو کیا کریں)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے قتل ہو جانا اس کی نافرمانی میں زندہ رہنے سے بہتر ہے، بیشک بنی اسرائیل میں انبیاء کے بعد جو بادشاہ آئے انہوں نے انبیاء کے طریقوں کو بدل دیا اور ناحق کاموں میں لگ گئے، تو انہیں سرکشی سے کسی نے منع نہیں کیا اور لوگ ان کے ساتھ گناہ کرتے، ہنستے، اور کھاتے پیتے رہے، جب اللہ عزوجل نے ان کا یہ معاملہ دیکھا تو ان کے دلوں میں باہمی عداوت پیدا کردی، نیز داود اور عیسیٰ کی زبانوں سے ان پر لعنت کی گئی، یہ اس لیے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو گئے، تم لوگ ضرور بھلائی کا حکم کرو اور گناہوں سے روکو، یا اللہ عزوجل تم پر بھی

بدترین لوگوں کو مسلط کر دے، پھر تمہارے اچھے لوگ دعا کریں گے پر اُن کی دعا قبول نہیں کی جائے گی۔

(54) أنا عُبَيْدُ الله بْنُ أَبِي الْفَتْحِ ، أنا سَهْلُ بْنُ أَحْمَدَ الدِّيبَاجِيُّ ، نا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الأَشْعَثُ الْكُوفِيُّ ، بِمِصْرَ ، نا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، نا أَبِي ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ جَعْفَرٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَلِيٍّ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

مَنْ أَكْرَمَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ بِكَلِمَةٍ يُلَطِّفُهُ بِهَا، أَوْ مَجْلِسٍ يُكْرِمُهُ بِهِ، لَمْ يَزَلْ فِي ظِلِّ اللهِ مَمْدُودٌ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ مَا كَانَ فِي ذَلِكَ.[64]

ترجمہ: جو اپنے مسلمان بھائی کی توقیر کرتے ہوئے اُسے کسی بات سے خوشی پہنچائے، یا کسی مجلس میں اُسے عزت بخشے، تو جب تک یہ معاملہ باقی رہے، وہ اللہ عزوجل کے سایہ رحمت میں رہتا ہے۔

64 الجامع لاخلاق الراوي وآداب السامع ، للخطيب البغدادي ، مكتبة المعارف الرياض ، ١/ ٤٠٣ ، الرقم ٩٥٠ .

(55) أَخبَرَنِي أَبُو الْقَاسِمِ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عُثْمَانَ الْأَزْهَرِيُّ الصَّيْرَفِيُّ ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُفَضَّلِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ : حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمُوسَائِيُّ ، أَخْبَرَنِي أَبِي إِسْحَاقُ بْنُ الْعَبَّاسِ قَالَ : حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ أَخِيهِ مُوسَى ، عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيٍّ ،

أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ ! أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الْعِلْمُ بِاللهِ ، وَالْفِقْهُ فِي دِينِهِ ، فَظَنَّ الرَّجُلُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، لَمْ يَفْهَمْ قَوْلَهُ ، فَسَأَلَهُ الثَّانِيَةَ ، فَقَالَ لَهُ مِثْلَ قَوْلِهِ الْأَوَّلِ ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ ! أَسْأَلُكَ عَنِ الْعَمَلِ فَتُخْبِرُنِي عَنِ الْعِلْمِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «نَعَمْ ، إِنَّ الْعِلْمَ يَنْفَعُكَ مَعَهُ قَلِيلُ الْعَمَلِ وَكَثِيرُهُ ، وَإِنَّ الْجَهْلَ لَا يَنْفَعُكَ مَعَهُ قَلِيلُ الْعَمَلِ وَلَا كَثِيرُهُ .[65]

ترجمہ: ایک انصاری شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! کون سا عمل سب سے افضل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی معرفت والا علم اور اپنے دین کی سمجھ بوجھ۔ اس شخص نے گمان کیا کہ آپ ﷺ نے شاید میری عرض کی جانب توجہ نہیں فرمائی (اس لیے کوئی اور جواب

65 الفقيه والمتفقه، للخطيب البغدادي، دار ابن الجوزي، ١/ ١١٦، الرقم ٧٥.

دے دیا)، تو اس نے دوسری مرتبہ اپنا سوال دوہرایا، آپ ﷺ نے اس بار بھی وہی جواب دیا جو پہلی مرتبہ دیا تھا، تب اس شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے آپ ﷺ سے عمل کے بارے میں دریافت کیا لیکن آپ مجھے علم کے بارے میں ارشاد فرمارہے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! بیشک علم تجھے اعمال کے کم زیادہ ہونے باوجود بھی نفع دے گا، اور جہالت تجھے اعمال کی کمی وزیادتی کے باوجود نفع نہیں دے گی۔

(56) أنا أَبو الْحُسَيْنِ زَيْدُ بْنُ جَعفَرِ بْنِ الْحُسَيْنِ الْعَلَوِيُّ الْمُحَمَّدِيُّ ، نا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى التَّمارُ ، بِالْبَصْرَةِ ، نا أَبو الْقَاسِمِ عَبْدُ الله بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَامِرِ الطَّائِيُّ ، نا أَبِي ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبو الْحَسَنِ: عَلِيُّ بْنُ مُوسَى الرِّضَا ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي : مُوسَى بْنُ جَعفَر ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي: جَعفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي: مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي: عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي: عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبِ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

«مَنْ أَفْتَى بِغَيْرِ عِلْمٍ لَعَنَتْهُ الْمَلَائِكَةُ» .[66]

ترجمہ: جو بغیر علم کے فتوی دے، فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔

---

66 الفقيه والمتفقه ، للخطيب البغدادي ، دار ابن الجوزي ، باب ما جاء من الوعيد لمن افتى ..الخ ، ۲/ ۳۲۷ ، الرقم ۱۰۴۳ .

آثار واقوال

(57) حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدِ الْأَسَدِيُّ الْحَافِظُ بِهَمْدَانَ ، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحُسَيْنِ ، ثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ ، ثنا مُوسَى بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ ،

أَنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ تَقُولُ: وَا أَبَتَاهُ مِنْ رَبِّهِ مَا أَدْنَاهُ ، وَا أَبَتَاهُ جِنَانُ الْخُلْدِ مَأْوَاهُ ، وَا أَبَتَاهُ رَبُّهُ يُكْرِمُهُ إِذَا أَتَاهُ ، وَا أَبَتَاهُ الرَّبُّ وَرُسُلُهُ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ حِينَ يَلْقَاهُ .

فَلَمَّا مَاتَتْ فَاطِمَةُ ، قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ :

لِكُلِّ اجْتِمَاعٍ مِنْ خَلِيلَيْنِ فُرْقَةٌ وَكُلُّ الَّذِي دُونَ الْفِرَاقِ قَلِيلُ
وَإِنَّ افْتِقَادِي وَاحِدًا بَعْدَ وَاحِدٍ دَلِيلٌ عَلَى أَنْ لَا يَدُومَ خَلِيلُ

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یوں کہا: اے باباجان! جو اپنے رب عزوجل کے قرب میں چلے گئے۔ اے باباجان! جنت الفردوس جن کا مسکن ہے، اے باباجان! آپ کا رب عزوجل اپنے پاس آنے پر آپ کو بزرگی بخشتا ہے، اے باباجان! جب آپ وہاں گئے ہوں گے تو رب عزوجل اور رسولوں علیہم السلام نے آپ پر سلام بھیجا ہوگا۔

پھر جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بھی وصال ہوگیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے فرمایا:

"دو محبت کرنے والوں کے ملنے میں کچھ فاصلہ ہوتا ہے، اور ہر ایک کے طرف سے یہ فراق تھوڑا ہی ہوتا ہے، بیشک میرا ایک کے بعد ایک محبوب کو کھو دینا اس بات کی دلیل ہے کہ دوست زیادہ دیر جدائی برداشت نہیں کر سکتا" (اسی لیے پہلے میرے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا اور پھر ان کی پیاری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا جدائی کی تاب نہ لاتے ہوئے تھوڑے سے عرصے میں ہی اُن سے جا ملیں)۔[67]

(58) وَأَخْبَرَنَا الْحَسَنُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ (بن احمد بن عامر) حَدَّثَنَا عَلِيٌّ (الرضا) عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ:

تَكَلَّمُوا فِيمَا دُونَ الْعَرْشِ وَلَا تَكَلَّمُوا فِيمَا فَوْقَ الْعَرْشِ فَإِنَّ قَوْمًا تَكَلَّمُوا فِي اللهِ فَتَاهُوا .[68]

ترجمہ: عرش سے نیچے کے بارے میں گفتگو کرو، عرش سے اُوپر کے متعلق کلام نہ کرو، کیونکہ ایک قوم نے اللہ عزوجل کے بارے میں (نامناسب) کلام کیا تو ہلاک ہو گئے۔

---

67 المستدرك، للامام الحاكم، كتاب معرفة الصحابة، باب ذكر وفاة فاطمة، ٣ / ١٧٨، الرقم ٤٧٦٨.

68 دم الكلام و أهله، للامام الهروي، مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة، ٥/ ١٠٠، الرقم ٨٨٨.

(59) وَبِإِسْنَادِهِ عَنْ جَعْفَرٍ ، (أي أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَامِرٍ ، حَدَّثَنَا عَلِيٌّ الرِّضَا ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ) قَالَ :

لَا نَتَجَاوَزُ مَا فِي الْقُرْآنِ .[69]

ترجمہ: ہم قرآنی احکامات سے تجاوز نہیں کرتے۔

(60) قُلْت: وَيُؤَيِّدُ اخْتِيَارَ الشَّيْخِ قَدَّسَ اللهُ رُوحَهُ مَا رَوَاهُ الْخَطِيبُ فِي كِتَابِ الْفَقِيهِ وَالْمُتَفَقِّهِ ، أَنبَأَ الْأَزْهَرِيُّ ، أَنبَأَ سُهَيْلُ بْنُ أَحْمَدَ ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَشْعَثُ الْكُوفِيُّ ، حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ- صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ - ثنا أَبِي ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَبِيهِ عَلِيٍّ- عَلَيْهِ السَّلَامُ-

فِي رَجُلٍ حَلَفَ فَقَالَ: امْرَأَتُهُ طَالِقٌ ثَلَاثًا إِنْ لَمْ يَطَأْهَا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ نَهَارًا، قَالَ: يُسَافِرُ ثُمَّ يُجَامِعُهَا نَهَارًا.[70]

ترجمہ: (حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا) ایک شخص جس نے یوں قسم اُٹھائی، کہ اگر میں اپنی بیوی سے رمضان کے دن میں صحبت نہ کروں، تو اُسے تین طلاقیں، آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: یہ شخص سفر کرے اور اُس دوران دن میں صحبت کر لے (چونکہ مسافر کو رمضان میں

69۔ ذم الکلام و أهله ، للامام الهروي ، ٥/ ١٠٠ ، الرقم ٨٨٩ .

70۔ الفقيه والمتفقه ، للخطيب البغدادي ، دار ابن الجوزي ، الطبعة الاولى ، ٢/ ٤١١ ، الرقم ١١٨٣ . واعلام الموقعين ، للابن القيم الجوزية ، باب الابرار من حلف بالطلاق ، ٥/ ٤٥٠ .

روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے لہٰذا سفر کرے اور دن میں روزہ نہ رکھے، تب صحبت کرلے تو کوئی گناہ نہیں، اور طلاق بھی نہیں ہوگی)۔

(61) ثنا أحمد بن عمر الجيزي قال : ثنا محمد بن المظفر [قال : ثنا] أحمد بن فارس قال : ثنا الحسين بن حميد المكي قال : ثنا جعفر بن عمرو ابن زياد الباهلي قال : ثنا موسى بن جعفر بن محمد ، عن أبيه عن آبائه رضي الله عنهم ، في قوله محمد رسول الله قال :

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ : أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيْق رضي الله عنه ، أَشِدَّاءُ عَلَى الكُفَّارِ : عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ ، رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ : عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ ، تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً : عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ، سِيْمَاهُمْ فِي وُجُوْهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ : عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ . ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الإِنْجِيْلِ ، إِلَى آخِرِ السُّوْرَةِ .[71]

ترجمہ: آیت "محمد رسول اللہ والذین معہ" سے مراد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ "اشداء علی الکفار" سے مراد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ "رحماء بینہم" سے مراد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ "تراہم رکعا سجدا" سے مراد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ "سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود" سے مراد عبد الرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما ہیں۔ یوں ہی آخر سورت تک۔

71 المكتفى في الوقف والابتداء ، للامام ابي عمرو الداني ، دار الصحابة بطنطا ، سورة الفتح ، الصفحة ٢٢١ .

(62) ذَكَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي حَاتِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ مَوْلَى الْمُهَلَّبِ بْنِ أَبِي صُفْرَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَخِيهِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ:

سُئِلَ أَبِي جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْقُرْآنِ خَالِقٌ هُوَ أَوْ مَخْلُوقٌ؟ فَقَالَ: لَوْ كَانَ خَالِقًا لَعُبِدَ، وَلَوْ كَانَ مَخْلُوقًا لَنَفِدَ.[72]

ترجمہ: میں نے اپنے والد جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے قرآن کے خالق یا مخلوق ہونے کے بارے میں سوال کیا؟ تو آپ نے فرمایا: اگر وہ خالق ہوتا تو اس کی عبادت کی جاتی اور اگر مخلوق ہوتا تو فنا ہو جاتا۔

(63) أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا أحمد بن نصر الذارع، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ:

إِذَا بَلَغَ الْكَلَامُ إِلَى اللهِ فَأَمْسِكُوا.[73]

ترجمہ: جب گفتگو اللہ عزوجل تک پہنچ جائے تو رک جاؤ (تاکہ کوئی نازیبا کلام منہ سے نہ نکل جائے، پس سنبھل کر کلام کرو۔)

---

72 شرح اصول اعتقاد اهل السنة، للامام هبة الله اللالكائي، دار طيبة السعودية، باب ما روى عن اتباع التابعين من الطبقة الاولى، ١/ ٢٤٣، الرقم ٤٠٣. ومنهاج السنة، للامام ابن تيمية الحنبلي، جامعة الإمام محمد بن سعود الإسلامية، الطبعة الاولى، ٢/ ٢٥٤

73 ذم الكلام و اهله، ٤/ ١٣٥، الرقم ٩٠٠.

(64) أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَلِيٍّ الْمُقْرِئُ ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفٍ الْمَرْوَزِيُّ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَرْوَزِيُّ ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ:

سَيَأْتِي قَوْمٌ يُجَادِلُونَكُمْ فَخُذُوهُمْ بِالسُّنَنِ ؛ فَإِنَّ أَصْحَابَ السُّنَنِ أَعْلَمُ بِكِتَابِ اللهِ .[74]

ترجمہ: عنقریب ایک قوم آئے گی جو تم سے جھگڑے گی، تو تم انہیں سنتوں سے گرفت کرنا، بے شک سنت سے تمسک کرنے والے قرآن کو زیادہ جاننے والے ہیں۔

(65) أخبرنا شيخنا الإمام المحدث جمال الدين يوسف بن محمد البغدادي فيما شافهني به ، أنا أبو هاشم محمد بن محمد بن الكوفي ، أنا عيسى بن محمد ابن أبي الفتوح بن السدار الهاشمي ، أنا الشيخ أبو منصور محمد بن علي بن عبد الصمد الخياط ، أنا الإمام الحافظ أبو محمد عبد العزيز بن محمود بن المبارك بن الأخضر ، أنا أبو الفضل محمد بن ناصر بن محمد السلامي الحافظ ، أنا أبو منصور عبد المحسن بن محمد بن علي بن أحمد القزاز ، أنا أبو محمد الحسن بن محمد بن الحسن الخلال الحافظ ، سمعت محمد بن أحمد بن رزق ، سمعت أحمد بن نصر بن محمد بن أشكاب البخاري ، سمعت مسلم بن صالح ، سمعت الرضى علي بن موسى ، يقول : سمعت موسى بن جعفر ، يقول : سمعت جعفر

74 الحجة في بيان المحجة وشرح عقيدة أهل السنة ، للامام قوام السنة الاصبهاني ، دار الراية للنشر ،فصل في النهي عن مناظرة اهل البدع .الخ ، ١/ ٣١٣ .

بن محمد يقول : سمعت محمد بن علي يقول : سمعت علي بن الحسين يقول : سمعت الحسين بن علي يقول : سمعت عليا رضي الله عنه يقول:

عَجِبْتُ مِمَن يَحْفَظُ القُرْآنَ كَيْفَ لا يَقْرَأ ثَلَاثَ آيَاتٍ بِالغَدَاةِ كُلَّ يَوْمٍ لِيَحْفَظَهُ الله :{ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ فَانقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ .(آل عمران۳:۱۷۳/ ۱۷٤)} وَقَوْلُهُ عَزَّوَجَلَّ: {وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ .(الغافر: ٤٠/ ٤٤)} وَقَوْلُهُ : { مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ من رَحْمَةٍ .(الفاطر ٣٥/ ٢)}.[75]

ترجمہ: مجھے اُن پر لوگوں پر حیرت ہے جو قرآن حفظ کرنے کے بعد ہر صبح ان تین آیات کو تلاوت نہیں کرتے تا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کی حفاظت فرمائے: "اور بولے اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز، تو پلٹے اللہ کے احسان اور فضل سے اور انہیں کوئی بُرائی نہ پہنچی"، اور فرمان باری تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ: "اور میں اپنا کام اللہ کو سونپتا ہوں" اور فرمان باری تعالیٰ عَزَّوَجَلَّ: "اللہ جو رحمت لوگوں کے لیے کھولے"۔

---

75 مناقب الأسد الغالب علي بن أبي طالب ، للامام شمس الدين الجزري ، مكتبة القرآن ، القاهرة ، الصفحة ٥٦ . الرقم ٦٠ .

(66) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمُسَيَّبِيُّ ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ ، أَخُو إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ رَبِيعَةَ ، فِيمَا أَعْلَمُ قَالَ :

لَمَّا أُذِنَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْهِجْرَةِ فَخَرَجَ هُوَ وَأَبُو بَكْرٍ مِنَ الْغَارِ لَمْ تَدْرِ قُرَيْشٌ بِمَخْرَجِهِ حَتَّى سَمِعُوا مُتَكَلِّمًا يُنْشِدُ أَبْيَاتًا وَهُوَ لَا يُرَى فَاجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَى صَوْتِهِ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ حَتَّى جَاءَ أَسْفَلَهَا يَقُولُ :

جَزَى اللهُ رَبُّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَائِهِ ... رَفِيقَيْنِ قَالَا خَيْمَتَيْ أُمِّ مَعْبَدِ
هُمَا نَزَلَا بِالْبِرِّ وَارْتَحَلَا بِهِ ... فَأَفْلَحَ مَنْ أَمْسَى رَفِيقَ مُحَمَّدِ
لِيَهْنِ بَنِي كَعْبٍ مَكَانُ فَتَاتِهِمْ ... وَمَقْعَدُهَا لِلْمُؤْمِنِينَ بِمَرْصَدِ

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کے دوران نکلنے کا حکم ملا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر کو لے کر غار سے باہر آئے، قریش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹھکانے کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے، حتی کہ انہوں نے کسی کے اشعار پڑھنے کی آواز سُنی جو دکھائی نہیں دے رہا تھا، پس مکے والے اس کی آواز پر چاروں جانب سے جمع ہو گئے اور وہ کہہ رہا تھا:

"اللہ تعالی عزوجل ان دونوں صاحبوں کو جزائے خیر دے جنہوں نے اُم معبد رضی اللہ عنہا کے خیمے میں آرام کیا۔ وہ دونوں بھلائی کرتے ہوئے وہاں اُترے اور بھلائی کے ساتھ ہی وہاں سے چلے، پس جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کی معیّت میں آج شام کی، وہ کامیاب رہا۔ تو بنی کعب (قریش) کو اُن کے جوانوں کے ٹھکانے نے تھکا ڈالا (یعنی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش نہ کر سکے اور تھک کر لوٹے)، جبکہ وہ حضرات تو وہاں پہنچ چکے، (یعنی مدینہ منورہ) جہاں ایمان والے اُن کے منتظر تھے"۔[76]

(67) أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بن عمر بن مُحَمَّد بن إِسْمَاعِيلَ الدَّاوُدِيُّ ، أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عُثْمَانَ الْوَاعِظُ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الله بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَغَوِيُّ ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِم ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عَبْدِ الله (جعفر الصادق) ، عَنْ عون ابْن مُحَمَّد بْن عَلِيّ بْن أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ الله عَنْهُ ، عَنْ أُمِّهِ أُمِّ جَعْفَرٍ ابْنَةِ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ الله عَنْهُ ، عَنْ أَسْمَاءَ ابْنَةِ عُمَيْسٍ :

أَنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ الله عَنْهَا بِنْتَ رَسُول الله صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا حَضَرَتْهَا الْوَفَاةُ قَالَتْ : يَا أَمَةُ ! إِنِّي لأَسْتَحِيي مِمَّا يُصْنَعُ بِالنِّسَاءِ ، فَقَالَتْ لَهَا : إِنِّي قَدْ رَأَيْتُ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ شَيْئًا ، يُصْنَعُ عَلَى النِّسَاءِ فَأَمَرْتُهَا أَنْ تَصْنَعَهُ عَلَيْهَا وَلا يَلِي غُسْلَهَا إِلا هِيَ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ الله عَنْهُمَا ، قَالَتْ أَسْمَاءُ : فَعَمِلْتُ نَعْشًا وَغَسَّلْتُهَا عَلَيْهِ أَنَا وَعَلِيٌّ .[77]

---

76 هواتف الجنان ، للامام ابن ابي الدنيا ، موسسة الكتب الثقافية ، الطبعة الاولى ، باب هواتف الجن ، الصفحة ٥٨ ، الرقم ٧٣ .

77 الموضح لاوهام الجمع والتفريق ، باب الميم ، ذكر موسى بن جعفر ، ٢/ ٤٠٣ .

ترجمہ: جب فاطمہ بنت رسول اللہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے (اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے) کہا: اے باندی! وفات کے بعد عورتوں کے ساتھ جو معاملہ ہوتا ہے مجھے اس سے حیاء آتی ہے (یعنی جنازہ اعلانیہ باہر آتا ہے وہ مراد ہے)، انہوں نے عرض کی: میں نے حبشہ کی سرزمین پر ایک چیز دیکھی تھی جسے وہ عورتوں کے لیے بناتے تھے (حبشہ والے عورتوں کے جنازہ کی ڈولی پر کجاوے کی مثل چادر ڈال کر ڈھک دیتے تھے)، پس آپ نے فرمایا: اسے میرے لیے بنا دینا اور میرے غسل میں تمہارے اور علی بن ابو طالب کے علاوہ کوئی شریک نہ ہو۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: پھر میں نے آپ کے لیے وہ چیز تیار کی، نیز میں نے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیا۔

(68) أَخبَرَنَا أَبُو القَاسِمِ الأَزهَرِيُّ، قَالَ: أَنبَأَ سَهلُ بنُ أَحمَدَ الدِّيبَاجِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بنُ مُحَمَّدِ بنِ الأَشعَثِ الكُوفِيُّ، بِمِصرَ، ثنا مُوسَى بنُ إِسمَاعِيلَ بنِ مُوسَى بنِ جَعفَرِ بنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ جَعفَرِ بنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَلِيِّ بنِ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عَلِيًّا، كَانَ يَقُولُ:

اعْمَلْ لِكُلِّ يَوْمٍ بِمَا فِيهِ تَرْشُدْ.[78]

ترجمہ: اپنے ہر دن کے لمحات کام میں لاؤ، کامیاب ہو جاؤ گے۔

---

78. اقتضاء العلم العمل، للخطيب البغدادي، الصفحة ١٠٩، الرقم ١٨٩.

(69) أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عُثْمَانَ الصَّيْرَفِيُّ، قَالَ: أَنَا سَهْلُ بْنُ أَحْمَدَ الدِّيبَاجِيُّ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْأَشْعَثِ الْكُوفِيُّ، بِمِصْرَ، ثنا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ:

الزَّاهِدُ عِنْدَنَا مَنْ عَلِمَ فَعَمِلَ، وَمَنْ أَيْقَنَ فَحَذَرَ، فَإِنْ أَمْسَى عَلَى عُسْرٍ حَمِدَ اللهَ، وَإِنْ أَصْبَحَ عَلَى يُسْرٍ شَكَرَ اللهَ، فَهَذَا هُوَ الزَّاهِدُ.[79]

ترجمہ: ہمارے نزدیک زاہد وہ ہے جو علم حاصل کرے تو اُس پر عمل کرے، جسے یقین ہو پھر بھی ڈرتا رہے، اگر شام تنگی کی حالت میں ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد کرے، اور اگر صبح خوشحالی کی حالت میں ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرے، پس حقیقت میں یہ "زاہد" ہے۔

(70) أنا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي الْفَتْحِ، أنا سَهْلُ بْنُ أَحْمَدَ الدِّيبَاجِيُّ، نا مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْأَشْعَثِ الْكُوفِيُّ، بِمِصْرَ، نا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، نا أَبِي، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ آبَائِهِ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ:

لَيْسَ مِنْ أَخْلَاقِ الْمُؤْمِنِ التَّمَلُّقُ، وَلَا الْحَسَدُ، إِلَّا فِي طَلَبِ الْعِلْمِ.[80]

ترجمہ: حصول علم کے علاوہ مؤمن کے اخلاق میں خوشامد اور حسد نہیں ہے۔

---

79 اقتضاء العلم العمل، للخطيب البغدادي، الصفحة ٤٥، الرقم ٦٣.

80 الجامع لاخلاق الراوي، للخطيب، مكتبة المعارف الرياض، ١/ ٢١١، الرقم ٣٨٨. وجامع بيان العلم، لابن عبد البر، دار ابن الجوزي، الصفحة ٥٢٦، الرقم ٨٥٩.

[المصادر والمراجع]

❖ **الآثار المروية في الأطعمة** ، للامام أبي القاسم خلف إبن بشكوال ، المتوفى ٥٧٨هـ ، مكتبة اضواء السلف الرياض ، الطبعة الأولى ٢٠٠٤ء .

❖ **الابانة عن شريعة الفرقة الناجية ومجانبة الفرق المذمومة المعروف الابانة الكبرى** ، للامام أبي عبد الله عبيدالله بن محمد بن بطة العكبري الحنبلي ، ، المتوفى ٣٨٧هـ ، دار الراية الرياض ، الطبعة الأولى ٢٠٠٥ء — ١٤٢٦هـ .

❖ **إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة** ، للامام شهاب الدين أحمد البوصيري ، المتوفى ٨٤٠هـ ، دار الوطن الرياض ، الطبعة الأولى .

❖ **أخبار القضاة** ، للامام محمد بن خلف بن حيان المعروف بالوكيع ، المتوفى ٣٠٦هـ ، عالم الكتب بيروت .

❖ **الأخوان** ، للامام أبي بكر عبد الله القرشي المعروف بابن أبي الدنيا ، المتوفى ٢٨١ هـ ، دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٩٨٨ء.

❖ **أدب الاملاء والاستملاء** ، للامام أبي سعد عبد الكريم السمعاني المروزي ، المتوفى ٥٦٢هـ ، دار الكتب العلمية ، الطبعة الأولى .

❖ **الأربعين حديثاً** ، للامام صدر الدين أبي علي الحسن بن محمد البكري ، المتوفى ٦٥٦هـ ، دار الغرب الاسلامي ، الطبعة الثانية ١٠٨٣ء .

❖ **أشعة اللمعات شرح المشكاة** ، للامام الشيخ عبد الحق الدهلوي ، المتوفى ١٠٥٢هـ ، فريد بك ستال ، لاهور ، الباكستان .

❖ **الأعلام** ، للشيخ خير الدين الزركلي ، التوفى ١٣٩٦هـ ، دار العلم للملايين بيروت ، الطبعة الخامسة عشر .

- ❖ **إعلام الموقّعين عن ربّ العالمين** ، للشيخ أبي عبد الله محمد المعروف بابن القيم الجوزية ، المتوفى ٧٥١هـ ، دار ابن الجوزي الرياض ، الطبعة الأولى ١٤٢٣ هـ .
- ❖ **إقتضاء العلم العمل** ، للامام الحافظ أبي بكر أحمد الخطيب البغدادي ، المتوفى ٤٦٣هـ ، المكتب الاسلامي بيروت ، الطبعة الخامسة ١٩٨٤ء .
- ❖ **إكمال تهذيب الكمال في أسماء الرجال** ، للامام علاء الدين مغلطائي الحنفي ، المتوفى ٧٦٢ هـ ، الفاروق الحديثية للطباعة ، القاهرة ، الطبعة الأولى ١٤٢٢ هـ .
- ❖ **أمثال الحديث** ، للامام أبي محمد الحسن الرامهرمزي ، المتوفى ٣٦٠هـ ، الدار السلفية ، بومبائي ، الهند ، الطبعة الأولى ١٤٠٤ هـ .
- ❖ **الامام موسى بن جعفر** ، للشيخ محمد حسن آل ياسين الشيعي ، المطبعة العربية بيروت ١٩٩٩ء .
- ❖ **الأنساب** ، للامام أبي سعد عبد الكريم السمعاني ، المتوفى ٥٦٢هـ ، مكتبة ابن تيمية القاهرة ، الطبعة الثانية .
- ❖ **بحر الفوائد** ، للامام أبي بكر محمد الكلاباذي البخاري ، المتوفى ٣٨٠هـ ، دار السلام القاهرة ، الطبعة الأولى ٢٠٠٨ء.
- ❖ **البداية والنهاية** ، للامام عماد الدين إسماعيل ابن كثير الدمشقي ، المتوفى ٧٧٤ هـ ، مركز البحوث والدراسات العربية والاسلامية بدار هجر ، مصر ، الطبعة الأولى ١٩٩٧ء .
- ❖ **البصائر و الذخائر** ، للشيخ أبي حيان التوحيدي ، المتوفى ٤١٤هـ ، دار صادر بيروت ، الطبعة الأولى .
- ❖ **بهجة المجالس وأنس المجالس** ، للامام أبي عمر يوسف بن عبد الله ابن عبد البر القرطبي ، المتوفى ٤٦٣هـ ، دار الكتب العلمية بيروت .
- ❖ **التاريخ الاوسط** ، للامام الحافظ أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري ، المتوفى ٢٥٦هـ ، دار الصميعي الرياض ، الطبعة الأولى ١٩٩٨ء .

❖ تاريخ الاسلام ووفيات المشاهير والأعلام ، للامام شمس الدين محمد الذهبي ، المتوفى ٧٤٨هـ ، دار الكتاب العربي بيروت ، الطبعة الأولى ١٩٩٠ء .

❖ تاريخ التراث العربي ، للدكتور فواد سزكين ، تعريب : محمود فهمي حجازي ، طبع جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية الرياض ، ١٩٩١ء .

❖ تاريخ بغداد ، للامام الحافظ أبي بكر أحمد الخطيب البغدادي ، المتوفى ٤٦٣هـ ، دار الغرب الاسلامي بيروت ، الطبعة الأولى ٢٠٠١ ء.

❖ تبيين الامتنان بالأمر بالاختتان ، للامام أبي القاسم علي المعروف إبن عساكر ، المتوفى ٥٧١هـ ، دار الصحابة بطنطا ، الطبعة الأولى . ١٩٨٩ء .

❖ تحفة إثناء عشرية ، للشيخ المحدث عبد العزيز الدهلوي ، المتوفى ١٢٣٩هـ ، مترجم عبد الحميد خان ،طبع مير محمد كتب خانه ،كراتشي ، الباكستان .

❖ تحفة التحصيل في ذكر رواة المراسيل ، للامام ولي الدين أحمد أبي زرعة العراقي ، المتوفى ٨٢٦هـ ، مكتبة الرشد الرياض ، الطبعة الأولى ١٩٩٩ء .

❖ التدوين في أخبار قزوين ، للامام عبد الكريم بن محمد الرافعي القزويني المتوفى ٦٢٣هـ ، دار الكتب العلمية ، طبع ١٤٠٨ هـ .

❖ التذكرة بمعرفة رجال الكتب العشرة ، للامام أبي المحاسن محمد العلوي الحسيني ، المتوفى ٧٦٥هـ ، مكتبة الخانجي بالقاهرة .

❖ التذكرة الحمدونية ، للامام محمد بن الحسن إبن حمدون المتوفى ٥٦٢هـ ، دار صادر بيروت ، الطبعة الأولى ١٩٩٦ء .

❖ الترغيب في الدعاء و الحث عليه ، للامام أبي محمد عبد الغني إبن سرور المقدسي ، مطابع إبن تيمية بالقاهرة ، الطبعة الأولى ١٩٩١ء .

❖ الترغيب في فضائل الاعمال ، للامام أبي حفص عمر إبن شاهين ، المتوفى ٣٨٥هـ ، دار ابن الجوزي ، الطبعة الأولى ١٤١٥هـ .

- **تزيين الممالك بمناقب الامام مالك** ، للامام أبي الفضل جلال الدين السيوطي ، المتوفى ٩١١هـ ، دار الرشاد الحديثية ، المغرب ، الطبعة الأولى .
- **التعديل و التجريح** ، للامام أبي الوليد سليمان بن خلف الباجي المالكي ، المتوفى ٤٧٤هـ ، طبع المراكش ، المغرب .
- **التفسير الوسيط** ، للامام أبي الحسن علي الواحدي النيسابوري ، المتوفى ٤٦٨هـ ، دار الكتب العلمية ، الطبعة الأولى ١٤١٥هـ .
- **تفسير الدر المنثور** ، للامام أبي الفضل جلال الدين السيوطي ، المتوفى ٩١١هـ ، مركز هجر للبحوث و الدراسات بدار هجر ، مصر ، الطبعة الأولى ٢٠٠٣ء .
- **تفسيرضياء القرآن** ، للعلامة محمد كرم شاه الازهري ، ضياء القرآن ، لاهور ، الباكستان .
- **تفسير القرآن** ، ، للامام عماد الدين إسماعيل إبن كثير الدمشقي ، المتوفى ٧٧٤ هـ ، دار طيبة السعودية ، الطبعة الثانية ١٩٩٩ء.
- **تقريب التهذيب** ، للامام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني ، المتوفى ٨٥٢هـ ، دار العاصمة بيروت .
- **التكميل في الجرح والتعديل** ، للامام عماد الدين إسماعيل إبن كثير الدمشقي ، المتوفى ٧٧٤ هـ ، مركز النعمان للبحوث والدراسات الاسلامية ، اليمن ، صنعاء ، الطبعة الأولى ١٤٣٢هـ .
- **التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد** ، للامام يوسف بن عبد الله ابن عبد البر الاندلسي ، المتوفى ٤٦٣هـ ، طبع وزارة عموم الأوقاف والشؤون الإسلامية، المغرب . طبع ١٩٦٧ء.
- **تنزيه الشريعة المرفوعة عن الاخبار الشنيعة الموضوعة** ، للشيخ أبي الحسن علي إبن عراق الكناني ، المتوفى ٩٦٣هـ ، دار الكتب العلمية ، الطبعة الثانية ١٩٨١ء .

❖ تهذيب التهذيب ، للامام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني ، المتوفى ٨٥٢هـ ، مؤسسة الرسالة بيروت .

❖ تهذيب التهذيب ، للامام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني ، المتوفى ٨٥٢هـ ، طبع دائرة المعارف النظامية ، بحيدر آباد ، الهند .

❖ تهذيب الكمال في أسماء الرجال ، للامام جمال الدين أبي الحجاج يوسف المزي المتوفى ٧٤٢هـ ، مؤسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الثانية ١٩٨٣ء .

❖ الجامع لاخلاق الراوي وآداب السامع ، للامام الحافظ أبي بكر أحمد الخطيب البغدادي ، المتوفى ٤٦٣هـ ، مكتبة المعارف الرياض ، الطبعة ١٩٨٣ء .

❖ جامع بيان العلم وفضله ، للامام أبي عمر يوسف بن عبد الله إبن عبد البر القرطبي ، المتوفى ٤٦٣هـ ، دار إبن الجوزي ، الطبعة الأولى ١٤١٤هـ .

❖ الجرح والتعديل ، للامام أبي محمد عبد الرحمن بن أبي حاتم الرازي ، المتوفى ٣٢٧هـ ، طبع مجلس دائرة المعارف العثمانية ، بحيدر آباد دكن ، الهند ، الطبعة الأولى ١٩٥٣ء .

❖ جمهرة أنساب العرب ، للشيخ أبي محمد علي المعروف إبن حزم الاندلسي ، المتوفى ٤٥٦هـ ، دار المعارف ، الطبعة الخامسة .

❖ الحبائك في أخبار الملائك ، للامام أبي الفضل جلال الدين السيوطي ، المتوفى ٩١١هـ ، دار الكتب العلمية ، الطبعة الثانية ١٩٨٨ء .

❖ الحجة في بيان المحجة وشرح عقيدة أهل السنة ، للامام قوام السنة أبي القاسم إسماعيل الاصبهاني ، المتوفى ٥٣٥ هـ ، دار الراية الرياض .

❖ حلية الاولياء و طبقات الاصفياء ، للامام أبي نعيم أحمد بن عبد الله الاصفهاني ، المتوفى ٤٣٠هـ ، دار الكتب العلمية بيروت .

❖ حياة الحيوان الكبرى ، للامام كمال الدين محمد بن موسى الدميري ، المتوفى ٨٠٨هـ ، دار البشائر دمشق ، الطبعة الأولى ٢٠٠٥ ء .

❖ حياة الامام موسى بن جعفر ، للشيخ باقر الشريف القرشي ، طبع قسم الثقافية والأعلام في العتبة الكاظمية المقدسة ، العراق ، الطبعة الثانية .

❖ خلاصة تذهيب تهذيب الكمال ، للامام صفي الدين أحمد بن عبد الله الخزرجي الانصاري ، المتوفى ٩٢٣هـ ، المطبعة الكبرى بولاق ، الطبعة الأولى .

❖ دلائل النبوة ومعرفة أحوال صاحب الشريعة ، للامام أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي ، المتوفى ٤٥٨هـ ، دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٩٨٨ء .

❖ دول الاسلام ، للامام شمس الدين محمد الذهبي ، المتوفى ٧٤٨هـ ، دار صادر بيروت ، الطبعة الأولى ١٩٩٩ء .

❖ ذكر صلاة التسبيح ، للامام الحافظ أبي بكر أحمد الخطيب البغدادي ، المتوفى ٤٦٣هـ ، الدار الاثرية ، الطبعة الأولى .

❖ ذم الكلام و أهله ، للامام أبي إسماعيل عبد الله الهروي ، المتوفى ٤٨١هـ ، طبع مكتبة الغرباء الاثرية. و طبع مكتبة العلوم والحكم ، المدينة المنورة .

❖ ربيع الأبرار ونصوص الأخبار ، للشيخ أبي القاسم محمود بن عمر الزمخشري ، المتوفى ٥٣٨هـ ، مؤسسة الأعلمي بيروت ، الطبعة الأولى ١٩٩٢ء .

❖ الروضتين في أخبار الدولتين النورية والصلاحية ، للامام شهاب الدين عبد الرحمن المعروف أبي شامة المقدسي الشافعي ، المتوفى ٦٦٥هـ ، دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ٢٠٠٢ ء .

❖ سفينة الأولياء ، للشيخ دارا شكوه القادرى ، المترجم في الأردوية : محمد علي لطفي ، طبع نفيس اكيدمي ، كراتشي ، الباكستان . الطبعة السابعة .

❖ السنن ، للامام أبي عبد الله محمد بن يزيد المعروف ابن ماجة ، المتوفى ٢٧٣هـ ، مكتبة المعارف للنشر والتوزيع الرياض ، الطبعة الأولى .

❖ السنن ، للامام محمد بن عيسى الترمذي ، المتوفى ٢٧٩هـ ، مكتبة المعارف للنشر والتوزيع الرياض ، الطبعة الأولى .

- ❖ السنن ، للامام علي بن عمر الدارقطني ، المتوفى ٣٨٥هـ ، مؤسسة الرسالة بيروت
- ❖ السنن الكبرى ، للامام أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي ، المتوفى ٤٥٨هـ ، دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الثالثة ٢٠٠٣ ء .
- ❖ سير أعلام النبلاء ، للامام شمس الدين محمد الذهبي ، المتوفى ٧٤٨هـ ، مؤسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الثانية ١٩٨٢ ء .
- ❖ شذرات الذهب في أخبار من ذهب ، للامام شهاب الدين عبد الحي المعروف إبن العماد الحنبلي الدمشقي ، المتوفى ١٠٨٩هـ ، دار إبن كثير بيروت ، الطبعة الأولى ١٩٨٨ ء .
- ❖ شرح أصول إعتقاد أهل السنة ، للامام أبي القاسم هبة الله اللالكائي ، المتوفى ٤١٨هـ ، دار طيبة السعودية .الطبعة الثانية ١٤١١هـ .
- ❖ الشريعة ، للامام أبي بكر محمد بن الحسين الآجري ، المتوفى ٣٦٠هـ ، دار الوطن الرياض ، الطبعة الأولى ١٩٩٧ء .
- ❖ شعب الايمان ، ، للامام أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي ، المتوفى ٤٥٨هـ ، مكتبة الرشد الرياض ، الطبعة الأولى ٢٠٠٣ء .
- ❖ الشفاء بتعريف حقوق المصطفى ، للامام القاضي أبي الفضل عياض المالكي ، المتوفى ٥٤٤هـ ، جائزة دبي الدولية للقرآن الكريم ، الطبعة الأولى ٢٠١٣ء .
- ❖ شواهد النبوة لتقوية يقين أهل الفتوة ، للشيخ نور الدين عبد الرحمن الجامي ، المتوفى ٨٩٨هـ ، المترجم في الأردوية : الشيخ اقبال أحمد الفاروقي ، مكتبة نبوية ، لاهور ، الباكستان .
- ❖ الصداقة والصديق ، للشيخ أبي حيان التوحيدي ، المتوفى ٤١٤هـ ، دار الفكر المعاصر بيروت ، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ .
- ❖ صفوة الصفوة ، للامام أبي الفرج جمال الدين إبن الجوزي ، المتوفى ٥٩٧ هـ ، دار المعرفة بيروت

❖ صلة الخلف بموصول السلف ، للشيخ محمد بن سليمان الروداني ، المتوفى ١٠٩٤ هـ ، دار الغرب الاسلامي بيروت ، الطبعة الأولى ١٩٨٨ء .

❖ الصواعق المحرقة ، للامام شهاب الدين أحمد بن حجر المكي الهيتمي القادري ، المتوفى ٩٧٤ هـ ، مكتبة فياض للتجارة والتوزيع ، الطبعة الأولى ٢٠٠٨ ء .

❖ الضعفاء الكبير ، للشيخ أبي جعفر محمد إبن حماد العقيلي المكي ، المتوفى ٣٢٢هـ ، دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى .

❖ الطب النبوي ، للامام أبي نعيم أحمد الأصفهاني ، المتوفى ٤٣٠هـ ، دار إبن حزم بيروت ، الطبعة الأولى ١٤٢٧ هـ .

❖ الطبقات الكبرى ، للامام عبد الوهاب الشعراني ، المتوفى ٩٧٣هـ ، مكتبة الثقافة الدينية القاهرة ، الطبعة الأولى ٢٠٠٥ ء .

❖ العبر في خبر من غبر ، للامام شمس الدين محمد الذهبي ، المتوفى ٧٤٨هـ ، ، دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٩٨٥ ء .

❖ الفتاوى ، للامام أبي الحسن تقي الدين السبكي ، المتوفى ٧٥٦هـ ، دار المعرفة بيروت .

❖ الفتاوى الرضوية ، للامام أحمد رضا الحنفي ، المتوفى ١٣٤٠ هـ ، رضا فاونديشن ، لاهور ، الباكستان .

❖ الفردوس بمأثور الخطاب ، للامام أبي شجاع شيرويه الديلمي ، المتوفى ٥٠٩ هـ ، دار الكتب العلمية ، الطبعة الأولى ١٩٨٦ ء.

❖ الفَرْق بين الفِرَق وبيان الفرقة الناجية منهم ، للامام أبي منصور عبد القاهر البغدادي ، المتوفى ٤٢٩هـ ، مكتبة إبن سينا بالقاهرة .

❖ فصل الخطاب بوصل الأحباب ، للشيخ خواجة محمد پارسا ، دار الاشاعة العربية ، الباكستان

❖ فضائل التسمية بأحمد و محمد ، للامام الحيسن بن أحمد بن عبدالله بن بكير الصيرفي ، المتوفى ٣٨٨هـ ، دار الصحابة للتراث بطنطا ، الطبعة الأولى ١٤١١هـ .

❖ فضائل الصحابة ، للامام أبي عبد الله أحمد بن حنبل ، المتوفى ٢٤١ هـ ، مركز البحث العلمي ، جامعة أم القرى ، المكة المكرمة ، الطبعة الأولى ١٩٨٣ ء .

❖ فضائل القرآن ، للامام أبي العباس جعفر بن محمد المستغفري ، المتوفى ٤٣٢هـ ، دار إبن حزم بيروت ، الطبعة الأولى ١٤٢٧هـ .

❖ الفقيه والمتفقه ، للامام الحافظ أبي بكر أحمد الخطيب البغدادي ، المتوفى ٤٦٣هـ ، دار إبن الجوزي الرياض ، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ .

❖ الفوائد ، للامام أبي القاسم تمام الرازي ، المتوفى ٤١٤هـ ، مكتبة الرشد الرياض ، الطبعة الأولى.

❖ فيض القدير شرح الجامع الصغير ، للامام عبد الرؤف المناوي ، المتوفى ١٠٣١هـ ، دار المعرفة بيروت ، الطبعة الثانية .

❖ قضاء الحوائج ، للامام أبي بكر عبد الله القرشي المعروف بابن أبي الدنيا ، المتوفى ٢٨١ هـ ، مؤسسة الكتب الثقافية بيروت ، الطبعة الأولى ١٩٩٣ ء .

❖ الكاشف في معرفة من له رواية في الكتب الستة ، ، للامام شمس الدين محمد الذهبي ، المتوفى ٧٤٨هـ ، مؤسسة علوم القرآن ، ودار القبلة جدة .

❖ الكامل في التاريخ ، للامام عز الدين أبي الحسن علي المعروف ابن الأثير الجزري ، المتوفى ٦٣٠ هـ ، بيت الأفكار الدولية .

❖ الكفاية في علم الرواية ، للامام الحافظ أبي بكر أحمد الخطيب البغدادي ، المتوفى ٤٦٣هـ ، طبع بيروت .

❖ كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون ، للشيخ مصطفى المعروف حاجي خليفة ، المتوفى ١٠٦٨هـ ، دار إحياء التراث العربي ، بيروت .

❖ كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال ، للامام علي المتقي الهندي ، المتوفى ٩٧٥هـ ، مؤسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الخامسة ١٤٠٥ هـ .

- ❖ **الكنى و الأسماء** ، للامام محمد بن أحمد الدولابي ، المتوفى ٣١٠هـ ، دار الكتب العلمية ، الطبعة الأولى ١٩٩٩ء .
- ❖ **الكواكب الدرية في تراجم السادة الصوفية** ، للامام زين الدين محمد عبد الرؤف المناوي ، المتوفى ١٠٣١هـ ، دار صادر بيروت .
- ❖ **اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة** ، للامام أبي الفضل جلال الدين السيوطي ، المتوفى ٩١١هـ ، دار المعرفة بيروت .
- ❖ **المتحابين في الله** ، للامام الموفق أبي محمد ابن قدامة المقدسي ، المتوفى ٦٢٠هـ ، مكتبة القرآن بيروت .
- ❖ **مثير الغرام الساكن إلى اشرف الأماكن** ، للامام أبي الفرج جمال الدين إبن الجوزي ، المتوفى ٥٩٧ هـ ، دار الحديث القاهرة ، الطبعة الأولى ١٩٩٥ ء .
- ❖ **المجالسة وجواهر العلم** ، للامام أبي بكر أحمد الدينوري المالكي ، المتوفى ٣٣٣هـ ، دار ابن حزم بيروت ، الطبعة الأولى ١٩٩٨ء.
- ❖ **محاضرات الأدباء ومحاورات الشعراء والبلغاء** ، للشيخ أبي القاسم حسين بن محمد الراغب الاصبهاني ، دار مكتبة الحياة بيروت .
- ❖ **المختار من مناقب الاخيار** ، للامام مجد الدين أبي السعادات المبارك بن محمد المعروف إبن الأثير الجزري الموصلي ، المتوفى ٦٠٦ هـ ، مركز زايد للتراث والتاريخ ، دولة الإمارات العربية المتحدة . الطبعة الأولى ٢٠٠٣ ء .
- ❖ **المختصر في أخبار البشر** ، للشيخ عماد الدين أبي الفداء ، المطبعة الحسينة المصرية ، بولاق .
- ❖ **مختصر التحفة الاثني عشرية** ، تعريب : الشيخ غلام محمد الأسلمي ، إختصره محمود شكري الآلوسي ، طبع المكتبة السلفية بالقاهرة .
- ❖ **مرآة الجنان وعبرة اليقظان** ، للامام أبي محمد عبد الله بن أسعد اليافعي المكي ، المتوفى ٧٦٨ هـ ، دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٩٩٧ء.

❖ مرآة الزمان و تواريخ الأعيان ، للشيخ شمس الدين أبي المظفر يوسف المعروف سبط ابن الجوزي ، المتوفى ٦٥٤هـ ، الرسالة العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ٢٠١٣ء .

❖ المستدرك ، للامام أبي عبد الله محمد الحاكم النيسابوري ، المتوفى ٤٠٥هـ، دار الكتب العلمية ، الطبعة الثانية ٢٠٠٢ء.

❖ المسند ، للامام أبي عبد الله أحمد بن حنبل ، المتوفى ٢٤١ هـ ، مؤسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الأولى ١٩٩٥ء .

❖ مسند الشهاب ، للامام أبي عبد الله محمد بن سلامة القضاعي ، المتوفى ٤٥٤هـ ، مؤسسة الرسالة بيروت ، الطبعة الأولى ١٩٨٥ء .

❖ معجم الشيوخ ، للامام أبي القاسم علي المعروف إبن عساكر ، المتوفى ٥٧١هـ ، دار البشائر دمشق ، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ .

❖ المعجم ، للامام أبي سعيد أحمد بن محمد المعروف ابن الأعرابي ، دار ابن الجوزي الرياض ، الطبعة الأولى ١٩٩٧ء.

❖ المعجم الأوسط ، للامام أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني ، المتوفى ٣٦٠ هـ ، دار الحرمين القاهرة ، الطبعة ١٤١٥هـ .

❖ المعجم الصغير، للامام أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني ، المتوفى ٣٦٠ هـ ، المكتب الاسلامي بيروت ، الطبعة الأولى ١٤٠٥ هـ .

❖ المعجم الكبير ، للامام أبي القاسم سليمان بن أحمد الطبراني ، المتوفى ٣٦٠ هـ ، مكتبة إبن تيمية القاهرة .

❖ المعجم المفهرس أو تجريد أسانيد الكتب المشهورة والأجزاء المنثورة ، للامام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني ، المتوفى ٨٥٢هـ ، مؤسسة الرسالة بيروت . الطبعة الأولى ١٩٩٨ء .

❖ المكتفى في الوقف والابتداء ، للامام أبي عمرو عثمان الداني ، المتوفى ٤٤٤هـ ، دار الصحابة بطنطا ، الطبعة ٢٠٠٦ء.

❖ الملفوظ ، للامام أحمد رضا الحنفي ، المتوفى ١٣٤٠ هـ ، مكتبة المدينة كراتشي .

❖ المنتظم في تاريخ الملوك والأمم ، للامام أبي الفرج جمال الدين إبن الجوري ، المتوفى ٥٩٧ هـ ، دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٤١٢ هـ .

❖ مناقب الأسد الغالب علي بن أبي طالب ، للامام شمس الدين محمد الجزري ، المتوفى ٨٣٣هـ ، مكتبة القرآن ، القاهرة .

❖ منهاج السنة ، للشيخ تقي الدين أبي العباس أحمد المعروف إبن تيمية الحنبلي ، المتوفى ٧٢٨هـ ، طبع جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية ، الرياض ، الطبعة الأولى ١٩٨٦ء .

❖ الموضح لأوهام الجمع والتفريق ، للامام الحافظ أبي بكر أحمد الخطيب البغدادي ، المتوفى ٤٦٣هـ ، دار الفكر الاسلامي بيروت ، الطبعة الثانية ١٩٨٥ء .

❖ الموضوعات ، للامام أبي الفرج جمال الدين إبن الجوزي ، المتوفى ٥٩٧ هـ ، دار اضواء السلف ، الطبعة الأولى ١٩٩٧ء .

❖ الموطأ ، للامام أبي عبدالله مالك بن أنس ، المتوفى ١٧٩هـ ، دار إحياء التراث العربي بيروت .

❖ ميزان الاعتدال في نقد الرجال ، للامام شمس الدين محمد الذهبي ، المتوفى ٧٤٨هـ ، دار المعرفة بيروت .

❖ النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة ، للامام جمال الدين إبن تغري بردي الأتابكي ، المتوفى ٨٧٤ هـ ، دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ١٩٩٢ء .

❖ النزول ، للامام علي بن عمر الدارقطني ، المتوفى ٣٨٥هـ ، طبع بيروت بتحقيق الدكتور علي الفقيهي . الطبعة الأولى ١٩٨٣هـ .

❖ نور الابصار ، للسيد مؤمن بن حسن الشبلنجي ، المكتبة العصرية بيروت ، الطبعة ٢٠٠٦ء .

❖ نهاية الارب في فنون الادب ، للامام شهاب الدين أحمد النويري ، المتوفى ٧٣٣هـ ، دار الكتب العلمية بيروت ، الطبعة الأولى ٢٠٠٤ء .

❖ وفيات الاعيان وأنباءُ أبناءِ الزمان ، للامام أبي العباس شمس الدين أحمد إبن خلكان ، المتوفى ٦٨١ هـ ، دار صادر بيروت .

❖ الواقفية ، للشيخ رياض حبيب الناصري الشيعي ، المؤتمر العالمي للامام الرضا ، المشهد المقدس ، الطبعة سنة ١٤٠٩.

❖ هواتف الجنان ، للامام أبي بكر عبد الله القرشي المعروف بابن أبي الدنيا ، المتوفى ٢٨١ هـ ، مؤسسة الكتب الثقافية بيروت ، الطبعة الأولى ١٩٩٣ء .


اردو ترجمہ
کامل سیٹ
12 جلد
سیرت
خیر العباد
رسول کریم
میلاد پاک
پیشین گوئیاں
اسلامی بینکاری
اور تجارتی قوانین
میلادِ نور
میلاد النبی
نعمتِ کبریٰ
سیدنا امام علی رضا
زاویہ پبلشرز
8-C داتا دربار مارکیٹ لاہور
voice: 042-37300642 - 042-37112954
Email : zaviapublishers@gmail.com
Website: www.zaviapublishers.com



اردو ترجمہ
کامل سیٹ
12 جلد
سیرتِ خیر العباد
رسول کریم ﷺ کی پیشین گوئیاں
میلاد پاک
میلادِ نور
اسلامی بینکاری اور تجارتی قوانین
میلاد النبی ﷺ
نعمتِ کبریٰ
سیدنا امام علی رضا
زاویہ پبلشرز
8-C داتا دربار مارکیٹ، لاہور
voice: 042-37300642 - 042-37112954
Email : zaviapublishers@gmail.com
Website: www.zaviapublishers.com